حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ملفوظات
حکیم الامت

جلد ۲۲

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری

بسلسلہ

ملفوظاتِ حکیم الامت

جلد 22

انفاسِ عیسیٰ (حصہ دوم)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، عاشقانِ الٰہی ذوالاحترام کی حکایات وروایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام ومسائل جن کا ہر فقرہ حقائق ومعانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شرابِ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی ونقلی، معلومات وتجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

جمع فرمودہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ الٰہ آبادی رحمہ اللہ

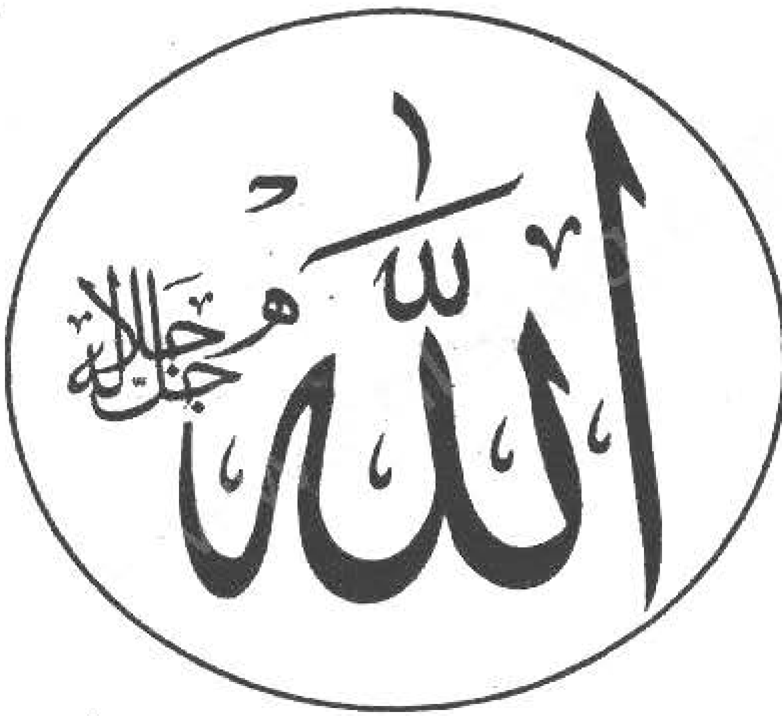
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
اشرفیہ منزل۔ نزد کلی آرٹس، چوک فوارہ ملتان۔
بیرون بوہڑ گیٹ، پرانی غلہ منڈی ملتان۔

نام کتاب .... انفاسِ عیسیٰ

اشاعت اول (کمپیوٹر کتابت) .... محرم ۱۴۲۲ھ

باہتمام .... محمد اسحٰق عفی عنہ

مطبع .... سلامت اقبال پریس





ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

دارالاشاعت ۔ اردو بازار ۔ کراچی

ادارہ اسلامیات ۔ انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید ۔ اردو بازار ۔ لاہور

مکتبہ رشیدیہ ۔ سرکی روڈ ۔ کوئٹہ

مکتبہ رشیدیہ ۔ راجہ بازار ۔ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

بتوفیقہ تعالیٰ کچھ عرصہ سے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کو اپنے اکابرین کی خصوصی دعاؤں اور توجہ سے حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابرین کی تالیفات وتصنیفات کی طباعت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

قارئین کرام سے دعاؤں کی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کی دولت نصیب فرما کر ہماری اس حقیر سعی کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین!

مزید گذارش ہے کہ آج کل کمپیوٹر کتابت کا دور ہے اور اس میں بار بار تصحیح کے باوجود اغلاط پھر بھی رہ جاتی ہیں اس لئے قارئین سے درخواست ہے کہ دوران مطالعہ جہاں اغلاط سامنے آئیں زحمت فرما کر نوٹ فرما لیں اور بوقت فرصت اغلاط نامہ بھجوادیں۔ یہ آپ کا ادارہ کے ساتھ خصوصی تعاون ہوگا۔ فجزاک اللہ خیرا

طالب: دعا احقر محمد اسحاق ملتانی

فہرست مضامین ''انفاسِ عیسیٰ''

﴿حصہ دوم﴾

صفحہ

متفرق مباحث چند واقعات ۵

عبدیت حضرت والا ۵۸

پند از لطائف ذخیرۂ حقائق ۸۲

کتب تصوف کا مطالعہ ۹۹

بعض طالبین کے احوال ۱۰۰

علاج کبر ۱۰۳

چند حکایات ۱۱۱

ذکر و شغل ۱۲۴

اخلاق رذیلہ کی اصلاح ۱۹۳

معروضات متعلقہ تحقیق مسائل ۲۰۹

ضمیمہ حصہ دوم ۲۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

انفاس عیسیٰ حصہ دوم

عیوب ومفاسد وخبائث نفس پر مطلع ہونے کی تدبیر

اس کیلئے میں اکثر اربعین کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتا ہوں، لیکن صرف مطالعہ کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ عیوب پر مطلع ہوکر اپنے مصلح سے مشورہ لیا جائے اس کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے جن محاسن پر نظر پڑے ان کے متعلق غور کیا جائے کہ جس ہیئت سے یہ محمود یا مامور بہ ہیں۔ آیا اس ہیئت سے مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہیئت موجودہ وہیئت مطلوبہ کی تحقیق کی جائیگی تو اس وقت منکشف ہوگا کہ محاسن مزعومہ محاسن حقیقی کی نقل بھی نہیں تو وہ نظر بھی کالعدم ہوجائے گی۔

بیعت کب کرنا چاہیے

بیعت کا موقع اس وقت ہے جب اپنے خادم دینی سے اس درجہ تعلق ومحبت طبعی ہوجائے کہ اگر وہ سراپا نقص ہی نقص بن جائے تب بھی خواہ اس سے اعتقاد نہ رہے اضعف ہوجائے لیکن اس سے انقباض نہ ہو اور جب تک اس کی تعلیم دل کو لگتی رہے تعلیم کا سلسلہ اس کے ساتھ جاری رکھے اور اگر تعلیم دل کو نہ لگے تو تعلیم بھی ترک کرکے اطلاع کردی جائے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو اور دوستی کا علاقہ پھر بھی اس کے ساتھ باقی رکھے۔ گو معصیت میں اس کی طاعت نہ کرے بشرط بقائے ایمان۔

اتفاقی استماع غنا کا اختیاری وغیر اختیاری درجہ

عبد جتنے کا مکلّف ہے وہ چنداں دشوار نہیں یعنی اس وقت بہ تکلف قلب کو دوسری طرف متوجہ کردیا جائے۔ اس توجہ کے ساتھ جو التفات الی الغنا ہوگا وہ غیر اختیاری ہوگا۔

شیخ کی نظر میں محمود وممدوح ہونے کی کوشش

یہ بھی ملحق بالا صلاح ہے کہ وہ خوش ہوکر اصلاح کی طرف توجہ زیادہ کرے گا۔

علامت رسوخ

صدور میں کشاکشی بھی نہ ہوتو یہ علامت ہے رسوخ کی۔

نسبت ومقام کی تعریف

ایک غلبہ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گزرے، دوسری دوام طاعت کہ نافرمانی بالکل نہ ہو۔ اصل مامور بالتحصیل یہی چیزیں ہیں اوراسی کے لئے سب مجاہدات اور معالجات اختیار کئے جاتے ہیں جن پر حسب سنت اللہ وہ مقصود مترتب ہو جاتا ہے اولاً قدرے تکلف ہوتا ہے بعد چندے (جس کی مدت معین نہیں استعداد پر ہے) مثل امر طبعی کے ہوجاتا ہے گواحیاناً ضد کا تقاضا بھی ہوتا ہے مگر ادنیٰ توجہ سے وہ ضد مغلوب ہوجاتی ہے اس رسوخ وثبات کومقام کہتے ہیں۔ پس یہ فی نفسہٖ غیر اختیاری ہے لیکن باعتبار اسباب کے اختیاری ہے اور یہی رسوخ وثبات اس حیثیت سے کہ غلبہ ذکر ودوام طاعت کا ملزوم ہے نسبت کہلاتا ہے (یعنی حضرت حق سے ایسا تعلق قوی جس پر غلبہ ذکراوردوام طاعت کا ترتب لازم ہو) اوراس نسبت من العبد پر ایک دوسری نسبت من الحق موعود ہے یعنی رضا وقرب۔ پس اہل طریق جب لفظ نسبت کا اطلاق کرتے ہیں مراد ان ہی دونسبتوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ نہ صرف ملکہ یادداشت جس میں بہت سے غیر محقق دھوکہ میں ہیں۔

مراقبہ برائے دفع وساوس

اپنی تمام طاعات صلوٰۃ وتلاوت واذکار بلکہ افعال مباحہ میں بھی اس کا تصور رکھے کہ یہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہوں گے تو ان میں کوئی ایسا اختیاری خلل نہ ہو جس سے پیشی کے قابل نہ ہوں۔

مجاہدہ اضطراریہ کا نفع وادب

جس طرح وضو کا بدل تیمم ہے اور اجر میں اس سے کم نہیں، اسی طرح مجاہدہ اختیاریہ یعنی اعمال واوراد کا بدل مجاہدہ اضطراریہ یعنی تشویشات وبلیات ہیں اوراجر میں ان کے برابر بلکہ منافع میں ان سے اقویٰ ہیں ان کو نعمت سمجھ کر اطمینان سے کام میں بقدر وسع مشغول رہنا چاہیے، البتہ دعا کرتے رہیں کہ وہ

مبدل بہ راحت وجمعیت ہوں کہ دعاء مسنون ہے غرضیکہ جب تک وہ تشویشات وبلیات باقی رہیں تفویض تو فرض ہے اور دعاء مسنون ہے اور جب وہ زائل ہو جائیں شکر واجب ہے۔اور دونوں حالتوں میں بقدر وسع مشغول رہنا ادب طریق ہے۔

عدم زوال پریشانی ومصیبت کا علاج

تنگی اور مصائب کے دور ہونے کا ارادہ ہی چھوڑ دیا جائے بلکہ موجودہ پریشانی ہی کیلئے اپنے کو آمادہ کر لیا جائے ۔ پس دو چیزوں کا التزام کر لیا جائے دعا زوال مصیبت کی اور استغفار، اور ثمرات کو آخرت میں سمجھا جائے، بس یہ علاج ام العلاج ہے جس میں علاج ہی مقصود ہے صحت مقصود نہیں ۔

نمازوں میں حرکت فکریہ کے قطع کرنے کی تدبیر

جماعت کی حالت میں اور بالخصوص سری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے خیالی الفاظ کا استحضار کیا جائے جس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔

واحد اور جمع دونوں صیغوں سے دعائیں منقول ہونے کی مصلحت

واحد کے صیغہ میں الحاح کی مصلحت زیادہ ہے اور جمع کے صیغے میں دوسروں کے شریک کر لینے سے اقربیت الی الاجابہ کی مصلحت زیادہ ہے جس وقت جس کیفیت کا غلبہ زیادہ ہو اس کا اتباع کیا جائے ۔اور میرا ذوق یہ ہے کہ اول ہر دعا میں منقول کا اتباع کیا جائے کہ اقرب الی الادب ہے ۔ پھر اس دعا کے تکرار میں ذوق وقتی کا اتباع کرے کہ دونوں مجتمع ہو جائیں۔

طبعی تسلی وقرار کی کوئی صورت نہ ہونے کا علاج

مطلوب و مامور بہ عقلی واعتقادی قرار ہے اور یہی تفویض ہے جس کو عبادت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے ۔ نہ کہ ذریعہ راحت سمجھ کر۔ بلکہ عارفین کاملین نے جب تفویض میں لذت طبعیہ محسوس کی تو نہایت ابتہال کے ساتھ اس لذت سے پناہ مانگی۔ایک یہ کہ شوب لذت سے شبہ ہوتا ہے اخلاص کی کمی کہ حظ نفس کے واسطے تفویض کو اختیار کیا۔حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار نہیں کیا، دوسرے جہاں دینی و دنیوی کامیابی و ناکامی کے متعلق حدیثوں میں تصریح ہے کہ اول میں اجر ناتمام اور ثانی میں اجر تام عطا ہوتا ہے،

اسی طرح تفویض میں راحت طبعیہ ہونے سے اجر غیر کامل اور راحت نہ ہونے سے اجر کامل ملتا ہے اور اجر آخرت ہی مقصود ہے۔ پس ان دوراز وں کی وجہ سے عارفین نے لذت سے پناہ مانگی ہے، لیکن ہم ضعفاء کے لئے اتنی ترمیم ہے کہ ہم کو پناہ مانگنا بھی مناسب نہیں بلکہ تفویض کے ساتھ اس میں لذت وراحت کی بھی دعا مانگے اور جب تک عطا نہ ہو اس عطا نہ ہونے کی حقیقت پر صبر اور اس عطا نہ ہونے کے ثمرہ پر کہ کمال اجر وتشبیہ بالقبولین ہے، شکر کیا جائے۔ اور اسی کو وظیفہ دائمہ بنائے۔

بناء قبول ہدیہ

حضرت والا بدون تعارف ہدیہ قبول نہیں فرماتے، لیکن تیقن اخلاص کے وقت عدم تعارف مانع نہیں ہوتا اور اس تیقن کا ادراک وجدان غیر مشوب بالغرض سے ہوتا ہے۔ البتہ عدم تیقن یعنی تردد کے وقت عدم تعارف مانع قبول ہوتا ہے۔

سیاست کے باب میں علم وعمل کی تحقیق

کے بارے میں فرمایا کہ جو چیز فرض عین نہ ہو اس کے درپے ہونا ہی کیا ضروری ہے؟

ناکامیوں پر عدم سکون کا علاج

تدبیر تو ازالہ مذموم کیلئے ہوتی ہے نہ کہ ازالہ محمود کیلئے اگر نصوص میں اور اقوال اہل خصوص میں غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے کہ دنیا کی ناکامیابی خود شعار ہے مقبولین کا اور تواتر کامیابی خصوصاً معاصی کے ساتھ شعار ہے مخذولین کا۔ سورۂ بقرہ کی آیت ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الآیۃ اور سورۂ احزاب کی آیت اذجآء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم۔ کامیابی دنیوی سے مقبولیت پر استدلال کا کفار کا طریقہ ہونا سورۂ فجر میں منصوص ہے فاما الانسان اذا ما ابتلیہ ربہ الخ مولانا رومیؒ کا ارشاد ہے۔

زاں بلا ہا کانبیاء برداشتند سربہ چرخ ہفتمیں افراشتند
گر مرادت را مذاق شکر است بے مرادی نے مراد دلبر است

باقی دعا۔ ہر حال میں کرنا سنت اور وظیفہ عبدیت ہے۔ دعا کی برکت سے فہم ورضا وتحمل نصیب ہو جاتے ہیں۔

ردو قبول من جانب اللہ ہے

اس میں اسباب واکتساب کا دخل نہیں۔

کوئی عمل پاس نہ ہونیکا خیال

یہ اعتقاد کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں کیا تھوڑا عمل ہے۔

عقلی تفویض و ذہنی تجویز کا جمع ہونا

عقلی تفویض ذہنی تجویز سازیوں اور ان کے لئے عملی دوادوش کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے لیکن دو شرط سے ایک وہ تجویزیں مشروع ہوں، دوسرے اگر وہ تجویزیں ناکام ہوں تو اعتقاداً اس ناکامی کو خیر سمجھے، گو اس کے ساتھ غیر اختیاری ضیق بھی ہو تو وہ اس کے منافی نہیں، حضور ﷺ کیلئے اس غیر اختیاری ضیق کو ثابت فرمایا ہے ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (حجر)۔ اور اختیاری ضیق سے نہی فرمائی ہے ولا تک فی ضیق مما یمکرون (نحل) اور اس سے حضور اقدس ؐ سے اختیاری ضیق کے وقوع کا توہم نہ کیا جائے کیونکہ نہی کا تعلق ماضی سے نہیں ہوتا مستقبل سے ہوتا ہے۔

قدرت حقیقی پر نظر ہر عمل میں ہمت دلانے کیلئے کافی ہے

چونکہ قدرت حقیقی کی نسبت تمام مقدورات کے ساتھ یکساں ہے اس لئے ان کی توفیق سے استعانت کر کے ہر عمل مطلوب کی ہمت کرنا چاہیے اور تیسیر کا ان ہی سے سوال کرنا چاہیے اگر نباہ نہ ہوگا ندامت اور استغفار کر لیں گے۔

ایک درجہ اجمال فی الطلب کا ہے

کہ اعتدال کے ساتھ جس میں نہ ذلت ہو نہ تعب مصالح حالیہ یا استقبالیہ پر نظر کر کے سعی کی جائے۔ یہ نہ مذموم ہے نہ سلف کے خلاف اور ایک درجہ مبالغہ کا ہے جس میں محذورات مذکورہ ہوں یا دوسرے محذورات جیسے ایسا انہماک جس سے ضروریات دنیویہ یا دینیہ مختل ہونے لگیں۔ غفلت کا غلبہ ہو جائے یہ اگر معصیت بھی نہ ہو مگر مفضی الی المعصیت یا سنت سے بعید ضرور ہے۔

انتظار مسبب الاسباب سے مستقل مطلوب ہے

لیکن جب غرض تدبیر کی محمود ہو اس کیلئے جاننے والوں سے مشورہ کرنا، خود بھی کچھ کام کرنا، کام لینا قیود مذکورہ کے ساتھ (کہ نہ تعب ہو نہ ذلت نہ انہماک) غلو نہیں ہے چنانچہ تجارت کی ترغیب سنت میں وارد ہے جسکا حاصل نمو مال کی تدبیر ہے۔

دعا کی حقیقت

ہم کو قدر کا علم نہیں اس لئے اپنے زعم میں جو مصلحت ہو اس کے مانگنے کی اجازت ہے اگر قدر اس کے خلاف ہوگی اس پر راضی رہنے کا حکم ہے رہا اصرار اس کا تو حکم ہے ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء اور اس کا راز یہ ہے کہ اس سے اپنا ضعف و عجز و احتیاج و انکسار ظاہر ہوتا ہے جو عبدیت کا مقتضا ہے اور اسی لئے مطلوب ہے۔

قبض و ہیبت کا علاج

سلوک میں قبض و ہیبت کی حالت بے حد نافع ہے اور کوئی سالک اس سے خالی نہیں ہوتا۔ الا نادراً۔ کوئی ابتداء میں کوئی انتہا میں اور خود بخود متبدل ہو جاتا ہے بجز دعاء و تفویض کے اسکی کوئی تدبیر نہیں۔

ایسا کام جس سے لوگ بڑا سمجھنے لگیں

بدون مصلح کی اجازت کے شروع نہ کرنا چاہیے۔

تعدیل خشیت

خشیت حق مبارک حالت ہے البتہ اس کی تعدیل کیلئے مراقبہ رحمت و تقویت رجا ضروری ہے۔ اس کے بعد بھی اگر پریشانی رہے تو وہ ظنی و طبعی مرض ہے۔ جس کیلئے طبیب سے رجوع کیا جائے۔

وحشت عن الخلق مطلوب کے شرائط

بدون کسی عارض طبعی کے وحشت کا منشا انس مع الحق ہے اور وہ محمود ہے اس شرط کے ساتھ کہ کسی کا حق ضروری ضائع نہ کیا جائے خواہ حق ظاہری ہو جس کو سب جانتے ہیں یا حق باطنی مثلاً کسی کو حقیر نہ سمجھا جائے باقی غیر اختیاری گرانی پر ملامت نہیں حتی الامکان اس کا لحاظ رہے کہ دوسرے کو محسوس نہ ہو

جس سے دل شکنی کا احتمال ہو۔ وہم غیر ناشی عن دلیل میں مشغول نہ ہونا چاہئے اگر اس قسم کا وہم ہو تو اپنے لئے اور جس کی اذیت کا شبہ ہو اس کیلئے طلب مغفرت کی دعا کافی ہے۔

سددوا و قاربوا و لن تحصوا کی توضیح

معمولات کا ہوتا رہنا اور کبھی ناغہ ہو جانا کسی ضرورت سے پھر تلافی کی کوشش کرنا سددوا و قاربوا ہے اور گاہ گاہ کمی ہو جانا لن تحصوا ہے۔

کلفت وساوس کا ایک علاج

جب گناہ نہیں محض کلفت ہے تو یہ احکام میں مثل امراض طبعیہ کے ہوا، جس میں اجر ملتا ہے تو نافع ہی ہوا۔

حدیث نفس میں کاوش کا علاج

معتدل فکر سے جو چیز اختیاری معلوم ہو مقاومت کرے جب عاجز یا کالعاجز ہو جائے تو دونوں احتمالوں کا (اختیاری ہے یا غیر اختیاری) حق ادا کرے، غیر اختیاری ہونے کے احتمال پر تو صبر کرے۔ کہ مجاہدہ ہے۔ اور اختیاری ہونے کے احتمال پر استغفار۔ اور دعائے قوت و ہمت کرے اور اس کی نظیر فقہیات میں ماء مشکوک سے وضو کے ساتھ تیمم کا جمع کرنا ہے۔ کاوش میں غلو منہی عنہ بھی ہے کما قال علیہ السلام من شاق شاق اللہ علیہ حافظ صاحبؒ بھی فرماتے ہیں۔

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع　　　سخت می گیرد جہاں بر مردمان سخت کوش

تغیرات غیر اختیاریہ کا علاج

ایسے تغیرات اکثر اسباب سے اور احیاناً بلا اسباب بھی لوازم عادیہ طریق سے ہیں مگر اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ ملتزمات اختیاریہ (اوراد وغیرہ) کو جاری رکھا جائے۔ بتدریج سب حالات حسب دل خواہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی مدت کی تعیین اختلاف استعداد کے سبب نہیں ہو سکتی۔

حقیقت تصوف

حقیقت تصوف کی صرف علم باعمل ہے اور عمل وہی جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے۔

اور جو سالک کے اختیار میں ہے۔ اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں اگر وہ عطا ہو جائیں اور شیخ ان کو محمود بتلا دے نعمت ہے اور قابل شکر۔ اور اگر عطا نہ ہوں اور عطا ہو کر زائل ہو جائیں تو ان کی تحصیل کی فکر یا ان کے زوال پر قلق طریق میں ناجائز اور باطن کیلئے سخت مضر خواہ وہ کچھ ہی ہو۔

حدود فرض منصبی شیخ

شیخ کو اطلاع تو سب حالات کی ضروری ہے۔ اپنی رائے سے کسی خواب یا وارد کی بناء پر کوئی کام کرنا طریق میں جائز نہیں۔ شیخ صرف اس کی تدبیر کرتا ہے جس کا تعلق امر و نہی سے ہے بقیہ کی تدبیر اس کے ذمہ نہیں اسی طرح اگر کوئی مرض یا کوئی اثر واقعی یا خیالی تکلیف دہ یا کوئی آفت داخلی یا خارجی عارض یا لازم ہو جائے وہ بھی شیخ کے فرض منصبی کے حدود سے خارج ہے۔

سالک کیلئے غذا و دوا کا اہتمام

اصلاح نفس سے اصلاح بدن کو کافی دخل ہے اس لئے بقدر وسعت وضرورت غذا و دوا کا اہتمام بھی عبادت اور سنت ہے ان لنفسک حقاً ان لجسد حقاً حدیث ہے۔

سالک کیلئے ادائیگی حقوق کا اہتمام

اہل حقوق کے حقوق شرعیہ مقدورہ میں غفلت یا کوتاہی کرنا معصیت ہے جو مقصود کیلئے رہزن ہے ان لزوجک حقا الخ

تعلق اہل حقوق کی حقیقت

(اولاد وغیرہ سے) تعلق رکھنا مقصود بالذات نہیں جس کا نقصان یا فقدان موجب تشویش ہو۔ تعلق ادائے حقوق کیلئے مقصود ہے اسی میں (یعنی ادائے حقوق میں) کمی نہ ہونا چاہیے۔ اور قساوت کا حاصل جرات علی المعاصی ہے تعلق اور تاثر کی کمی قساوت نہیں بلکہ ایک درجہ میں مطلوب بھی ہے۔

اولاد نابالغ کے حقوق کی کمی کی تلافی

دعائے عطائے درجات سے ہو سکتی ہے۔

فلم کمپنی کا آلہ لہو ولعب ہونا ظاہر ہے

اور آلات لہو کو مقاصد دینیہ میں برتنا سخت اہانت واستخفاف ہے دین کا (مسئلہ فقہ)

ناز کرنا اپنے کسی کمال پر بڑی ہی بری بلا ہے

ہماری تو کیا حقیقت ہے خود حضور علیہ کو خطاب ہے لئن شئنا لنذ هبن بالذی او حینا الیک۔جس سے علم پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے اور ارشاد ہے لو لا ان ثبتنا ک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلاً اس سے عمل پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے۔

علامت محرومیت نیاز پیدا کرنا

نیاز پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ پہلا قدم اس طریق میں فنا ہونا اور اپنے کو مٹا دینا ہے اگر یہ بات پیدا نہ ہوئی تو وہ شخص محروم ہے۔

مشورہ کی مصلحت

اگر کسی کا شیخ زندہ نہ ہو وہ بھی مشکلات میں اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کو اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔غرض چھوٹے بڑوں کا اتباع کریں اور بڑے چھوٹوں سے مشورہ لیں۔اس امت کے چھوٹے بڑے سب کام کے ہیں۔اس رائے کا ماخذ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وشاورھم فی الامر حضور علیہ کو صحابہؓ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے لیکن یہ حکم نہیں کہ ان کے مشورہ پر عمل کریں بلکہ عمل کے متعلق ارشاد ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کہ مشورہ کے بعد آپ کا جو ارادہ ہو جائے اللہ پر توکل کر کے اس پر عمل کر لیجئے۔اہل شوریٰ کی رائے کا اتباع ضروری نہیں،مشورہ کا حکم محض اس لئے ہے کہ اس کی برکت سے حق کا واضح ہو جاتا ہے،خواہ مشورہ دینے والوں کی رایوں میں سے کسی ایک کا حق ہونا واضح ہو جائے۔یا سب رایوں کے سننے سے کوئی اور صورت ذہن میں آ جائے جو حق ہو۔

شیخ کی ناراضی وتکدر

شیخ کی ناراضی وتکدر سے گو آخرت میں مواخذہ نہ ہو کیونکہ وہ نبی نہیں ہے جس کی ناراضی سے گناہ ہو مگر تجربہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو دنیا میں کبھی چین نصیب نہیں ہوتا،چنانچہ حضرت جنیدؒ حسین بن منصور

حلاج سے ناراض تھے (کیونکہ وہ اسرار کو ظاہر کردیتے تھے ضبط نہیں کرتے تھے وہ اپنے کو ضبط سے عاجز سمجھتے تھے مگر حضرت جنیدؒ جانتے تھے کہ یہ ضبط سے عاجز نہیں ہیں اگر ہمت کریں تو ضبط کر سکتے ہیں) ان کو بھی چین نصیب نہ ہوا، عمر بھر پریشان رہے یہاں تک کہ انا الحق کہنے پر فتویٰ کفر کا لگا گیا کیونکہ ابن منصور سے علماء نے گفتگو کی تھی اس سے ان کا مجنون و مختل الحواس ہونا ظاہر نہ ہوتا تھا پھر فتویٰ قتل کا دیدیا۔

الہام کی مخالفت سے دنیوی ضرر ہوتا ہے

الہام کی مخالفت سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا مگر تجربہ یہ ہے کہ دنیا میں نقصان ضرور پہنچتا ہے۔ چنانچہ ایک مقامی بزرگ کسی نو وارد مسافر بزرگ سے ملنے کو اٹھے، الہام ہوا نہ جاؤ۔ یہ بیٹھ گئے۔ پھر خیال ہوا یہ الہام نہیں خیال ہوگا، آخر ان سے ملنے میں کیا حرج ہے چنانچہ پھر اٹھے، پھر الہام ہوا نہ جاؤ، یہ بیٹھ گئے، تیسری مرتبہ پھر اٹھے، پھر وہی الہام ہوا، مگر یہ نہ رکے اور چل کھڑے ہوئے، دو چار قدم چلے ہونگے کہ گر پڑے اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔

الغناء رقیۃ الزنا

یعنی غناء زنا کا منتر ہے۔

سماع جائز بھی فقہا کے نزدیک بدعت ہے

حضرت سلطان جیؒ کا سماع ناجائز نہ تھا کیونکہ وہ آداب وحدود کی رعایت کے ساتھ تھا مگر فقہاء اس کو بھی بدعت کہتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور عوام کو اجازت دینے میں مفسدہ ہے۔

بدعتی کی کرامت

بدعتی سے ظاہر میں کرامت بھی صادر ہو تو وہ کرامت نہیں شعبدہ ہے۔

بزرگوں کی پیروی دین و دنیا کی راحت ہے

بزرگوں کا نمونہ بننے ہی میں دین کی حفاظت ہے اور دنیا کی عزت ہے جب بزرگ سے محبت ہوتی ہے تو ان کی ہر ادا سے محبت ہوتی ہے۔ اول اول یہ شخص بہ تکلف ان کی اداؤں کو اختیار کرتا ہے پھر اللہ

تعالیٰ ان کو سچ مچ مشابہ کر دیتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات صورت وشکل اور چہرہ مہرہ بھی ان ہی کی طرح ہو جاتا ہے۔اس لئے ہمیشہ اپنے بزرگوں کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرنا چاہیے جہاں رہو ان ہی کے طرز پر رہو۔اس سے ایک قدم نہ ہٹو،اسی میں دین کی حفاظت ہے اور دنیا کی بھی عزت ہے،تمہاری گفتار، رفتار،نشست و برخاست،چال ڈھال سب اپنے بزرگوں کے نمونہ پر ہو اس کا پورا اہتمام کرو۔

امام عادتاً اگر کوئی لفظ غلط پڑھتا ہے تو مقتدیوں کی نماز ہو جائیگی

امام فضلی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس شخص کو غلط لفظ پڑھتے پڑھتے اس کی عادت ہو گئی تو وہ اس کا لغت ہو جائیگا،لہذا ایسے شخص کے پیچھے صحیح قرآن پڑھنے والے کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت مولانا قاسم صاحبؒ اور ہمارے حضرت مولانا کا بھی اسی پر عمل ہے،چنانچہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں ایک ترکی امام کے پیچھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اور کئی علماء نے نماز پڑھی ترکی ک کی جگہ چ پڑھتے ہیں۔امام نے بھی ایاک نعبد کی جگہ ایاچ نعبد پڑھا،سب لوگوں نے نماز لوٹائی مگر مولانا قاسم صاحب نے نہیں لوٹائی اور یہی ارشاد فرمایا۔

شان کمال بزرگ

بزرگ کی شان کمال یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھے۔

مربی کی تعریف

حضرت محی الدین عربیؒ کا ارشاد ہے کہ مربی وہ ہے جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں،دین انبیاء کا سا ہو،تدبیر اطباء کی سی ہو،سیاست بادشاہوں کی سی۔اول سے مراد ہے کہ انبیاء کا دین جس طرح دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے۔اور یہ مراد نہیں کہ انبیاء کا سا کامل ہو۔

اعمال کا ترک کسی وقت مناسب نہیں

حال: حضرت! بندہ کو مشکوٰۃ شریف کی آخری حصہ کے مطالعہ کی توفیق ہوئی مگر کتاب الآداب اور کتاب الرقاق کی احادیث سے دل بالکل گھبرا گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے اندر سارے عیوب موجود ہیں،اور بندہ مجمع الامراض ہے اور باب الریاء والسمعہ کی احادیث سے پورا یقین ہو گیا کہ

گزشتہ عبادت سب بیکار ہے۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ اور اس گھبراہٹ سے اجر ملتا ہے۔ بس تسلی کیلئے یہی اعتقاد کافی ہے اور ساتھ ساتھ اصلاح کا اہتمام اور اس کیلئے دعا بھی اور اعمال کو کسی وقت نہ چھوڑا جائے۔

تدبیر و دعا ہر حال میں محمود ہے

اللہ تعالیٰ کو چونکہ اجر دینا ہے، اس لئے اس کا طریق اپنی حکمت سے وہی متعین فرماتے ہیں، پھر جب تبدیل طریق میں حکمت ہوتی ہے اس کو بدل دیتے ہیں۔ اس لئے تدبیر و دعا ہر حال میں محمود ومطلوب ہے۔
تحقیق: کسی کی انگلیاں بے کار ہوگئی تھیں مٹھی بند نہ ہوتی تھی۔ اور ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ پھر سے بٹھایا جائے۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا علم الٰہی میں جو خیر ہو اس پر قلب منشرح فرمائیں چلتے پھرتے کبھی یاد آجائے۔ ایک جلسہ میں تین بار اللھم خرلنا واخترلنا کہہ لیا کیجئے۔
حال: دیگر احباب سے درخواست دعا کیلئے حضرت نے جو ہدایت فرمائی الحمدللہ اسی پر اس درجہ تک عامل ہوں کہ اپنے نوکر سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں۔

خشوع و عجز ہی اس طریق میں معتبر ہے

اسلام نے یہی عبدیت سکھلائی ہے اور بڑی دولت ہے

وللہ در العارف الرومی فی قولہ ؎

جز خشوع و بندگی واضطرار   اندریں حضرت نہ دارد اعتبار

حال: حضرت بیمار آزار دنیا میں کون نہیں ہوتا اپنے جاننے والوں میں بہتوں کو حال اپنے سے بدتر پاتا ہوں۔
تحقیق: یہ اعتقاد اور اس کا استحضار ایک مراقبہ ہے جو ایک نعمت ہے۔
حال: پھر ایسے کتنے ہوتے ہیں جن کو معمولی تدبیر و علاج تک کی مقدرت نہیں ہوتی۔
تحقیق: یہ دوسرا مراقبہ ہے جو دوسری نعمت ہے۔
حال: ساتھ ہی یہ بھی ایمان ہے کہ مومن کے کانٹا چبھنا بھی ضائع نہیں جاتا۔

تحقیق: نقص طبعی واضطراری مضر نہیں ۔ یہ ایک تیسرا مراقبہ ان دونوں سے اعظم ہے ان مراقبات کے ہوتے ہوئے اگر تحمل میں جس کا ذکر فرمایا گیا ہے کچھ نقصان بلکہ فقدان بھی ہو مضر نہیں یہ مجموعہ اس نقص کا کافی تدارک ہے خصوصاً جب کہ یہ مراقبات اعمال اختیاریہ ہوں اور وہ نقص طبعی واضطراری۔

حال: مگر خدا جانے حضرت میری کمزوری وبزدلی کس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جسمانی تکلیف کا تحمل روز بروز گھٹتا جاتا ہے۔ کاش ایمان ہی اتنا قوی ہوتا کہ صبر و رضا ہی کا اجر حاصل کر سکتا۔

تحقیق: عدم تحمل قوت ایمان کے منافی نہیں ۔ کیا خدا نا کردہ یہ ضعف تحمل ایمان کے قوی نہ ہونے کی علامت ہے، اس وقت ایک حدیث ترمذی کی بے ساختہ ذہن میں آگئی جس کو جمع الفوائد باب فضل الشہادۃ والشہداء سے نقل کرتا ہوں ۔ حضور اقدس ﷺ نے شہداء کی ایک تقسیم فرمائی ہے اس قسم ثانی کے باب میں ارشاد ہے قال ورجل جید الایمان تقی العدو فکا نما ضرب جلد بشوک طلح من الجبن اتاہ سہم عرب فقتلہ الحدیث ۔ اس میں خود ت ایمان اور جبن کو مجتمع فرمایا ہے جس میں صاف دلالت ہے کہ عدم تحمل اور قوت ایمان جمع ہو سکتا ہے ۔ البتہ اس قسم کے شہید کو درجہ ثانیہ میں اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس سے فعل اختیاری یعنی قتال کا بوجہ جبن صدور نہیں ہوا، اور جہاں فعل اختیاری کا صدور بھی ہو وہاں درجہ بھی کم نہ ہوگا۔ سو یہ آپ کے اختیار میں ہے، اور الحمد للہ اس اختیار سے کام بھی لیا جارہا ہے کہ معترضانہ شکایات کا ارتکاب نہیں کیا جاتا اور خود عاجزانہ شکایات بھی خلاف قوت ایمان نہیں ۔ کما قال یعقوب علیہ السلام انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ بعد قولہ ۔ یااسفیٰ علیٰ یوسف ۔ اور وسوسہ تو کوئی معتد بہ وجود ہی نہیں رکھتا ۔ فزال بحمد اللہ کل اشکال ۔

اجرت طے کر کے تراویح پڑھانا

حال: اس مرتبہ تراویح ایک ایسے حافظ کے پیچھے پڑھنا پڑ رہی ہے جنہوں نے عمداً اپنی اجرت پہلے ہی طے کر لی ہے، کراہت معلوم ہوتی ہے کیا کروں۔

تحقیق: امام کا اجرت لے کر تراویح پڑھانا مقتدیوں کے لئے مضر نہیں ۔ یہ کراہت اجارۃ علی الطاعۃ امام سے ناپسند کرنے والے مقتدیوں کی طرف متعدی نہیں ہوتی کہ وہ نہ اس کے سبب ہیں نہ مباشر، اور تیسری کوئی علت نسبت کی نہیں۔

قلق طبعی و معمولات کی کمی

حال: ایک عرصہ سے بعض اشعار اور بعض مضامین و رسائل لکھنے کی وجہ سے معمولات کا نظام بگڑ رہا ہے بہت ہمت باندھ کر پوری مقدار اور پابندی کرنا چاہتا ہوں مگر سستی یا تساہل کا غلبہ ہو کر خلل ہو جاتا ہے۔ اسی کشمکش میں ایک عرصہ سے عریضہ پیش نہیں کیا کہ نسخہ ہی استعمال نہ ہو تو حال کیا کہا جا سکے۔ نماز، تلاوت، ذکر، دعا، استغفار کسی کا بھی شوق پہلا سا نہیں رہا، اسی وجہ سے معمولات میں کمی پڑی ہے۔

تحقیق: قلق طبعی معین تجدید عمل ہے۔ ایسے تغیرات و اسباب تغیرات سب کو پیش آتے ہیں۔ اکابر بھی اس سے خالی نہیں، جس کا تدارک اعادہ توجہ و عمل ہے، اس طرح قوت ضبط بڑھ جاتی ہے اور تمکین نصیب ہو جاتی ہے اس لئے بددل نہ ہونا چاہیے۔ قلق طبعی مضر نہیں بلکہ معین ہے تجدید عمل کا لیکن اختیاری قلق اور اس میں انہماک کے ساتھ اشتغال یہ مضر ہے۔ اس سے اعراض کر کے مستقبل کا انتظام درست کر لیا جائے اگر چہ تکلیف سے ہو اگر چہ نشاط سے خالی ہو۔ چند روز میں پھر اکثر تو حالت دلخواہ ہو جاتی ہے اور نہ بھی ہو تب بھی مقصود حاصل ہے یعنی طاعات عاجلاً اور اجر آجلاً۔

کبر کا علاج

حال: علاج امراض میں کبر کا علاج مراقبہ عیوب و معاصی سے بحمد اللہ فائدہ مند ہے اب اکثر اپنے کو اپنی حیثیت میں سمجھتا ہوں، کسی کو تحقیر و تذلیل بلکہ گالیوں سے بھی پہلا سا اثر بحمد اللہ نہیں ہوتا۔ غصہ بھی بہت کم آتا ہے۔ آتا بھی ہے تو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

تحقیق: اللہ تعالیٰ ثبات و رسوخ عطا فرما دے۔

حفظ عفت کیلئے ریل سے کود پڑنا خودکشی نہیں

حال: ایک بی بی ڈاک گاڑی میں سفر کر رہی تھیں، شام کا وقت تھا، یہ زنانہ درجہ میں تنہا تھیں، گاڑی میں ایک لمبا تڑنگا مرد چڑھ آیا اور ان کو دھمکانا شروع کیا، خدا تعالیٰ نے ان کو بھی ہمت دی۔ انہوں نے بھی اس کو ڈانٹا۔ اور خطرہ کی زنجیر کھینچ لی۔ گاڑی ٹھہری اور وہ شخص کود کر بھاگ گیا اور تاریکی میں غائب ہو گیا۔ ان بی بی نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر گاڑی نہ ٹھہری تو میں گاڑی سے کود جاؤں گی تو سوال کیا گیا کہ اگر ایسا ہوتا تو کیا یہ خودکشی ہوتی۔

تحقیق: عفیف بیبیوں کو اس وقت حیا وعفت کا اکثر اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ وقوع ہلاکت یا تقدیر وقوع ذم ہلاکت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا اس لئے ایسی حرکت بطریق اضطرار کے ہوتی ہے۔ نیز ہلاکت یقینی بھی نہیں ہوتی بہت لوگ اس طرح کود کر بچ بھی گئے ہیں۔ البتہ چوٹ ضرور لگی ہے۔ سو ایسے غلبہ کے وقت حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ معذور ہونگی اس لئے اس کو خودکشی نہ کہا جائیگا۔ **وقر یبانی هذا اجاب استاذی مولانا محمد یعقوب حین سئل عن النسوة اللاتی القین انفسهن فی البیر حین خفن علیٰ عفتهن فی الزمان المعروف بالغدر لکن اذافات الشرط فات المشروط** یعنی شعور واختیار کے رہتے ہوئے بقدر قدرت مدافعت ومقاومت کرے۔

الهیئة فی حد البیعة

حال: جو لوگ کہ پیری مریدی کو فرض عین بتاتے ہیں اور **آیة وابتغوا الیه الوسیلة** پیش کرتے ہیں آیا پیری مریدی کی اصل کیا ہے۔ فرض عین ہے کہ واجب ہے یا کہ سنت مؤکدہ ہے یا کہ مستحب ہے اور جو لوگ آیۃ مذکورہ کو پیش کر کے فرض عین یا واجب بتاتے ہیں اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟

تحقیق: بیعت کی حقیقت وصورت اور اس کا درجہ۔ بیعت کی ایک حقیقت ہے ایک صورت۔ حقیقت اس کی ایک عقد ہے درمیان مرشد ومسترشد کے۔ مرشد کے طرف سے تعلیم کا اور مسترشد کی طرف سے اتباع کا پھر اگر مرشد اور مسترشد کے درمیان نبی اور امتی کا تعلق ہے تو نبی کی طرف سے تبلیغ اور امتی کی طرف سے ایمان جس میں سب احکام کا التزام ہے۔ اس حقیقت کی تحقیق کیلئے کافی ہے اور یہی محمل ہے اس قول کا اگر ثابت ہو **من لا شیخ لہ فشیخه الشیطٰن** مگر کوئی مسلمان اس کا مصداق نہیں۔ اور یہ بیعت فرض ہے۔ اور اس کے بعد بھی اگر کسی خاص حکم کا یا احکام کا عہد لیا جائے، وہ اس عہد مذکور کی تجدید ہے۔ **کما فی حدیث عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وحوله عصابة من اصحابة بایعونی الیٰ قوله فبا یعنا علیٰ ذالک متفق علیه** (مشکوٰۃ کتاب الایمان)۔ اور مرشد اور مسترشد دونوں امتی ہیں جیسا بعد عہد نبوت کے اور یہی وہ وہی بیعت ہے جس کا لقب اس وقت پیری مریدی ہے تو وہ بھی مثل صورت ثانیہ کے تقویت ہے۔ عہد اسلامی کی اور یہ اتباع ہے اس سنت کا جس کو اوپر تجدید عہد کہا گیا ہے اور چونکہ اس کا فرض یا واجب یا سنت موکدہ ہونے کی کوئی

دلیل نہیں اور حضرت نبوۃ سے دین کی حیثیت سے منقول ہے لہذا یہ بیعت مستحب ہوگی، اور جس نے اس کے فرض یا واجب ہونے پر آیۂ مذکورہ سے استدلال کیا ہے محض بے دلیل اور تفسیر بالرائے ہے، صحیح تفسیر وابتغوا الیہ القرب بالطاعات ہے۔ اسی طرح جب حضور ﷺ سے اس پر مداومت ثابت نہیں، ہزاروں مومن اس خاص طریقہ پر اس زمانہ میں حضورؐ سے بیعت نہیں لائے۔ اس لئے اس کو سنت موکدہ بھی نہیں کہیں گے، یہ سب تفصیل اس کی حقیقت میں ہے اور ایک اس کی صورت میں ہے یعنی معاہدہ کے وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا کپڑا وغیرہ ہاتھ میں دیدینا تو یہ عمل مباح ہے لیکن مامور بہ کے کسی درجہ میں نہیں۔ حتیٰ کہ اس کے استحباب کا بھی حکم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حضور ﷺ سے جو منقول ہے وہ بطور عبادت اور دین کے نہیں بلکہ بطور عادت کے ہے۔ کیونکہ عرب میں معاہدہ کے وقت یہ رسم تھی چنانچہ اسی عادت کی بناء پر صفقہ بھی کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بیعت معتادۂ صلحاء حقیقت کے اعتبار سے مستحب سے زیادہ نہیں اور اس کی خاص ہیئت مباح سے زیادہ نہیں لہذا اس کا درجہ علماً یا عملاً بڑھانا مثلاً اس کو شرط نجات قرار دینا یا تارک پر طعن کرنا یہ سب غلو فی الدین اور اعتداء حدود ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر بھی بطریق تعارف کسی سے بیعت نہ ہو در خود علم دین حاصل کر کے یا علماء سے تحقیق کر کے اخلاص کے ساتھ احکام پر عمل کرتا رہے وہ ناجی اور مقبول اور مقرب ہے، البتہ تجربہ سے یہ کلیاً یا اکثر اً مشاہدہ ہو گیا ہے کہ جو درجہ عمل اور صلاح کا مطلب ہے وہ بدون اتباع وتربیت کسی کامل بزرگ کے بلا خطر اطمینان کے ساتھ عادۃً حاصل نہیں ہوتا مگر اس اتباع کے لئے بھی صرف التزام کافی ہے، بیعت متعارف شرط نہیں ولیکن ہذا آخر الکلام واللہ اعلم۔

افراط، تفریط سے بچنا ہی اعتدال ہے

صفت بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں، اگر یہ مادہ انسان میں نہ ہوتو انتظام نہیں ہوسکتا ہاں کسی چیز کا اعتدال سے بڑھ جانا یہ مذموم ہے، افراط تفریط سے بچنا ہی اعتدال ہے۔

انگریزی تعلیم

اسی تعلیم انگریزی کی بدولت الحاد اور نیچریت کا غلبہ زیادہ ہو گیا ہے۔ یہ کالج کیا ہیں، فالج ہیں کہ دین کے حسن کو بالکل تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ ان کے تعلیم یافتہ اکثر بد دین ملحد ہوتے ہیں دماغوں میں خناس بھر جاتا ہے۔

بڑے ہونے کا معیار

سنیوں اور شیعوں میں بڑا مسئلہ یہی زیر بحث ہے کہ صحابہؓ میں حضرت علیؓ بڑے ہیں یا شیخینؓ، اس کا بہت سہل ایک فیصلہ ہے کہ اس وقت کے لوگ کس کو بڑا سمجھتے تھے وہی بڑا ہے جو بڑا ہوگا بالاضطرار اس کے ساتھ بڑوں کا سا برتاؤ ہوگا خواہ مخواہ لوگ زوائد میں پڑ کر اوقات ضائع کرتے ہیں، روایات فضیلت کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں، اصل چیز یہ ہے اس کو دیکھو۔

دبنا اور چیز ہے اور رعایت اور چیز ہے

جو ضابطہ سے اپنا متبوع نہ ہو اس سے دبنا بے غیرتی ہے مثلاً استاد ہو کر شاگرد سے دبے بے غیرت ہے، پیر ہو کر مرید سے دبے بے غیرت ہے۔ بادشاہ ہو کر رعایا سے دبے بے غیرت ہے۔ خاوند ہو کر بیوی سے دبے بے غیرت ہے ہاں رعایت اور چیز ہے وہ دبنا نہیں ہے اس کو محبت وشفقت کہیں گے۔

تحقیق: ہمیشہ اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ تم کبھی کسی الجھن میں مت پڑو، جہاں الجھن دیکھو ایک دم اس کام کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ انسان ہے نفس ہے نفسانیت آ ہی جاتی ہے۔

یکسوئی قابل قدر چیز ہے

ان قصوں اور جھگڑوں سے ایک بہت بڑی چیز برباد ہو جاتی ہے جس کی ہمیشہ اہل اللہ وخاصان حق سلف صالحین نے حفاظت کی ہے وہ یکسوئی ہے، اگر یہ یکسوئی اپنے پاس ہے تو پھر چاہیے اپنے پاس ایک سوئی بھی نہ ہو مگر اس کی یہ حالت ہوگی ۔

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی ۔۔۔ بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

ہر کام میں مقصود رضاء حق وقرب حق ہو

تحقیق: مقصود تو ان لوگوں کا کچھ اور ہی ہوتا ہے کہ جھگڑا ہوگا فتنہ ہوگا ذرا تصادم میں مزہ آئے گا۔ اللہ کا شکر ہے۔ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے خصوصی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عنایتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان قصوں سے پاک صاف ہی کر دیا۔ اور کنج وکاوش کی الجھن میں پڑنے کی ضرورت ہی

نہ رہی۔نظر ہمیشہ مقصود پر ہونا چاہیے۔ پس جب کہ مدرسہ مقصود نہیں بلکہ رو بر و رضائے حق ہے اور قرب حق ہے سو وہ دین کے دوسروں کاموں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، پھر کیوں خواہ مخواہ قلب کو مشوش کیا اور فتنہ وفساد کو مول لیا کسی اور کام میں لگ جاؤ۔

کام کرنے کا سہل طریقہ

تحقیق: یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے سے وقت خراب ہوتا ہے اور کام نہیں ہوتا۔اور ہو بھی کیسے وہ تو غیر اختیاری ہے۔انسان اختیاری کام کو کرے، غیر اختیاری کو چھوڑ دے۔یہی کام کرنے کا سہل طریق ہے اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلے میں نصف سلوک ہے بلکہ اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ کل سلوک ہے، حقیقت کی بے خبری کے سبب لوگ مشکلات اور دشواریوں میں پڑ گئے۔چنانچہ ایک شبہ اس کا غیر اختیاری کے درپے ہونا ہے حالانکہ تصوف سے سہل اور آسان کوئی چیز بھی نہیں۔

معصیت کے نتائج

تحقیق: معصیت کمبخت نہایت بری اور مہلک چیز ہے، اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔وہ ذلت اور وہ گھڑی بندہ کے واسطے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے جس میں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنے کے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے۔اور بعض نافرمانی کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آئندہ کیلئے عمل کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے بڑے خوف کی بات ہے۔اور معصیت میں ایک اور خاصیت بھی ہے کہ اس کے محکوم اس کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ایک بزرگ گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخی کرنے لگا، فرمایا آج ہم سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ☆ کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ
ہر کہ ترسید از حق وتقویٰ گزید ☆ ترسد از وے جن وانس وہر کہ دید

اور ایک خاصیت معصیت کی سب سے اشد ہے وہ یہ کہ کبھی بے خبری اور بے حیائی سے صغیرہ سے کبیرہ صادر ہو جاتا ہے۔اور وہ سبب کفر کا بن جاتا ہے، اس لئے انسان کبھی گناہ کر کے بے فکر نہ ہو، توبہ استغفار کرتا رہے، مگر یہ بھی نہیں کہ اسی کو مشغلہ بنالے اور اسی مراقبہ میں رہا کرے۔ بلکہ ایک بار خوب باقاعدہ

توبہ کر کے کام میں لگے۔اوراس کے بعد پھر جب کبھی خیال آجایا کرے۔ **اللھم اغفر لی** کہہ کر پھر آگے چلے،کام میں لگے۔

قبولیت توبہ کی علامت

تحقیق: توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے کے متعلق حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ فلاں گناہ کر لینے کے بعد جوتوبہ کی تھی وہ قبول ہوگئی یانہیں،اس کا معیار یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ اس گناہ کے یاد آنے سے نفس میں حظ پیدا ہوتا ہے یا نفرت۔ اگر نفرت ہوئی تو توبہ قبول ہوچکی اگر حظ ہوتا ہے تو ابھی توبہ قبول نہیں ہوئی،پھرتوبہ کرے،بڑی عجیب بات ہے مگر یہ علامت ظنی ہے۔

حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبعی کے سبب بن جاتے ہیں

تحقیق:انسان کا وجود اور ہستی ہے ہی کیا چیز۔ ہر چیز حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے خواہ مخواہ انسان اپنی ٹانگ اڑاتا ہے اور یہ دعویٰ ترقی کا نتیجہ ہے،مگر واقعات سے حق تعالیٰ دکھا دیتے ہیں اہل ترقی کو کہ کوئی چیز تمہارے قبضہ میں نہیں سب ہمارے قبضہ میں ہیں۔حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبع کے سبب بن جاتے ہیں،تحقیقات اور انتظامات کچھ کام نہیں آتے۔ چنانچہ سیلاب سے ہزاروں لاکھوں مخلوق غرق ہوگئی مگر کوئی کچھ نہ بنا سکا۔

پریشانی کا علاج رضائے خالق کی سعی ہے

تحقیق:اگرانسان وحی کو عقل پر ترجیح دے تو سمجھ میں آجائے کہ پریشانی کا سبب ہمیشہ مصیبت ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے۔اگر خدا کو راضی کرنے کی سعی کی جائے تو اس بدتری اور پریشانی سے نجات ہوسکتی ہے ورنہ کوئی اور چیز اس سے نجات نہیں دلاسکتی۔ اس لئے خدا کو راضی کرنے کی فکر ہونا چاہیے۔

روپیہ کی ذات سے حظ ہونا مرض ہے

تحقیق: بعض لوگوں کو تو ضروریات کی وجہ سے روپیہ کی تلاش ہوتی ہے اور بعض کو خود روپیہ کی ذات سے

تعلق ہوتا ہے۔مگر یہ ایک مرض ہے ان کو روپیہ سے حظ مقصود ہوتا ہے کہ میں اتنے روپے کا مالک ہوں۔ روپیہ سے تعلق اور حظ پر ایک بنیے کی حکایت یاد آئی کہ وہ بیمار تھا۔ روپیہ کثرت سے پاس تھا مگر علاج نہ کراتا تھا۔ دوست احباب کے زور دینے پر بمشکل علاج پر آمادہ ہوا، مگر اس طرح کہ لوگوں سے پوچھا، پہلے علاج کا تخمینہ کرالو، کیا خرچ ہوگا۔ چنانچہ تخمینہ کرایا گیا۔ طبیب کو بلا کر نبض دکھلائی، نسخہ تجویز ہوا۔ مدت استعمال کا تخمینہ ہوا، قیمت کی تحقیق کی گئی اور حساب لگا کر بتلایا گیا کہ اس قدر صرف ہوگا، کہا کہ اب دیکھو کہ مرنے پر کیا صرف ہوگا۔ وہ بتلایا گیا اس قدر صرف ہوگا تو کہتا ہے بس اب تو یہی رائے ہوتی ہے کہ مر جائیں کیونکہ علاج میں روپیہ زائد صرف ہوگا اور مرنے میں کم۔

ذہانت کب نعمت ہے؟

تحقیق: ذہانت بھی خداداد چیز ہے اور بڑی نعمت ہے بشرطیکہ حدود میں رہ کر محل پر صرف کی جائے، ورنہ خرابی اس سے زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

واردات کی مخالفت موجب خسران ہے یا حرمان

تحقیق: واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر اس مخالفت سے دنیاوی ضرر کچھ ضرور ہوتا ہے پھر ممکن ہے کہ یہ ضرر کبھی مفضی ہو جائے ضرر دینی کی طرف۔ مثلاً پہلے معاصی کے مواقع میں، ہمت مقاومت کی ہو سکتی ہے مگر طبعی کسل ہو گیا جو محض ضرر بدنی ہے اس کسل سے طاعات کو جی نہیں چاہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمل سے باز رہا۔ اگر وہ عمل واجب تھا تو خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا تو حرمان ہوا۔

سکون کا بہترین اور سہل طریقہ

تحقیق: سکون کا بہترین اور سہل طریقہ تسلیم وتفویض وافتقار وانکسار ہے جس کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیر فضل شاہ
ہر کجا پستی است آب آنجا رود ☆ ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آں جا رود ☆ ہر کجا رنجے شفا آں جا رود

علم میں خیر و برکت سلب ہو جانیکی وجہ

تحقیق: آج کل استادوں کا ادب اور احترام بالکل ہی جاتا رہا، تو ویسی ہی علم میں خیر و برکت رہ گئی، عادۃ اللہ یہ ہے کہ استاد خوش اور راضی نہ ہو تو علم نہیں آسکتا۔ اور استاد ہی کی کیا تخصیص ہے اب تو وہ زمانہ ہے کہ نہ باپ کا ادب ہے نہ پیر کا ادب ہے اور اگر ہے بھی تو رسمی ادب، باقی حقیقی ادب کا تو نام و نشان نہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ تعظیم کا نام ادب نہیں۔ ادب نام ہے راحت رسانی کا۔

بڑی دولت امتی کے واسطے دین کی محبت اور عظمت ہے

تحقیق: سب سے بڑی دولت امتی کے واسطے یہ ہے کہ قلب میں دین کی محبت ہو عظمت ہو چاہے عمل میں کوتاہی ہو۔

استاد صاحب محبت ہونا چاہیئے

شروع ہی میں اس کی ضرورت ہے کہ استاد بھی صاحب محبت ہوتا کہ شاگردوں کے جذبات اور خیالات پر ان کا اثر ہو اور شروع ہی سے صحیح تربیت اور اصلاح ہو۔

کبر کا منشا ہمیشہ حمق ہے

تحقیق: کبر ہمیشہ حمق سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر حمق نہ ہو تو اپنی بڑائی کا انسان کو کبھی وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا۔ نہ خیال آسکتا ہے۔ اس مرض میں قریب قریب عوام اور خواص سب کو ابتلا ہے اور اس کے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ کسی کامل کی جوتیوں میں جا پڑے، وہاں دماغ سے یہ خناس نکل جائے گا آج کل ہر شخص اپنے آپ کو مجتہد مطلق سمجھتا ہے یہ سب حماقت کے کرشمے ہیں۔

کسی مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا چاہیے

تحقیق: مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار علماء سے فرمایا کہ تم یہ کیا کفر کے فتوے لگاتے ہو کہ فلاں کافر ہے، خدا کی قسم قیامت کے دن دیکھو گے کہ بعضے ایسے لوگوں کی مغفرت ہو رہی ہے جو دنیا میں پورے کافر سمجھے جاتے تھے۔ پھر فرمایا اس کا مضائقہ نہیں کہ دھمکانے کیلئے انتظام کے طور پر کسی کو کافر کہہ دیا جائے جیسے حدیث میں تارک صلوٰۃ کو کافر کہا گیا ہے مگر یہ مت سمجھو کہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے وہ سچ مچ

کافر ہوگیا۔ الغرض کسی مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا چاہیے ۔

کوئے ناامیدی مرو کامیدہاست　　　　سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

پردہ قید نہیں بلکہ بہ نظر حقیقت آزادی ہے

تحقیق: کیونکہ قید کا مفہوم تو یہ ہے کہ کسی شخص کو بند کیا جائے اور اس کو بند کرنا ناگوار ہو، اور وہ بھاگنا چاہتا ہو پھر اس پر پہرہ چوکی قائم کرنا ہو حالانکہ کسی مسلمان کے گھر پر پہرہ چوکی نہیں دیکھا جاتا، معلوم ہوا کہ عورت کو پردہ میں رکھنا قید نہیں بلکہ ان کو باہر نکالنا قید ہے کیونکہ وہ ان کی طبیعت کے خلاف ہے۔ اگر بالفرض ہم ان کو باہر جانے کو کہیں تو وہ اندر کو بھاگیں تو اصول کی رو سے یہ پردہ آزادی اور بے پردگی قید ہے۔ غرضیکہ یہ پردہ قید نہیں بلکہ حیا ہے، جو انگریزوں کی عورتوں میں نہیں۔

صدق و خلوص کامیابی کا مدار ہے

تحقیق: فرمایا کہ صدق و خلوص بڑی چیز ہیں بدون اس کے کام چلنا یا بننا مشکل ہی ہوتا ہے یہ آج کل جو اکثر ناکامی ہوتی ہے اس کا سبب عدم خلوص ہی ہے اگر خلوص ہو تو بڑے سے بڑا کام اور سخت سے سخت کام سہل بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا دیوبندیؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا۔ ایک پیسہ پاس نہ تھا اور اس میں تمام کمالوں میں صرف ایک کمال یہ تھا کہ گدھے کی بولی بولنا جانتا تھا۔ ایک سیٹھ نے بولتے ہوئے سن لیا، اپنی تفریح کیلئے سفر حج میں اس کو ہمراہ لے لیا۔ بعد فراغ حج اسی کمال کی بدولت بدوں سے ریل پیل ہوگیا، ان کی محبت میں مدینہ منورہ پہنچ گیا، دیکھ لیجئے ارادہ حج خلوص سے کیا حق تعالیٰ نے سب آسان نہیں کر دیا ۔

تو مگو مارا بداں شہ بار بست　　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

اپنے معتقد بنانیکی تدبیر کرنا غیرت کی بات ہے

فرمایا کہ مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانے کی تدبیر یا ترغیب دی جائے۔ اپنے دوستوں کو بھی میری تاکید ہے کہ وہ کبھی ایسا نہ کریں، ہاں ایک اور صورت ہے جس میں ایک مسلمان کی امداد ہے اور ثواب بھی ہے کہ طالب کو چند جگہوں کے نام بتلائے اور مشورہ دیا جائے کہ اپنے حالات سب جگہ لکھو، جہاں کے جوابات سے سکون اور تسلی ہو وہاں سے تعلق پیدا کرلو۔

دنیا کو مقدم اور دین کو تابع بنانا گمراہی ہے

تحقیق: اگر دین کو مقدم رکھیں اور پھر حصول دنیا ئی فکر کریں بشرطیکہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو تو پھر کامیابی بھی بہت قریب ہے۔

تحقیق: فرمایا کہ اصل چیز اس طریق میں شیخ کی محبت اور اتباع ہے۔ پھر اس میں بھی اساس محبت ہے اتباع عادۃً اس پر مرتب ہو جاتا ہے اس لئے کہ محبّ محبوب کے خلاف نہیں کر سکتا۔ باقی بیعت وہ محض ایک برکت کی چیز ہے اس پر نہ تعلیم موقوف ہے اور نہ نفع مگر آج کل کے پیروں نے اس بیعت کو لوگوں کے پھنسانے کا اچھا خاصہ آلہ بنا رکھا ہے۔ لوگوں کے عقائد بیعت کے متعلق درجہ منکر تک پہنچ گئے ہیں کہ اس کو فرض واجب سمجھتے ہیں۔ علماء اہل حق کو اس طرف متوجہ ہو کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے جیسے اور بدعتوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی تو بدعت اور قابل اصلاح ہے آخر فرق دونوں میں کیا ہے۔

بیعت میں عدم تعجیل کی حد

تحقیق: فرمایا کہ جب تک میرے چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو، بیس مرتبہ خط و کتابت نہ کر لو، دس مرتبہ ملاقات اور مجالست نہ کر لو، اس وقت اس کی حد ہے۔

وظائف کے ذریعہ حضور ﷺ کی زیارت

ایسا ارادہ کرنا بڑی ہی ناواقفی کی بات ہے۔ اگر ایسا ہی ذوق شوق ہے تو اتباع کرو۔ اس پر بھی اس مقصود کا ترتب لازم نہیں، مگر بہ نسبت اوراد کے پھر اس میں توقع زیادہ ہے۔

ہمارے اعمال کی جزا محض عطا و انعام ہیں

تحقیق: فرمایا کہ ہمیں تو ہر وقت ان کی رحمت اور ان کے فضل کی ضرورت ہے۔ جو کچھ ملے گا وہ محض انعام ہے گو نام کو جزائے اعمال ہے مگر ہمارے اعمال ہی کیا جس پر جزا کا استحقاق ہو بلکہ خود ان اعمال کو اعمال میں شمار کرنا یہ بھی انعام ہی ہے، ورنہ ہمارے اعمال تو حسنات کہنے کے بھی قابل نہیں بلکہ وہ اپنے فضل سے ان کو حسنات بنا دیں گے چنانچہ بعض اہل لطائف نے اولئک یُبَدِّلُ اللہ سیئاتھم

حسنات. کی یہی تفسیر کی ہے۔ پھر ایک بڑی رحمت یہ ہے کہ ہمارے اعمال محدود اور جزاء غیر محدود۔ اور میں نے جو کہا ہے کہ وہ جزا برائے نام ہے ورنہ محض عطا ہی ہے اس کی دلیل خود قرآن میں ہے جزآءً من ربک عطآءً حسابًا الخ

اس تقریر سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ اگر وہ جزاء ہے تو عطا کیسی اور اگر عطا ہے تو پھر حساب کیسا۔ جواب یہ کہ جزاء صورۃً ہے اور عطا حقیقۃً اور حساب جزاء یا عطا کے لئے نہیں بلکہ خود اہل عطاء میں تفاوت کیلئے حساب ہوگا باقی عطا بغیر حساب ہی ہوگا۔

اپنے بزرگوں کا طرز

تحقیق: فرمایا کہ ہمارے بزرگوں میں ایک خاص بات یہ تھی کہ خودداری کا نام ونشان نہ تھا، ملے جلے، ہنستے بولتے رہتے تھے مگر دل میں ایک انگارہ دہک رہا تھا، بقول نواب شیفتہ ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو   کہ بینی خندہ برلب ہا و آتش پارہ در دل ہا

میں نے اس ہنسنے پر ایک مثال تجویز کی ہے کہ جیسے تو ہنستا ہے مگر ہاتھ لگا کر کوئی دیکھے پتہ چل جائیگا کہ کیسے ہنستا ہے۔ ان کے قلب میں خدا کی محبت کی ایک آگ بھری تھی، ہر وقت خشیت کا غلبہ رہتا تھا، شب و روز آخرت کی فکر لگی تھی۔

نقشبندی و چشتی بزرگان کے طرز کا تفاوت

تحقیق: فرمایا کہ بعض نقشبندی حضرات کی رائے ہے کہ شیخ کو وقار و تحمل کے ساتھ رہنا چاہیے، تا کہ طالبین کے قلب میں عظمت ہونے سے ان کو نفع زائد ہو، مگر چشتیوں سے یہ ہو نہیں سکتا انکا وقار اور تحمل یہی ہے کہ کوئی وقار و تحمل نہ ہو ان کی تو بس یہ شان ہوتی ہے ؎

نباشد اہل باطن درپے، آرائش ظاہر ☆ بہ نقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را
دلفریباں بناتی ہمہ زیور بستند ☆ دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد
زیر بار اندردختاں کہ ثمر ہادارند ☆ اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

کسی کے برا بھلا کہنے سے برا ماننا طرز عشق کے خلاف ہے

تحقیق: اس سے بگڑتا کیا ہے معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے مخلوق سے کیا لینا ہے۔ اگر کسی کو اس کی فکر ہے تو یہ

اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے یہ فکر خود ایک مستقل اور بڑا عذاب ہے کہ فلاں برا نہ کہے، فلاں بھلا نہ کہے، سمجھ لے کہ برا بھلا کہنے والوں نے تو نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑا، نہ رسول کو چھوڑا، نہ صحابہ کرامؓ کو چھوڑا، نہ ائمہ مجتہدین کو چھوڑا۔ بعد کے علماء اور بزرگان دین تو بھلا کس شمار میں ہیں۔ ایسے موقع کے متعلق ذوق نے خوب کہا ہے ۔

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق ☆ ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا کہتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ☆ پھر برا کہنے سے کیوں اس کے برا مانتا ہے
عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا ☆ اور جو نا کام ہو اس کو کسی سے کام کیا

بیعت کی حقیقت

تحقیق: فرمایا کہ بیعت کا حاصل یہ ہے کہ ایک طرف سے التزام ہو اتباع کا۔ اور ایک طرف سے التزام ہو تعلیم کا۔ بس اصل بیعت یہ ہے خواہ اس کی ظاہری صورت نہ ہو۔

فرمایا کلام الٰہی عملیات کیلئے موضوع نہیں

تحقیق: لیکن اگر کوئی اسی کیلئے استعمال کرے تو برکت ضرور ہوتی ہے جیسے قلم لکھنے کیلئے ہے۔ اگر کوئی کان کا میل اس سے نکالے تو اس میں بھی کام آ جاتا ہے۔

مرض مزمن کا علاج

تحقیق: فرمایا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اکتالیس بار الحمد شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض مزمن کو پلایا جائے تو امید نفع کی ہے۔

مدرس کی مدرسہ کے کام کے وقت باتیں کرنا خیانت ہے

تحقیق: عرض کیا گیا جو اس وقت ہو چکا یا آئندہ اتفاقاً پھر ایسا ہو جائے تو کیا اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے، فرمایا سوائے توبہ کے اور کوئی بدل نہیں۔ عرض کیا گیا کہ خارج اوقات میں کام کر دیا جائے۔ فرمایا یہ بھی اس کا بدل نہیں فرضوں کے قائم مقام نفلیں تھوڑا ہی ہو سکتی ہیں۔ کام کے وقت کام کرنا چاہیے اور لوگوں کو منع کر دینا چاہیے۔

عورتوں کے زیادت عقیدت کی وجہ

تحقیق: فرمایا کہ عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے عقیدت زیادہ ہوتی ہے وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو ان کا دل نرم ہوتا ہے دوسرے صاحب الرائے نہیں ہوتیں۔

عذر میں استحضار ماییمکن ہی کامل ہے

تحقیق: فرمایا کہ حالت مرض میں قلب کے اس (مرض) کی طرف مشغول ہونے کی وجہ سے استحضار معتاد میں اگر کمی ہوجائے تو اس وقت جس قدر استحضار ہے وہی کامل ہے۔ اس کو یوں سمجھ لیا جائے کہ جیسے مرض کی وجہ سے کوئی شخص کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا، بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کی وہی نماز جو بیٹھ کر پڑھی ہے کامل ہے۔ یا جیسے ایک شخص مرض کی وجہ سے وضو نہیں کرسکتا، تیمم کرتا ہے تو اس کی وہی طہارت کامل ہے حاصل یہ ہے جتنا جتنا اس وقت مامور بہ ہے وہی کامل ہے ناقص نہیں۔

جلال کے مراقبہ سے جمال کا مراقبہ انفع ہے

تحقیق: فرمایا کہ حق تعالٰی کا مراقبہ جلال کا تو نافع ہے ہی مگر جمال کا اس سے زیادہ نافع ہے۔ خصوص ضعفاء کو جمال کا مراقبہ زیادہ کرنا چاہیے اس سے محبت بڑھ کر بہت جلد کامیابی ہوجاتی ہے۔

غیر اختیاری عارض سے عمل کا ثواب کم نہیں کیا جاتا

تحقیق: یہ ان کی رحمت ہے اور جو بظاہر اعمال میں کمی ہوتی ہے۔ وہ صورۃً کمی ہے حقیقۃً کمی نہیں۔ اس وقت اس کا مراقبہ کرے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے جو اس طرف سے تجویز ہوئی ہے۔

شیخ سے مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ

تحقیق: پہلے کچھ دنوں مجلس شیخ میں خاموش بیٹھنے سے پھر بکثرت مکاتبت کرنے سے پھر اکثر ملنے جلنے سے مناسبت پیدا ہوجاتی ہے۔

بے محل جان دے دینا شجاعت نہیں

تحقیق: فرمایا کہ جان اپنی ملک نہیں کہ اس میں جو چاہو تصرف کرو، دیکھئے اگر جان اپنی ہوتی تو خودکشی کیوں حرام ہوتی۔ ہاں جہاں یہ معلوم ہوجائے کہ یہاں جان دینا طاعت ہے تو وہاں کمزور مسلمان بھی

قوت ایمانی سے بہادر ہو جائے گا۔ کیونکہ شجاعت میں کمی تردد سے ہوتی ہے۔ بے موقع محل بدون اذن شرعی کے جان دینا کوئی بہادری نہیں بلکہ بزدلی ہے۔

شجاعت اور تدبیر میں منافات نہیں

تحقیق: فرمایا کہ شجاعت اور تدبیر ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں دیکھئے شیر جیسا بہادر اور شجاع جانور چھپ کر شکار کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تدبیر کو شجاعت کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔

مشغولی بغیر حق نہ ہو

تحقیق: فرمایا کہ بزرگوں کے ملفوظات کے یاد کرنے کا اہتمام نہ کرو، بلکہ اس کی کوشش کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ تمہاری زبان سے وہی نکلنے لگے جوان کی زبان سے نکلا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک قلعہ ہے اس میں رسد جمع کرنا ہے تو پانی کا ایک بہت بڑا حوض تیار کرایا اور اس کو بیرونی پانی سے بھر لیا۔ مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا کنواں اندر کھودلو۔ گو پانی تھوڑا ہوگا مگر آتا رہے گا۔ برابر خرچ کرتے رہو نکالتے رہو کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح اپنے اندر کنواں کھودلو۔

تحقیق: فرمایا کہ عورت کو مطیع بنانے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ اس کو خوش رکھے اور یہی خاوند کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔

تحصیل قناعت کا طریقہ

تحقیق: فرمایا کہ قناعت بھی جب ہی ہو سکتی ہے جب کہ اپنے حوائج کو محدود رکھے اور حدود سے آگے بڑھ جانے میں پھر قناعت بھی مشکل ہے۔

غیر مقلد کے متبع سنت ہونے کی تحقیق

تحقیق: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ غیر مقلد بظاہر تو متبع سنت معلوم ہوتے ہیں فرمایا جی ہاں یہاں تک کہ سنت کے پیچھے بعضے فرائض کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اکابر امت کی شان میں گستاخی کرنا کیا یہ فرض کا ترک نہیں۔

شیخ کے حقوق کی رعایت کا اہتمام

تحقیق: فرمایا کہ حضرت سلطان جی مرید ہیں حضرت شیخ فرید شکر گنج سے ایک بار فصوص کا ذکر آ گیا۔ شیخ فریدؒ کی زبان سے نکلا کہ فصوص کے نسخے اکثر غلط ہیں۔ سلطان جی کی زبان سے نکل گیا کہ حضرت فلاں شخص کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جی ہاں بدون صحیح نسخہ کے مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ بات آئی گئی ہوئی۔ جب سلطان جی مجلس سے اٹھے۔ حضرت شیخ کے صاحبزادہ نے کہا خبر بھی ہے حضرت شیخ نے کیا فرمایا وہ خالی الذہن تھے کہنے لگے میں تو کچھ نہیں سمجھا۔ صاحبزادہ نے کہا حضرت شیخ نے اپنی ناراضی ظاہر کی گویا تم نے حضرت شیخ کی استعداد علمی پر حملہ کیا کہ بدون صحیح نسخہ کے وہ کتاب کو نہیں سمجھ سکتے اس لئے صحیح نسخہ کا پتہ بتلایا گیا، اتنا سننا تھا کہ سلطان جی دم بخود رہ گئے اور حاضر ہو کر معافی چاہی شیخ راضی نہیں ہوئے، صاحبزادہ نے سفارش کی تو راضی ہوئے۔ لوگ آج کل تشدد تشدد گاتے پھرتے ہیں ان حضرات کو دیکھئے یہ تو سب فانی تھے پھر کتنی بعید دلالت پر کیسی تادیب فرمائی۔ حضرت سلطان جی فرماتے ہیں کہ گو حضرتؒ راضی ہو گئے مگر میرے دل میں ساری عمر کانٹا سا کھٹکتا رہا کہ میں نے شیخ سے ایسی بات کیوں کہی جس سے حضرت کو تکلیف پہنچی دیکھئے شیخ کو حقوق کی رعایت کا قلب میں کس قدر اہتمام تھا، جب شیخ کی یہ عظمت تھی۔ تو یہ حضرات اللہ و رسولؐ کے حقوق کو تو کیسے فراموش فرماتے۔

مناسبت شیخ کی علامت

تحقیق: فرمایا کہ میں تعظیم کو تو پسند نہیں کرتا۔ البتہ محبت سے جی خوش ہوتا ہے مگر طریق میں وہ بھی ضروری نہیں ہاں مناسبت ضروری ہے۔ اور علامت مناسبت کی یہ ہے کہ شیخ کی کسی بات پر کوئی اعتراض بدرجہ انقباض نہ ہو اور اسے یہ تردد بھی نہ ہو کہ ایسی حالت میں اس سے تعلق رکھوں یا نہ رکھوں اگر اس شان کا اعتراض پیدا ہو تو کسی اور سے تعلق پیدا کر لے اس لئے کہ جب شیخ سے کھٹک ہے تو نفع ہرگز نہ ہوگا۔ ہر وقت کھٹک حجاب رہے گی اور نفع کیلئے مناسبت اصل شرط ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز امر کو شیخ کیلئے جائز سمجھے بلکہ باوجود ناجائز سمجھنے کے اعتراض و تردد بقید مذکور نہ ہو۔

اصول صحیحہ کا اتباع شیخ و مرید دونوں کو چاہیے

تحقیق: فرمایا میں نے اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی برکت سے طریق کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے

منجملہ اور مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اصول صحیحہ کا اتباع تم بھی کرو اور شیخ بھی کرے۔ مراد اصول صحیحہ سے اصول شرعیہ و مسائل شرعیہ ہیں، پیر پرستی شیخ پرستی تو مخلوق پرستی ہے۔ اس کو چھوڑ و خدا پرستی اختیار کرو۔ اور میں نعوذ باللہ مخلوق پرستی تو کیا گوارا کرتا۔ آنے والوں سے خدمت لینے تک کو نہیں پسند کرتا۔

وحدت مطلب کی تاکید

تحقیق: شیخ کی تعلیم ہوتے ہوئے دوسرے کو تعلیم کی طرف توجہ مضر ہے ہاں تعظیم وادب واعتقاد سب شیوخ کا ضروری ہے۔ نیز فرمایا کہ شیخ کی تعلیم پر ذرا چوں و چرانہ کرے ورنہ محروم رہے گا وہ جو مناسب سمجھتا ہے۔ تعلیم کرتا ہے جیسے طبیب حاذق جو مناسب سمجھتا ہے تشخیص کے بعد تجویز کرتا ہے۔ ہاں طالب کو بیشک اس کا حق ہے۔ کہ اس شیخ کو چھوڑ دے مگر یہ حق نہیں کہ تعلق رکھ کر پھر اس کی تجویز میں چون و چرا کرے یا دخل دے۔

تحقیق: فرمایا کہ لوگوں کو دوسروں کی فکر ہے مگر اپنی فکر نہیں کہ نفسانیت سے دین تباہ ہو رہا ہے۔

ع۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

سختی کی حقیقت مع مثال

تحقیق: فرمایا کہ لوگ مجھے سخت گیر بتلاتے ہیں حالانکہ میں دعویٰ سے نہیں کہتا، مگر واقعہ ہے کہ میں بہت نرم ہوں۔ بات یہ ہے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ اصول اور قواعد سخت ہوں، وہ بے شک سختی ہے اور ایک صورت ہے کہ اصول اور قواعد تو نہایت نرم اور راحت کے ہیں مگر ان کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے سو اس میں تشدد کہاں ہوا بلکہ یہ تو راحت اور نرمی ہی کی تقویت ہے۔ دیکھئے نماز کس قدر سہل چیز ہے مگر اس کی پابندی کس سختی سے کرائی جاتی ہے۔ اور اس کے ترک پر کس قدر سزا ہے گو اس سزا میں اختلاف ہے مگر اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس پر سخت سزا ہے۔ بعض نے قتل تک کا فتویٰ دیا ہے تو دیکھئے نماز تو سہل ہے مگر اس کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے تو کیا نماز کو سخت کہیں گے۔ سختی تو یہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ پندرہ گھنٹے نماز میں کھڑے رہو۔ یہ سختی تھی اب تو یہ ہے کہ الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ ہی پڑھ کر قیام کو ختم کر دو۔ اور اگر کسی کو یہ بھی یاد نہ ہو تین تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھ کر رکوع میں چلے جاؤ۔

اپنی طرف سے کسی پر کسی طرح کا دباؤ نہ ڈالا جائے

تحقیق: فرمایا کہ الحمدللہ میں خود کسی پر اپنی طرف سے بار ڈالنا نہیں چاہتا۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ اوروں پر تو کیا بار ڈالتا، اپنے گھر والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے ان پر ذرہ برابر گرانی اور بار نہ ہو۔ تنخواہ دار ملازموں کے ساتھ یہی برتاؤ ہے اور مسلمان کا تو مذہب یہ ہی ہونا چاہیے ۔

بہشت آں جا کہ آزارے نہ باشد   کسے را با کسے کارے نہ باشد

مثلاً عرض کرتا ہوں کہ میں چھینک کر زور سے الحمدللہ نہیں کہتا کہ دوسروں کو اس کے جواب کا اہتمام نہ کرنا پڑے۔ پھر اگر ایسے شخص کو دوسروں کی موذی حرکت پر تغیر ہو جائے کہ ہم تو ان کی راحت کا اتنا خیال کرتے ہیں انہوں نے ہماری راحت کا کیوں نہیں خیال کیا۔ تو اس کو اس شکایت کا حق ہے۔ مگر میں تو اس پر بھی صبر کرتا ہوں اور کبھی اس نیت سے مواخذہ نہیں کرتا کہ مجھ کو ستایا ہے مگر پھر بھی ان کی مصلحت ہی سے ایسا کرتا ہوں کہ کسی طرح ان کی اصلاح ہو جائے۔ اور بظاہر گو میں کہتا ہوں کہ تمہاری اس حرکت سے تکلیف اور اذیت پہنچی مگر اکثر اس کا منشاء بھی یہی ہوتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچائیں۔

قلب کے اندر عدل کا ہونا بھی بڑی نعمت و راحت ہے

تحقیق: فرمایا کہ میں تو خدا کی نعمتوں اور راحتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ یہ بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ قلب کے اندر عدل رکھا ہے۔ ایک شخص کے واقعہ سے دوسرے کے معاملہ پر اثر نہیں ہوتا، یہ کیا اس کا تھوڑا فضل ہے۔

ناز کا انجام ہلاکت ہے ہر وقت نیاز کی ضرورت ہے

تحقیق: فرمایا ہم تو مشین ہیں وہی ہادی ہیں اور محافظ ہیں کسی کو ناز کس بات پر ہو ہمارا وجود اور ہماری ہستی ہی کیا ہے، ہر وقت نیاز ہی کی ضرورت ہے ناز کا انجام محض ہلاکت ہے ۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد   چوں نہ داری گرد بدخوائی مگرد

مربی کے ساتھ تحقیر یا عرفی تعظیم کا برتاؤ

تحقیق: فرمایا کہ مربی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ اس کی حرکت سے تحقیر کا شبہ نہ ہو اس سے سخت مضرت کا اندیشہ ہے بلکہ میرا مذاق تو یہ ہے کہ عرفی تعظیم کا بھی شبہ نہ ہو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو بنا رہا ہے اور یہ بھی مضرت سے خالی نہیں غرض دونوں چیزیں اخلاص اور محبت کے خلاف ہیں۔

ذکر و شغل کا درجہ صرف اعانت ہے

تحقیق: فرمایا کہ ذکر و شغل سے اصلاح نہیں ہو سکتی، اصلاح اعمال سے ہوتی ہے۔ اعمال سے جو چیز قلب میں پیدا ہوتی ہے ذکر و شغل اس کا معین ہوتا ہے۔ مگر آج کل کے جاہل صوفیوں میں احکام کی پابندی یا اہتمام بالکل ہی ندارد۔

ہدیہ کا ایک ادب

تحقیق: فرمایا کہ ہدیہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ ہدیہ دینے کے وقت ہدیہ کی قیمت نہ پوچھی جائے۔

رزق کا معاملہ مشیت پر ہے نہ کہ دانش پر

تحقیق: رزق کے بارے میں مشیت کے ایسے کھلے ہوئے واقعات ہیں کہ اس سے عقلاً بھی انکار نہیں کر سکتے بمبئی میں بڑے بڑے سیٹھ ہیں کہ وہ نام لکھنا بھی نہیں جانتے مگر بڑے بڑے بی، اے ان کے یہاں نوکر ہیں، یہ رزق کا معاملہ عجیب ہے ؎

اگر روزی بدانش درفزودے ☆ زناداں تنگ روزی تر نبودے
بناداں آں چناں روزی رساند ☆ کہ دانا اندریں حیراں بماند

حب مال و جاہ سخت بری چیز ہے

تحقیق: حب جاہ و مال ایسی بری چیز ہے کہ یہ انسان کو کسی حال میں چین سے رہنے نہیں دیتی۔ ایک ڈپٹی صاحب تھے وہ بیچارے رات بھر تسبیح لئے کوٹھے پر ٹہلتے تھے اور مال کی فکر میں سوتے نہ تھے۔ بس ساری خرابی بڑائی کی ہے اس کیلئے آدمی مال ڈھونڈھتا ہے اگر آدمی چھوٹا بن کر رہے اور تھوڑے پر قناعت

کرے، پھر کچھ بھی فکر نہیں، شیخ سعدی صاحبؒ فرماتے ہیں ۔

نہ براشتر سوارم نہ چو اشتر زیربارم ☆ نہ خدا وند رعیت نہ غلام شہر یارم

چشمہاؤ اشکہاؤ شمہا ☆ برسرت ریزد چوآب ازمشکہا

خویش رارنجو رساز دزارزار ☆ تاترا بیروں کفندار اشتہار

اشتہار خلق بند محکم است ☆ بنداین ازبند آہن کے کم است

ذلت کی حقیقت

تحقیق: ذلت کہتے ہیں عرض احتیاج کو۔ اگر آدمی کچھ سوال نہ کرے تو کچھ ذلت نہیں انگریز بڑے بڑے امراء کی عزت نہیں کرتے اور ادنیٰ ادنیٰ مولویوں کی عزت کرتے ہیں۔

اخبار کی ضرورت کی دلیل

تحقیق: **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتفقد اصحابہ** ۔اس سے اخبار کی ضرورت مفہوم ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کی بگڑی حالت پر اصلاح اور ضرورت کی اطلاع پر امداد کرسکیں۔

تعلیم حسن ظن اور حسن تربیت

تحقیق: فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانوے عیب ہوں اور ایک بھلائی ہو تو میری نظر بھلائی کی طرف جاتی ہے اور ان ننانوے عیبوں پر نہیں جاتی ۔ اور جس نے اپنے کو تربیت کے واسطے میرے سپرد کیا ہو تو اس میں اگر ننانوے بھلائیاں ہوں اور ایک عیب ہو تو میری نظر اس عیب پر جاتی ہے۔ ان ننانوے بھلائیوں پر نہیں جاتی ۔ سبحان اللہ اس سے حضرت والا کا عامۃ الناس کے ساتھ حسن ظن اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن تربیت ظاہر ہے۔

مواقع مشتبہ میں حق و باطل کا معیار

تحقیق: جو چیزیں نئی ایجاد ہوں اس میں یہ دیکھو کہ اس کے موجد کون ہیں عوام یا علماء صلحاء تو جس چیز کے علماء صلحاء موجد ہوں جیسے مدرسہ، خانقاہ دارالافتاء وغیرہ کہ ان کا بنانا علماء کے دل میں آیا یہ دین ہے اور جس کے موجد عوام ہوں جیسے عرس، فاتحہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ وغیرہ کہ ان کا اجراء عوام کے ذریعہ

ہوا، یہ غیر دین ہے۔ یہ ایسا معیار ہے کہ ہر نئے کام کے حکم کو اس معیار پر جانچ سکتے ہیں۔

دعاء کا ایک ادب اظہار عجز و نیاز ہے

تحقیق: فرمایا کہ دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ بندہ خود اپنی زبان سے اظہار حاجات کرے اگرچہ خدا تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے۔ اگر بندہ اپنی زبان سے اظہار نہ کرے تو بندہ کا عجز و نیاز کیسے ظاہر ہو، حالانکہ دعا میں زیادہ تر یہی مقصود ہے۔

عجز و نیاز عجیب چیز ہے

تحقیق: ایک بزرگ بی بی کا واقعہ ہے کہ لوگ بارش کی دعا کیلئے ان کی پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے اٹھ کر اپنے چبوترہ کو جس پر وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اپنے سر کے بال کھول کر جھاڑ دینا شروع کی، جب جھاڑو دے چکیں تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کیا کہ جھاڑو میں نے دے دی چھڑکاؤ آپ کر دیجئے۔ پس یہ کہنا تھا کہ موسلا دھار بارش ہونا شروع ہوگئی۔

اکبر کا کلام ایک کامدار کلام ہے

تحقیق: حیدرآباد میں اینٹھ کے ایک پیر ہیں انہوں نے ایک کامدار جوتہ خرید رکھا ہے جو رئیس ان کے پاس آتا ہے بس چار پانچ اس کے رسید کرتے ہیں وہ لوگ خوش ہوتے ہیں کیونکہ وہ پہننے کا نہیں ہے۔ ایسے ہی اکبر کا کلام ان لوگوں کیلئے ان پیر صاحب کے کامدار جوتے کے مشابہ ہے، سننے میں تو مزیدار لیکن عمل کیلئے خاک بھی نہیں۔

ادب کی ترغیب

تحقیق: از خدا جوئیم توفیق ادب — بے ادب محروم گشت از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

شفائے غیظ کیلئے سزا دینا بھی جائز ہے

تحقیق: مگر خود تجویز نہ کریں بلکہ علماء سے استفتاء کریں جب پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا ہے تو آپؑ نے اس کو مارا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صاحب شعور نہیں اور بے حس ہو

اس سے بھی شفائے غیظ کا معاملہ جائز ہے۔

ایک مسئلہ کفر کی تحقیق

تحقیق: فرمایا کہ اگر ایک شخص نے بیس برس تک ایک مقام پر امامت کی اور پھر یوں کہنے لگا کہ میں کافر تھا۔ تو اس موقع پر فقہاء نے لکھا ہے کہ پچھلی نمازیں سب کی اداء ہوگئیں اور اس کلمہ سے وہ اب کافر ہوگیا اس وجہ سے اب اس کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کے پریشان کرنے کیلئے کہتا ہو اور بیس برس پہلے سے وہ کافر نہ ہو، مسلمان ہو، اور ابھی کافر ہوا ہو۔

عدم تکبر امریکہ کی بھی منتہائے تہذیب ہے

تحقیق: فرمایا کہ یہ شریعت کا احسان ہے کہ امریکہ کی جو منتہائے تہذیب ہے اسلام نے اس کا سبق سب سے پہلے پڑھایا کہ تکبر نہ کیا کرو، گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کرلیا کرو، چنانچہ حضور اکرم ﷺ اکثر کام اپنے دست مبارک سے کرلیا کرتے تھے۔ دودھ خود دودھ لیتے تھے۔ نعل مبارک میں تسمہ خود لگا لیتے تھے۔ ترکاری خود تراش لیتے تھے۔

عقیدے میں اپنے فہم کے موافق مکلّف ہونا

تحقیق: چنانچہ ایک نباش نے مرنے کے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ اگر میں مرجاؤں تو مجھے جلادینا اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی پانی میں بہادینا، اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہوگیا تو پھر خوب ہی سزا ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قدرت میں شک تھا اور پھر بھی اس کی مغفرت ہوئی۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص کا علم و فہم جدا ہوتا ہے وہ شخص مطلق قدرت کو تو مانتا تھا مگر اس کا کوئی خاص درجہ اس کے علم میں نہ تھا اور پھر خشیت بھی تھی جبھی تو اس نے یہ تدبیر کی مگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ حق تعالیٰ ہوا اور راکھ کو جدا کر کے بھی موجود کرسکتے ہیں وہ بیچارہ یہی سمجھا کہ شاید اس عمل سے بچ جاؤں۔ خشیت کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوئی۔

دو شقوں میں غیبت کا عدم تحقق

تحقیق: فرمایا کہ کہنے والے کو اگر یہ یقین ہوجائے کہ جو تذکرہ میں (کسی کی نسبت) کررہا ہوں

اگر بعینہ اسے پہنچا دیا جائے تو وہ ناراض نہ ہوگا تو یہ غیبت نہیں۔ یا اس تذکرہ سے اصلاح کا تعلق ہو اور بطور حزن کے تذکرہ کیا جائے تو یہ غیبت نہیں ہے۔

مبادی سلوک ضروریہ

تحقیق: فرمایا کہ سلوک شروع کرنے سے پہلے ضرورت اس کی ہے کہ چند یوم شیخ کی خدمت میں رہے تا کہ اس کی عادات وحالات سے آگاہی ہو جائے کیونکہ یہ معرفت مبادی میں سے ہے اور جب تک مبادی کسی فن کے ذہن میں نہ ہوں مقاصد میں چل نہیں سکتا۔

اقوال معرفت

تحقیق: ایک بزرگ کا قول ہے۔

(۱) مبارک معصیتے کہ مرابعذ رآرد — زنہار از طاعتے کہ مرا عجب آرد

(۲) برا ہوا پری مکسے باشی — بر آب روی خسے باشی

(۳) بگذراز گیاہ حیوانے — دل بدست آرتا کسے باشی

(۴) نماز بسیار گذاردن کار پیرزنان است — روزہ بسیار داشتن صرفہ نان است

حج بسیار گزاردن سیر جہان است — دل بدست آوردن کار مردان است

حرارت، برودت کیفیات وجدیہ

تحقیق: اب لوگ ذکر وشغل میں کیفیت وجدیہ اور حرارت و برودت کو مقصود سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حرارت و برودت تو ادویہ کے استعمال سے بھی ہو سکتی ہے اور کیفیت وجدیہ حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ سنا ہے کہ سانپ بین کی آواز سے اور شیر دیگر حیوانات گانے سے مست ہو جاتے ہیں پھر بھلا جو کیفیت انسان اور حیوان میں مشترک ہو اس میں بھی کوئی کمال ہے۔

کیفیات روحانیہ مقصود کیفیات نفسانیہ غیر مقصود

تحقیق: جن کیفیات میں مادہ شرط ہے وہ نفسانی ہیں اور جن کیفیات میں مادہ شرط نہیں وہ روحانی ہیں۔ پس جو کیفیت جوانی کی بڑھاپے میں بدل جائے تو سمجھو کہ وہ نفسانی۔ استغراق وغیرہ کی حکایات

متاخرین اولیاء اللہ کی زیادہ تر دیکھی جاتی ہیں صحابہؓ کی نہیں دیکھی جاتیں۔ بات یہ ہے کہ صحابہؓ کو کیفیات روحانی زیادہ حاصل تھیں اور متاخرین اولیاء کو کیفیات نفسانی۔

تجارت میں صدق کی اہمیت

تحقیق: فرمایا کہ حدیثوں میں آیا ہے تاجر صادق قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھیں گے اور دغاباز فریبی تاجر کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا۔ دینی فروغ تو اس سے ظاہر ہے اور دنیوی فروغ بھی اسی سے ہوتا ہے۔ گو شروع شروع میں کچھ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے مگر بعد میں بہت برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ کانپور میں ایک بانس والے تھے ان کے پاس جو شخص بانس لینے آتا وہ کہہ دیتے کہ یہ بانس اتنے دن رہیگا، یہ سن کر سب چھوڑ کر چلے جاتے۔ لوگوں نے ان سے یہ بھی کہا، یہ کام ایسے نہیں چلتا اس نے جواب دیا کہ فروخت ہوں یا نہ ہوں میں تو سچ ہی بولوں گا۔ دوسری جگہ جب پہونچتے تو وہ دوکاندار بڑی تعریف کرتے، لوگ انہی کی دوکان سے خریدتے، تھوڑے دنوں بعد جب دوسروں کے بانس جلدی جلدی خراب ہونے لگے اب رجوعات ان کی طرف ہوئیں کیونکہ یہ جو کہہ دیتے بانس ویسا ہی نکلتا، سب کی دوکانداری پھیکی پڑگئی۔ بس شروع میں تھوڑی سی دقت پڑتی ہے جب لوگوں کو اطمینان کامل ہوجاتا ہے تو پھر یہ دقت بھی رفع ہوجاتی ہے۔

اس طریق میں قیل وقال سخت مضر ہے

تحقیق: جس شخص سے تعلیم ذکر وشغل کا تعلق ہو اس سے ایسے مسائل فقہیہ نہ دریافت کرے جس میں قیل وقال ہو اس طریق میں قیل وقال بہت مضر ہے، چنانچہ میں نے احباب کو لکھدیا ہے کہ باطنی حالات کے ساتھ مسائل فقہیہ نہ لکھا کرو۔

امور طبعیہ فطریہ کا ازالہ نہ چاہیے بلکہ امالہ چاہیے

تحقیق: فرمایا کہ امور طبعیہ فطریہ بدلتے نہیں ہاں اس میں اضمحلال ہوجاتا ہے اور اہل تحقیق بھی اپنے مریدوں کے فطری امر کو بدلتے نہیں کیونکہ اصل مربی تو حق تعالی ہیں نہ معلوم کس کس مصالح کی بناء پر اس کے اندر وہ امور فطریہ رکھے گئے ہیں۔ اس لئے ان کے بدلنے کی کوشش نہ کرنا چاہیے صرف تعدیل کردی جائے اور مصرف بدل دیا جائے۔

موتی کو زندوں کے فعل کی اطلاع

تحقیق: ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص مرنیوالے کو کنوئیں کی تمنا تھی اب وہ بن گیا تو کیا اس کو اس کا پتہ چل گیا ہوگا، فرمایا کہ نہیں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موتی کو اپنے عزیز کے نیک و بد کا پتہ چلتا ہے اس سے زیادہ ثابت نہیں اور روح تو وہاں ایسے کام میں مستغرق ہے کہ اسے ان خرافات کی کیا پرواہ ہے۔

افعال کے منشاء پر نظر کر کے مواخذہ چاہیے

تحقیق: فرمایا کہ لوگوں کی بے ہودہ حرکتیں فی نفسہ اس قدر گراں نہیں ہوتیں لیکن چونکہ ان کا منشاء میری نظر میں آجاتا ہے اور وہ سخت قبیح ہوتا ہے کہیں کبر کہیں بےفکری کہیں اہل دین اور دین کی بے عظمتی۔ اس لئے وہ حقیقت امر مجھ کو زیادہ بری معلوم ہوتی ہے جس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ تو اتنی غصہ کی بات نہ تھی لوگ صرف ناشی کو دیکھتے ہیں اور میں منشاء کو دیکھتا ہوں۔

عوام اور علمائے عرب کا غلو

تحقیق: فرمایا کہ عوام عرب میں شرک بہت ہے وہاں کے علماء بھی شرک کو توسل کہتے ہیں اسی لئے تو قدرت کی طرف سے نجدیوں کا تسلط ہوا جن کی یہ زیادتی ہے کہ توسل کو بھی شرک کہتے ہیں۔

جبہ شریف کی زیارت کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو لکھا کہ جلال آباد کے جبہ شریف کی زیارت کو جی چاہتا ہے کیا حکم ہے؟ جواب آیا کہ ہرگز دریغ نہ کریں، اگر تنہائی میں بدون منکرات کے موقع ملے ضرور زیارت کریں۔

وہمیات کا علاج

تحقیق: ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ ظہر کا وضو بارہ بجے سے شروع کرتا ہے اور سارے مسجد کے لوٹوں سے کرتا ہے اور غسل صبح سے ظہر تک کرتا ہے اور جسم کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا ہے کہ کوئی بال خشک تو نہیں رہ گیا اس پر فرمایا کہ یہ دماغ کی خشکی ہے، قوت متخیلہ میں فساد ہو گیا

ہے، تدبیر اس کی یہی ہے کہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔

کتابوں کی رجسٹری کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ کتابوں کی رجسٹری کرانا ناجائز ہے ہاں طبع اول میں کچھ صورت جواز کی ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں صرفہ ومحنت زیادہ پڑتی ہے اور مابعد کی رجسٹری میں دفع مضرت نہیں بلکہ جلب منفعت ہے۔

پڑوسی کی رعایت کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت میں حدیثوں میں بڑے حکم آئے ہیں۔ اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں میخ گاڑنے لگے تو منع نہ کرو، کیونکہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں گو بوجہ ملکیت تمہیں منع کرنے کا حق ہے مگر پڑوسی کا بھی تو کچھ حق ہے۔ اسی طرح اگر پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان کی ضرورت ہو تو بہت اوپر رکھا جائے جس سے اس کی بے پردگی نہ ہو۔

پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان بنانا

تحقیق: فقہائے متاخرین نے لکھا ہے کہ اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان جائز نہیں ہے لیکن متقدمین کہتے ہیں کہ جائز ہے، اپنی زمین میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے، متاخرین نے جواب دیا ہے کہ اپنی زمین کا وہ تصرف کرسکتا ہے جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہونچے پھر متقدمین نے اس کا جواب دیا ہے جب اسے بالکل ہی دیوار اٹھا دینے کا اختیار ہے تو روشندان رکھنے کا اختیار کیسے نہ ہوگا۔ پھر متاخرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ دیوار نہ اٹھانے کا تو اس کو اختیار ہے کیونکہ اس سے اتنا ضرر نہیں کہ وہ اپنے پردہ کا بندوبست خود کرلے گا اور روشندان میں روشندان سے تو چھپ کر بھی دیکھ سکتے ہیں جو کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور اگر سامنے بالکل دیوار نہ ہو تو دیکھنے والے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور گھر والے بھی احتیاط سے رہیں گی۔ فافہم حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ دیوار اٹھائے تو روشندان اس میں پڑوسی کے مکان کی طرف نہ رکھے اور اگر دیوار اٹھائے تو یہ جائز ہے۔

خواص اشیا کے علم کی وسعت

تحقیق: (۱) دیکھو گدگدی ایک فعل ہے اگر اس کو اپنے ہاتھ سے کیا جائے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی

اور جو دوسرے کے ہاتھ سے کیا جائے تو معلوم ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ فعل دونوں جگہ ایک اور اثر دو طرح۔

(۲) مشہور ہے کہ بعضوں کا ذبح کیا ہوا کم تڑپتا ہے اور بعضوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا زیادہ تڑپتا ہے، یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک اور اثر دو طرح۔

(۳) ہاتھ سے کھانے میں تو لذت معلوم ہوتی ہے اور ہاضمہ کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور کانٹے سے کھانے میں دونوں باتیں نہیں حاصل ہوتیں یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک اور اثر مختلف۔

بدعت کی حقیقت

تحقیق: بعض خدمت صورۃً خدمت ہوتی ہے لیکن درحقیقت خدمت نہیں ہوتی کیونکہ خدمت سے مقصود ہے راحت ورضا مندی مخدوم جب وہ اس خدمت سے راضی ہی نہیں تو اس خدمت سے کیا فائدہ بلکہ رضا تو درکنار اس پر تو گرفت اور مواخذہ کا اندیشہ ہوتا ہے اس سے بدعت کی حقیقت پوری معلوم ہوگئی کہ وہ عبادت ہی نہیں کیونکہ جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس سے راضی ہی نہیں (لتجاوزہ عن الحدود الشرعیۃ)

تقریری امتحان کی وجوہ ترجیح تحریری امتحان پر

تحقیق: فرمایا آج کل جو تحریری امتحان رائج ہے میں تو اس کا مخالف ہوں، اس میں طلباء پر بڑی مشقت وگرانی پڑتی ہے، امتحان سے مقصود تو استعداد کا دیکھنا ہے، سو طالب علمی کے زمانہ میں اس قدر استعداد کا دیکھنا کافی ہے کہ اس کتاب کو اچھی طرح سمجھ گیا یا نہیں۔ سو یہ بات کتاب دیکھ کر امتحان دینے سے بھی معلوم ہوتی ہے باقی رہا حفظ ہوتا یہ پڑھنے پڑھانے سے خود ہو جاتا ہے بلکہ طالبعلمی کے زمانہ کا حفظ یاد بھی نہیں رہتا اور دماغ مفت خراب ہوتا ہے۔ میرے یہاں کانپور میں ہمیشہ امتحان ہوتا تھا اور شرح وحواشی دیکھ کر بھی اجازت تھی جس سے طلباء دعا دیتے تھے پس اس قدر دیکھ لے کہ یہ طالب علم مطالعہ سے یا حواشی وشرح کی اعانت سے حل بھی کرسکتا ہے یا نہیں۔ اس سے زیادہ بکھیڑا ہے اور اس رائے کو میں نے دوسرے مدارس میں بھی پیش کیا، مگر آمنا تو ہے لیکن عملاً نہیں ہے۔

حضرت والا کی سرپرستی کے معنی

تحقیق: میں سرپرست بمعنی مشیر کے ہوں یعنی مجھ سے جن امور میں پوچھا جائیگا جواب دے دوں گا۔ اور جن میں نہ پوچھیں گے خود اس کا مطالبہ نہ کروں گا کہ کیوں نہیں پوچھا اور مشورہ دینے کے بعد بھی عدم پابندی پر مواخذہ نہ کروں گا، ہاں عمل کا انتظار ضرور ہوگا۔ اور رائے تو مجھ سے دیگر مدارس کے مہتممین بھی لیتے ہیں مگر اس کیلئے اس میں دیوبند کا استثنا یہ ہے کہ دیگر مدارس میں تو جب وہ پوچھتے ہیں تب رائے دیتا ہوں اور دیوبند بلا پوچھے بھی اگر کوئی بات سمجھ میں آئے گی تو دریغ نہ کروں گا، خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو۔

بغرض اصلاح مکاتیب کے اخراجات طاعت ہے

تحقیق: کارڈ تو صرف دریافت خیریت یا طلب دعا کے لئے ہوسکتا ہے اور مضمون کی اس میں گنجائش نہیں، لوگ اپنی اصلاح میں بھی بخل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ خرچ بھی طاعت ہے رائیگاں تو نہیں جاتا جو مصلح لوگوں کو اس قدر تکلیف پہنچاتے ہیں۔

بدنظری کا سبب اور اس کا علاج

تحقیق: فرمایا کہ نظر بد فعل اختیاری ہے اس لئے اس سے بچنا بھی اختیاری ہے، گو اس میں تکلیف ہو۔ لوگوں سے تکلیف نہیں اٹھائی جاتی مگر دوزخ کا عذاب اس سے زیادہ ہے۔ میں نے ایک مبتلائے نظر بد سے پوچھا کہ اگر تمہاری بدنظری کو اس کا خاوند بھی دیکھ رہا ہو کیا تب بھی دیکھ سکتے ہو، کہا نہیں۔ میں نے کہا خدا کی عظمت تمہارے قلب میں اس کے خاوند کے برابر بھی نہیں، کیونکہ حق تعالیٰ بھی ہر وقت ہماری حالت دیکھ رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کے ساتھ اعتقاد تو ہے کہ وہ ہر وقت ہماری اچھی بری حالت دیکھ رہے ہیں مگر اس کا حال نہیں اگر حال ہو جائے تو ایسی جرات نہ ہو۔

تعویذ، تعبیر مشورہ سے حضرت والا کو مناسبت نہیں

تحقیق: فرمایا مجھے تین چیزوں سے زیادہ تعب ہوتا ہے، ایک تو تعویذ سے ایک تعبیر سے، ایک مشورہ سے کیونکہ مجھے ان تینوں سے مناسبت نہیں، ہاں مجھے مناسبت بس اس سے ہے کہ کوئی محبوب کا تذکرہ کیا جائے ۔

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم ۔ الاحدیث یار کہ تکر ارمی کنیم

ماقصہ سکندرودارا نخواندہ ایم ۔ ازما بجز حکایت مہرووفا مپرس

بسکہ در جاں فگار وچشم بیدارم توئی ۔ ہرچہ پیدامی شوداز دوربند ارم توئی

بس اب تو ہمنشیں ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی ۔ اکیلئے بیٹھے رہتے یادان کی دلنشیں ہوتی

تصوف فقہ الفقہ ہے

تحقیق: فرمایا کہ لوگ یہاں آ کر مجھ سے فقہ کے مسائل پوچھتے ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ بھائی فقہ تو دوسری جگہ بھی پوچھ لو گے یہاں مجھ سے فقہ الفقہ پوچھو، جس کا دوسری جگہ اہتمام نہیں۔

تعلق مشائخ کی ضرورت عوام کیلئے

تحقیق: فرمایا کہ بعض طبائع جو ضعیف ہیں وہ بعض فیوض بلا واسطہ نہیں لے سکتے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور ہمارے درمیان رسول کو واسطہ بنایا کہ ہم اللہ تعالیٰ تک بلا واسطہ رسول نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح ہمارے اور رسول کے درمیان وسائط ہیں کہ بلا ان وسائط کے ہم ان فیوض کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا توافق بالوحی ہونا جس سے تلقی فیض بلا واسطہ رسول متوہم ہوتی ہے تو یہ بڑا اشکال ہے کہ جو بات رسول کے ذہن میں بھی نہ تھی اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا۔ اس کا جواب اہل ظاہر نے جو دیا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ غیر نبی کو بھی نبی پر فضل جزوی ہو سکتا ہے۔ لیکن اصل جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی وہ علم حضورؐ ہی کے واسطے سے حاصل ہوا اور وہ شق بھی حضورؐ کے ذہن میں تھی مگر بعض دفعہ اقتضاء وقت کے لحاظ سے حضورؐ کی نظر ایک طرف زیادہ ہوتی تھی اور دوسری طرف نہ ہوتی تھی، اس طرف بھی وقت پر خادموں کے ذریعے سے حاضر کر دی جاتی تھی۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک استاد جو صاحب تصنیف بھی ہو وہ اپنے کسی شاگرد کے روبرو کسی مقام کو حل کر رہا ہو اور شاگرد اس موقع پر متنبہ کر دے کہ حضرت آپ نے تو فلاں جگہ اس کو دوسری تقریر سے حل کیا ہے اور فوراً اس کی نظر اس کی طرف چلی جائے تو اس کو یوں نہ کہا جائے گا کہ شاگرد استاد سے بڑھ گیا بلکہ یوں کہا جائیگا کہ یہ استاد ہی کا ظل ہے جو اس کو یاد آ گیا اور اس نے متنبہ کیا ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر مشکوٰۃ نبوت ہی کے انوار و برکات تھے کہ وہ شق حاضر ہو گئی جس کو توافق بالوحی ہو گیا تو حقیقتاً

وہ بھی حضورؐ ہی کی رائے تھی۔

قرأت کا پسندیدہ طریقہ

تحقیق: فرمایا کہ قاری عبداللہ صاحب کا پڑھنا مجھ کو بے حد پسند تھا کہ بے تکلف پڑھتے تھے۔ وہ میرے استاد بھی ہیں۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ قرآن شریف میں کسی لہجہ کا قصد نہ کرنا چاہیے مخارج وصفات کی رعایت کرنا چاہیے اس سے جو لہجہ پیدا ہوگا وہ حسین ہوگا۔ بس ادائے مخارج وصفات کے ساتھ جو لہجہ بنتا چلا جائے۔ پڑھتا جائے، کوئی خاص قصد لہجہ کا اپنی طرف سے نہ کرے۔

بیعت کی ایک بڑی شرط

تحقیق: فرمایا کہ بیعت سنت ہے لیکن ہر سنت کے کچھ شرائط بھی ہیں جن کے بغیر وہ ناتمام رہتی ہے جیسے اشراق، چاشت پڑھنا سنت ہے مگر وضو اس کیلئے بھی شرط ہے۔ اسی طرح بیعت کی بھی کچھ شرطیں ہیں۔ ایک بڑی شرط یہ ہے کہ طالب اور شیخ میں ہر ایک کو دوسرے پر اطمینان کامل ہو۔

عمل بالسنّت کی تحریص

تحقیق: فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد میں بعض منافع ومصالح معاشیہ بھی ہیں مگر ہم کو اس نیت سے عمل نہ کرنا چاہیے بلکہ سنت سمجھ کر کرنا چاہیے۔ ایک شخص نے کہا میرے گھر کدو پکا تھا میں نے پوچھا کہ کیا شام کو بھی کدو ہی پکے گا۔ کہا ہر روز نہیں پکاتے۔ جب موسم آتا ہے تو سنت سمجھ کر ثواب کیلئے بھی کبھی پکا لیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ ہم کو یہ نیت کبھی بھی نصیب نہ ہوتی۔

تعویذ مستعملہ دوسرے کو بھی نافع ہے

تحقیق: ایک شخص نے پوچھا کہ اگر تعویذ سے فائدہ ہو جائے تو دوسرے کو دیدے۔ فرمایا ہاں باسی تھوڑا ہی ہو جائے گا۔

عقل کا امتیاز اور اس کی شرط مقبول

تحقیق: فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دوسروں پر ممتاز بنایا جائے تو صرف دولت عقل ہی کی وجہ سے بنایا ہے اس سے کام لینا چاہیے مگر وحی کی تابع بنا کر۔

حرم کی خاصیت رحم کی سی ہے

تحقیق: فرمایا کہ حرم کی خاصیت رحم کی سی ہے کہ جس طرح بچہ جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر رحم میں وسعت ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح مکہ میں جس قدر بھی حاجی ہوتے ہیں سب حرم شریف میں سما جاتے ہیں۔

شاہی خاندان کو ڈاڑھی کی قدر

تحقیق: ثریا بیگم جب لندن پہنچی ہے تو ملکہ جارج پنجم سے بھی بال کٹوانے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے شاہی خاندان میں عورتوں کا بال کٹوانا، اور مردوں کا ڈاڑھی منڈانا عیب ہے۔

بلاؤں کے نزول کے وجوہ اوران وجوہ کے شناخت کا طریقہ

تحقیق: فرمایا بلاؤں کا نزول اعمال بد سے بھی ہوتا ہے لیکن کبھی امتحان بھی مقصود ہوتا ہے اور کبھی رفع درجات کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام پر مصائب کا نزول ہوا ایک فائدہ بتلاتا ہوں جو بہت کام کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی ہو تو وہ اعمال کے سبب ہے۔ اور جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی نہ ہو بلکہ رضا وتسلیم ہو تو رحمت ہے اور اگر اس میں بھی کچھ پریشانی ہو تو وہ حقیقت ناشناسی سے ہے پھر بھی پہلی سی پریشانی نہیں ہوتی۔ ناحقیقت شناسی سے پریشانی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ اگر اپریشن کی حقیقت کو سمجھ جائے تو ناراض نہیں ہوتا، گو ایک درجہ کا الم پھر بھی ہوتا ہے اور اگر نہ سمجھے تو ہائے واویلا کرتا ہے اور اس میں بھی ایک فرق ہے کہ جو قوی ہوتے ہیں اور طاقت ضبط ہوتی ہے تو ان کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھا کر اپریشن کیا جاتا ہے ایسے ہی کاملین اور متوسطین کا حال ہے کہ اولیائے کاملین کو تو تکلیف بھی ہوتی ہے اور دل اندر سے راضی بھی ہوتا ہے اور اولیائے متوسطین کو تکلیف ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان پر حال طاری کر دیا جاتا ہے اور اگر ان پر حال طاری نہ کیا جائے تو وہ اپنے کو ہلاک کر لیں جیسے کمزور کو اگر بلا ٹوپی سنگھائے اپریشن کر دیا جائے تو چونکہ وہ تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے کہ ہلاک ہو جائے۔ تو جیسے قوی آدمی کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھانے کی ضرورت نہیں ایسے ہی اولیائے کاملین پر بھی حال طاری کرنے کی ضرورت نہیں، وہ ویسے ہی ہر چیز کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں طبیعت کا بھی جس کا اثر حساً معلوم ہوتا ہے اور عقل کا بھی چنانچہ دل سے وہ کہتے ہیں

ناخوش تو خوش بود بر جان من　　　دل فدائے یار دل رنجان من

شیطان کو ضمائر کی خبر نہیں وہ عالم الغیب نہیں

تحقیق: فرشتوں کو بھی جب آدمی پختہ ارادہ کرتا ہے تب خبر ہو جاتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔ اور بعض امور کی خبر پختہ ارادہ کے بعد بھی نہیں ہوتی جیسے ذکر خفی کی نسبت ایک حدیث میں ہے کاتبین اعمال کو بھی اس کا پتہ نہیں۔

شیطان کو بھی دھوکہ ہوتا ہے

تحقیق: اسے اپنے کئے کا انجام معلوم نہیں ہوتا بس وسوسہ تو ڈالا تھا ضرر کیلئے وہاں الٹا مجاہدہ کا نفع ہو کر ثواب عطا ہو گیا چنانچہ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تہجد کی نماز قضا کرادی صبح کو اٹھ کر آپ روئے۔ دوسرے دن تہجد کے وقت حضرت معاویہؓ کو خود جگانے آیا تو حضرت معاویہؓ نے وجہ پوچھی تو بڑی حیص بیص کے بعد بتلایا کہ کل میں نے جو آپ کی تہجد کی نماز قضا کرادی تھی جس پر آپ بہت روئے تو آپ کو اس رونے سے تہجد پڑھنے سے زیادہ ثواب مل گیا، اور مراتب بڑھ گئے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ جتنے ہیں اتنے ہی رہیں بڑھیں تو نہیں۔ غرض انجام کی اسے بھی خبر نہیں ورنہ نماز کیوں قضا کراتا۔ اپنا وقت کیوں ضائع کرتا۔ دوسرے کام میں لگ جاتا وہ تو بڑا ایوریجن ہے وقت کو خراب نہیں کرتا۔

مرتے وقت وسوسوں سے مطلق خوف نہ کرنا چاہیے

تحقیق: بعضے لوگ کہتے ہیں کہ شیطان مرنے کے وقت پیشاب پلاتا ہے میں کہتا ہوں اگر مومن جانتا ہے تو پئے گا کیوں۔ اور اگر نہیں تو ضرر کیا ہے بلکہ مرتے وقت ایمان بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ وسوسہ سے زائل نہیں ہوتا اس لئے ایسے امور سے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں۔ اگر انسان کے ہوش وحواس درست ہیں تو مومن کفر کو کیوں پسند کرے گا۔ اگر درست نہیں تو مرفوع القلم ہے معاف ہے نہ معلوم لوگ اس کمبخت شیطان سے کیوں اس قدر ڈرتے ہیں یہ تو کوئی ڈرنے کی چیز نہیں ہے۔

فان فقیھا واحداً متورعاً　　　اشد علی الشیطان من الف عابد

محبوب کی عنایات پر عاشق کا ہیجان

تحقیق: چنانچہ حضرت ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا تھا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے سورۂ لم یکن تم کو سنانے کا حکم دیا ہے حالانکہ حکم صاف تھا۔ مگر فرط جوش میں مکرر دریافت کرتے ہیں یارسول اللہ اللہ سمانی تو آپؐ نے فرمایا اللہ سماک۔ بس بے تاب ہو کر رونا شروع کر دیا۔ سچ ہے ؎

نوک غمزہ کی ہو جس دل میں چبھی ☆ اس سے پوچھے چاشنی اس درد کی
وہ جانے اس تڑپنے کے مزہ کو ☆ گذر جس دل میں حضرت عشق کا ہو

خلاصہ طریق

تحقیق: فرمایا کہ طریق کا مقصود رضائے حق ہے جو احکام شرعیہ کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے اب کوئی استغراق کو مقصود سمجھتا ہے کوئی کیفیات و احوال کو، حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں۔

تحقیق: فرمایا اس طریق میں تعلقات جس طرح مضر ہیں ایسے ہی عزم تعلقات بھی مضر ہے بلکہ اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں فنا کر دینا چاہیے۔ پھر خواہ وہ خدمت خلق سپرد کر دے خواہ خدمت مسجد خواہ خدمت نفس۔ خود مرید کو تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

سفر میں سنتوں کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ سفر شرعی کے اندر اگر مشغولی زیادہ ہو یا ریل میں کثرت سے بھیڑ ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے باقی وقتوں کی سنتیں چھوڑ دینے کی بھی گنجائش ہے مگر اطمینان کی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا چاہیے۔ سخت مجبوری میں ایسا کرے۔

تحقیق: فرمایا کہ اگر اولاد غیر تندرست ہو جیسے اندھا، اپاہج ہو تو اس کا نان نفقہ ماں باپ کے ذمہ ہے۔ اگر ماں باپ نہ ہوں تو عزیز و اقارب کے ذمہ ہے چاہے کتنی ہی عمر ہو جائے۔

طریق باطن میں اعتراض

تحقیق: طریق باطن میں اعتراض اس قدر برا ہے کہ بعض اوقات کبائر سے برکات منقطع نہیں ہوتے مگر اعتراض سے فوراً منقطع ہو جاتے ہیں اس طریق میں یا تو کامل اتباع اختیار کرے ورنہ علیحدگی اختیار

کرے۔

از خدا جوئیم توفیق ادب ☆ بے ادب محروم گشت از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خودراداشت بد ☆ بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

ایک گر قابل عمل مسنون

تحقیق: فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت علیؓ کو یمن کو قاضی بنا کر بھیجا ہے تو یہ گر بتایا تھا کہ اے علی جب تک دونوں فریق کے بیان نہ سن لو اس وقت تک کسی قسم کا فیصلہ نہ کرنا۔

مسلمانوں کو اپاہج بن کر نہ بیٹھنا چاہیے

تحقیق: فرمایا کہ مسلمانوں کو اپاہج بن کر نہ بیٹھنا چاہیے کھائے کمائے اور بچوں کیلئے بھی چھوڑ جائے مگر حدود شرعیہ سے آگے نہ بڑھے اور نہ مال کو معبود بنائے نہ کسی حال میں خدا سے غافل ہو، باقی کھیتی کرنا، باغ لگانا، تجارت کرنا اس کی فضیلت خود احادیث سے ثابت ہے۔

بدگمانی پر عمل کرنے کی سزا و علاج

تحقیق: ایک صاحب نے لکھا کہ میرا روپیہ میز پر سے گم ہو گیا تھا، محض شبہ میں میں نے ایک بچہ کو مارا۔ بعد میں دوسرے کے پاس وہ چوری نکلی، مجھے سخت ندامت ہے کیا کروں؟

تحریر فرمایا کہ اگر بالغ ہے تو اس سے معافی مانگو اور اگر نابالغ ہے تو اس کے سامنے اعتراف غلطی کا کرو۔ اور ایک مدت تک اس کی دلجوئی کرو اور اس سے پوچھ پوچھ کر اس کی فرمائش پوری کرو۔

طاعات میں نفس کو لذت

یہ خوشی کی بات ہے رہا کمی بیشی یہ امر طبعی ہے ہر طبیعت کا خاصہ جدا ہے اس پر ملامت نہیں۔

سفارشوں سے کوفت

تحقیق: میرے یہاں تو اگر کوئی آئے تو طالب بن کر آئے اور مجھ کو ذمہ دار شفا کا نہ سمجھے۔

حضرت والا کا مسلک

تحقیق: فرمایا کہ میں بڑی مشکل سے کسی سے بدگمان ہوتا ہوں بڑی چشم پوشی کرتا ہوں اور جب کسی پر

خفا ہوتا ہوں محض اصلاح کیلئے ہوتا ہوں بُغض اس وقت بھی نہیں ہوتا یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت ہے۔

شیخ کے ساتھ گستاخی کی بے برکتی

تحقیق: شیخ کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے والا برکات باطنی سے محروم ہوجاتا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ کے ساتھ جونسبت ہے کیا وہ بھی قطع ہوجاتی ہے۔ فرمایا کہ ہاں شیخ کے ساتھ جونسبت ہے وہ بھی قطع ہوجاتی ہے گستاخی بڑی خطرناک چیز ہے، گومعصیت نہیں ہے مگر خاص اثر اس کا معصیت سے بھی زیادہ ہے۔ اس طریق میں سب کوتاہیوں کا تحمل ہوجاتا ہے مگر اعتراض اور گستاخی کا نہیں ہوتا ؎

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق — گردد اندر وادیٔ حسرت غریق

ہر کہ بے باکی کند در راہ دوست — رہزن مرداں شد و نامرد اوست

کسی کے درپے ہونا مناسب نہیں

تحقیق: فرمایا کہ حالات میں اصلاح متردد کی ہوتی ہے اور جو کسی خاص خیال میں جزم کئے ہو اس کی نہیں ہوتی اس لئے ہم کسی کے پیچھے کیوں پڑیں جب حق واضح ہوگیا کتابیں چھپ گئیں اب کچھ ہی ہو۔

آدمی کو چاہیے کہ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرے

تحقیق: پھر اللہ تعالیٰ بڑے متکبروں اور فرعونوں کی گردنیں اس کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔

الہام کی مخالفت کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ الہام کی مخالفت سے بھی دنیا میں مواخذہ ہوجاتا ہے مثلاً کسی بیماری میں مبتلا ہوجائے یا اور کوئی آفت آجائے مگر آخرت میں نہیں ہوتا، کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس کی مخالفت معصیت نہیں جس سے آخرت میں مواخذہ ہو اور وحی کی مخالفت سے آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

تکبر کی حقیقت اور اس کا علاج

تحقیق: تحریر فرمایا کہ تکبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کمال میں اپنے کو دوسروں سے اس طرح بڑا سمجھے کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ علاج یہ ہے کہ اگر یہ سمجھنا غیر اختیاری ہے تب تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس

کے مقتضا پر عمل نہیں یعنی زبان سے اپنی تفضیل اور دوسرے کی تنقیص نہ کرے نیز دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے۔ اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلاقصداً ہوا لیکن اس کے مقتضاء مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت اور عقوبت ہے اور اگر اس علاج کے ساتھ زبان سے بھی اس کی مدح وثنا کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو یہ اعون فی العلاج ہے۔

زیادہ عمل کی توفیق سے غوائل عجب کا اندیشہ ہے

تحقیق: ایک صاحب علم نے عرض کیا کہ حضرت دنیاوی ارادے بھی اکثر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ اور دینی تو کوئی مشکل سے پورا ہوتا ہے۔ پانچ وقت کی الٹی سیدھی نماز کے علاوہ جماعت وتہجد تک کا التزام نہیں قائم رہتا برسوں سے یہی حال ہے اب ہمت بالکل ٹوٹتی جارہی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکیم ورحیم ہیں بندوں کی مصلحت کو ان سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ زیادہ عمل کی توفیق سے دیگر غوائل کا اندیشہ ہوسکتا تھا مثلاً عجب کا پھر اسی میں اللہ تعالیٰ کے تصرف وقدرت اور اپنے عجز وعبدیت کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اذکار واشغال اور تمام فضائل عمل کی بڑی غایت مشاہدہ حق واستحضار ہے الحمدللہ وہ اس طرح بھی حاصل ہے۔

تحقیق: انہیں صاحب علم نے لکھا کہ دینی امور میں ارادوں کے اس ٹوٹتے رہنے سے کبھی کبھی اپنی زندگی کا خیال آتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ خیال صحیح نہیں۔ بعد اور راندگی کی علامت غفلت وبے پروائی ہے جیسا کہ اس قسم کے لوگوں میں مشاہد ہوتا رہتا ہے نہ کہ کوتاہیوں کا احساس اور صدمہ وقلق۔

ارادہ اور نیت پر بھی اجر ملتا ہے

تحقیق: ان ہی صاحب علم نے عرض کیا کہ ارادوں کی اس بے بسی سے بعض اوقات جی چاہتا ہے کہ بس ارادہ کیا ہی نہ کروں لیکن پھر بھی قدرت نہیں۔ ارشاد فرمایا ارادہ ونیت کا اجر تو بہر حال حاصل ہوتا ہے اس کو مفت کیوں ضائع کیا جائے عمل کی کوتاہیوں پر استغفار کرتے رہنا چاہیے لیکن استغفار کے بعد پھر کام میں لگ جانا چاہیے۔ ہر وقت کوتاہیوں کا مراقبہ مضر ہے۔ مایوسی وپست ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ توبہ اور استغفار کے بعد معاصی کا ذہول قبول توبہ کی علامت ہے۔ اس زمانہ میں خاص کر رجاء کا غلبہ بھی مفید ہے۔ میں تو احیاء العلوم میں کتاب الخوف کا جو حصہ ہے اس کے مطالعہ سے منع کرتا ہوں۔

دوسرے شیخ سے رجوع کرنے کی حد

تحقیق: فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے شیخ سے نفع یا مناسبت نہ ہو تو دوسرے سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اپنے شیخ سے بدعقیدہ ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ اگر اس کی ناراضی کا اندیشہ ہو تو دوسرے کے ساتھ تعلق کی اطلاع نہ دینی چاہیے۔

خشوع مطلوب کی حد

تحقیق: فرمایا کہ نماز میں جی لگتا نہیں، لگانا مطلوب ہے اس پر بھی نہ لگنا مجاہدہ ومشقت کے اجر کو زائد کرتا ہے خشوع کو مثال سے یوں سمجھنا چاہیے کہ ایک شخص کو نہایت پختہ عمدہ کلام مجید یاد ہے اور دوسرے کو خام۔

اس دوسرے کو نسبتاً سوچ سوچ کر اور ذرا توجہ سے پڑھنا پڑتا ہے بس خشوع مطلوب اس درجہ کی توجہ ہے باقی وساوس اور خطرات کا سرے سے نہ آنا، یہ صرف استغراق میں ہوتا ہے جو حال ہے نہ کمال ہے۔

حال: اذکار سے قلب کی حالت میں کچھ تغیر نہیں کہ جس سے شوق ومحبت میں اضافہ ہو یا قلب میں کچھ رقت پیدا ہوگئی ہو، اگر یہ حالت غیر محمود ہے تو علاج تحریر فرمایا جائے۔

شوق ومحبت ورقت قلب زائد عن المقصود ہیں

تحقیق: یہ حالت بالکل غیر محمود نہیں، مقصود اصلی اجر ورضا ہے یہ چیزیں زائد علی المقصود ہیں ان کا فقدان ذرہ برابر موجب قلق نہیں۔

حال: سفر میں تو عموماً اور حضر میں کبھی کبھی معمولات کل یا بعض ناغہ ہو جاتے ہیں ان کی قضا کیسے کروں؟

تحقیق: تھوڑی مقدار میں کر لیا کیجئے۔

علم عظیم

(۱) فرمایا کہ مدار نہی فی الواقع فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اس کا مباشر

ہوخواہ اس کا سبب ہو، پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اسی کا عقیدہ فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہوگا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اس کی تقریر پہنچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہیں پہونچا، تو یہ شخص اس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بن جائے تو برا ہے۔ اور ہر چند کہ بعض مصلحتیں بھی فعل میں ہوں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اس فعل ہی کو ترک کردیا جائے گا۔ پس اس قاعدہ کی بناء پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ ان مفاسد سے احتراز کیلئے اس فعل کو ترک کردیں گے البتہ جو فعل ضروری ہے اور اس میں مفاسد پیش آئیں وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان ان مفاسد کی اصلاح کی جائے گی۔

(۲) اول یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کیلئے مقویات اور مفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشہ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے۔

خطرہ کی حقیقت

اول: خطرہ کی حقیقت: بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا ہے۔

دوم: چونکہ غیر اختیاری ہے اس لئے مطلق معصیت نہیں ہاں مکلف ضرور ہے اس کے انسداد کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کرے یہاں تک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تشدد ہی نہ کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا پھر ذکر میں مشغول ہو جانے کے بعد اس کا منتظر نہ رہے کہ خطرات بند ہوئے یا نہیں کیونکہ باوجود ایک طرف توجہ قائم ہو جانے کے بھی دوسرے خیالات اگر بلاقصد آئیں وہ مخل یا منافی یکسوئی کے نہیں کیونکہ خزانہ خیال میں تو بہت سی اشیاء ہوتی ہیں۔ وہ ضرور سامنے آئیں گی۔ جیسے کوئی شخص بہت سے نقطوں میں سے ایک مرکزی نقطہ نظر جمائے رکھے تو نظر کی شعاعیں ادھر ادھر ضرور پھیلیں گی اور جو پاس والے نقطے ہیں وہ بھی بلاقصد نظر

کے سامنے ضرور آئیں گے لیکن مستقل طور پر نظر اسی ایک مرکزی نقطہ پر قائم رہے گی۔

سوم: کسی اہم واجب یا مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جائے۔ چنانچہ کلمہ استرجاع کی تعلیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا حاصل ایک مراقبہ خاص ہے۔ اور ایک عارف کا مقولہ بھی اس کا صریح مؤید ہے کما قال فی طبقات الکبریٰ عن الحسنین بن عبداللہ الضجی قال لایقطعک شیٔ من شیٔ الا اذاکان القاطع اتم واکمل واعلیٰ عندک فان کان مثلہ او دھنہ فلایقطعک فالحکم لماغلب علیٰ قلبک۔

چہارم: ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکل یکسوئی اختیار نہ کرے تا کہ قلب میں ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں بمصداق ع اناۓ کہ پرشد گر چوں پرد۔ جیسے اگر کوئی شخص بوتل کو ہوا سے خالی کرنا چاہے تو اس کی سہل صورت یہ ہے کہ اس کو پانی سے بھر دے پھر اس کے اندر ہوا نہ رہے گی۔ نہ ہوا کا گذر ہو سکے گا۔ لیکن مشاغل مباحہ میں تعلقات جبی کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی وتفریحی کافی ہیں۔ مثلاً انتظامات معاش، سیر وتفریح مطالعہ تواریخ وغیرہ۔ واقعہ غم وعشق کو بقصد سوچنا اور اس میں خوض وفکر کرنا۔ یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا اس سے بھی قلب ایک معتد درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اس لئے اس کا انسداد بھی تدبیر نمبر سوم سے کرنا لازم ہے۔

واقعہ حزن سے حزن طبعی ہونا

ایسے موقع پر حزن غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں لیکن اس کا بار بار یاد کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے چنانچہ اسی بناء پر لاتحزن اور لاتحزنی وارد ہے کیونکہ منہی عنہ ہونا دلیل ہے اختیاری ہونے کی اور جس طرح اس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ بتائید بالنص تدبیر نمبر سوم میں مذکور ہوا۔

واقعہ غم کے تذکرہ کا اعتدال اور اس کی تائید بالنص

واقعہ غم کا بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت تحمل گھٹ جاتی ہے اس لئے مصلحت یہ ہے کہ

شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعہ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کرلیا کرے۔اس کی تائید بھی نص سے ہوتی ہے کہ حضرت اقدس ﷺ اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر روئے بھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا انا بفراقک یاابراھیم لمحزونون.

ہمدردی کی حد معتدل

زیادہ ہمدردی اور ترحم سے بھی قلب کو تکلیف وتشویش ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات خلاف تسلیم اور تفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے اس لئے دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہونچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس کیلئے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جائے۔جس حد تک عقلی ہمدردی کے موثر ہونے کیلئے ضروری ہو۔

واردات قلب منجانب اللہ ہیں

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ قلب پر وارد ہو من جانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہونگے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔

صاحب مقام کی حیثیت

فرمایا کہ صاحب مقام ہو جانے کے یہ معنی نہیں کہ سالک تغیرات احوال سے بالکل ہی خالی ہو جاتا ہے کیونکہ تغیرات عارضی تو بر بناء مصالح لوازم سلوک سے ہے جو رسوخ کامل اور تمکین تام کے حصول کے بعد بھی سالکین کے احوال میں گاہ گاہ واقع ہوتے رہتے ہیں لیکن ان میں استبداد وامتداد واعتداد نہیں ہوتا جیسے صحت کاملہ کے حاصل اور اعتدال مزاج قائم ہو جانے کے بعد بھی موسم کے بدلنے دیگر اسباب خارجی سے احیاناً کبھی زکام ہو جاتا ہے کبھی طبیعت کسل مند ہو جاتی ہے کبھی بخار ہو جاتا ہے۔ مگر اس قسم کی عارضی شکایات صحت طبیہ کے منافی نہیں ہوتیں غرض اعتبار غالب حالت کا ہے اگر سالک میں آثار مقام غالب ہیں تو وہ صاحب مقام ہے گو احیاناً اس میں آثار حال کا بھی ظہور ہو، اور اگر آثار حال غالب ہیں تو وہ صاحب حال ہے گو احیاناً اس میں آثار مقام بھی پائے جائیں۔غرض کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبہ حال ہو جاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر بھی کبھی کبھی ان حضرات

کی شان کے موافق غلبہ طاری ہوا ہے چنانچہ یوم بدر میں حضور سرور عالم سردار انبیا ﷺ نے جس ابتہال کے ساتھ دعا فرمائی تھی وہ بھی غلبہ حال سے ناشی تھا۔ بلکہ گاہ گاہ فرشتوں سے بھی غلبہ منقول ہے۔ حالانکہ ان میں انفعال بشری بھی نہیں ہوتا چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونسنا روایت ترمذی میں مذکور ہے۔ لیکن صاحب مقام پر جو غلبہ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے خارج ہو جاتا ہے مگر اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

قبض شدید معین حصول مقام عبدیت ہے

اصطلاح صوفیہ میں ابتلاء شدید کو ہیبت سے تعبیر کرتے ہیں جو قبض کی اعلیٰ ترین قسم ہے جس کا طریان کاملین ہی پر ہوتا ہے ایسے شدید قبض میں ثابت قدم رہنے کے بعد سالک بعون اللہ تعالیٰ مقام عبدیت میں (جو اعلیٰ ترین مقام سلوک ہے) نہایت متمکن اور راسخ القدم ہو جاتا ہے کیونکہ متصرف حقیقی کے تصرفات عظیمہ کو خود اپنے اندر مشاہدہ کر لینے کے بعد اس کو اپنا ہیچ در ہیچ لاشی محض ہونا روز روشن کی طرح مشاہد ہو جاتا ہے اور اس مشاہدہ عجز کی بدولت وہ بفضلہ تعالیٰ نزول کامل سے (جو ترقیات باطنہ کی انتہائی منزل ہے) مشرف و ممتاز اور سربلند و سرفراز ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ تغیرات احوال قلب کا اس کو خوب اچھی طرح اور ذاتی طور پر تجربہ ہو چکا ہوتا ہے اس لئے عدم غلبہ ہیبت کی حالت میں بھی وہ عظمت وجلال خداوندی اور شوکت وہیبت، قضا وقدر الٰہی سے ہمیشہ ترساں ولرزاں ہی رہتا ہے اور اچھی سے اچھی باطنی حالت کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اس کو کبھی عجب وناز کا واہمہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ بر بناء تجربہ سابق وہ اس حالت کو حدوثاً محض موہبت خدا اور بقاء ہر وقت زیر تصرف رب العلاء یقین کئے ہوتا ہے غرض استحضار عظمت حق اس کا حال دائمی اور غایت ادب واحترام حضرت ذوالجلال والاکرام اس کا اقتضائے طبعی اور تفویض کامل وفناء تام اس کا شعار زندگی ہو جاتا ہے یا بطور حاصل یوں کہئے کہ عبدیت محضہ اس کی صفت لازمہ اور بندگی وسرافگندگی اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔



چند واقعات عبدیت حضرت والا

(۱) بار بار قسم کھا کھا کر فرمایا کہ میں اپنے کو کسی مسلمان سے حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق و فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے۔ مجھے تو جنتیوں کے جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو، اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی، اور اتنی ہوس بھی بر بناء استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں۔

(۲) فرمایا کہ یہ جو بضرورت اصلاح زجر و توبیخ کیا کرتا ہوں تو اس وقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شہزادے نے جرم کیا اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درے لگائے۔ تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شہزادے سے افضل ہوں۔

(۳) فرمایا کہ کوئی مومن کیسا ہی بداعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو برا سمجھے گا لیکن اس حسین کو حسین ہی سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ جب کبھی بھی صابون سے منہ دھو لے گا۔ پھر اس کا وہی چاند سا منہ نکل آئیگا۔ غرض یہ کہ مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی۔

(۴) فرمایا کہ بھلا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جا سکتا ہے پھر لیلۃ اللبن والی حکایت بیان فرمائی۔

(۵) فرمایا کہ خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول فعل حال قال سب ہی پر از خطر ہے تو یہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے ؎

من نہ گویم کہ طاعتم بہ پذیر ۔۔۔ قلم عفو بر گناہم کش

(۶) فرمایا کہ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بری حالت ہو ہرگز اس پر طعن نہ کرے کیا خبر ہے کہ اپنی

حالت اس سے بھی بدتر ہو جائے۔

(۷) ایک بار نہایت خشیت کے لہجہ میں فرمایا کہ دیا سلائی کی طرح سارے مواد خبیثہ نفس میں موجود ہیں بس رگڑ لگنے کی دیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک رگڑ سے بچا رکھا ہے بچے ہوئے ہیں۔ فرعون و ہامان کو نہیں بچایا ان میں وہ مادے سلگ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہر وقت خطرہ ہے۔

(۸) فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی ہیں اور اوہام باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

(۹) ایک مجمع سے مصافحہ کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے تو اس نیت سے مصافحہ کیا ہے کہ کیا اتنے سارے محبت کرنے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا مقبول و مرحوم بندہ نہ ہوگا۔ اگر ایک بھی مرحوم ہوا تو کیا مجھ کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ کر رحم نہ آئیگا اور اللہ میاں سے سفارش کر کے وہ مجھ کو دوزخ سے نہ نکلوا لے گا۔

(۱۰) بارہا فرمایا کہ یہ جو اصلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہنچے۔ لہذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں۔ ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اس لئے اس نے گوشت میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے، اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جائے۔ اسی طرح اگر کنویں میں ڈول نہ ڈالا جائے اور پانی نہ نکالا جائے تو نیا پانی آنے بند ہو جائیگا۔ غرض شیخ اگر القاء چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے۔ اس لئے شیخ کو بھی ناز کا حق نہیں۔

(۱۱) فرمایا کہ میرے اندر نہ علم ہے نہ عمل ہے نہ کوئی کمال ہے لیکن الحمد للہ اپنے خلو کا اعتقاد تو ہے اللہ تعالیٰ بس اسی سے فضل فرمائیگا۔ ان شاء اللہ

(۱۲) فرمایا کہ امر اصلاح میں نہ میرے علم کو دخل نہ فہم کو۔ خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے وہ میری مدد کرتے ہیں میرا کچھ کمال نہیں۔

(۱۳) فرمایا کہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں، میری اگر کوئی برائی

کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھی بھلا کون سی تعریف کی بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے۔ اس کو دھوکہ ہوا ہے، حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لئے مجھ کو کسی کو برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا۔

(۱۴) فرمایا کہ اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہو تو اسی وقت اپنے دس عیوب پیش نظر ہو جاتے ہیں۔

(۱۵) فرمایا کہ میں مدت سے یہ دعاء مانگ رہا ہوں اور اب تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مؤاخذہ نہ کیجئے۔ جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے، سب میں نے دل سے معاف کی۔ پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کر دیا کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہو تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔

(۱۶) کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں، ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیے۔

(۱۷) گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا محض فضل پر سمجھتا ہوں لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب رکھے۔ اس لئے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔

(۱۸) اپنے کسی منتسب کی دینداری اور تقویٰ کے حالات سن کر فرمایا کرتے ہیں کہ وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے جس کی اولاد کمالات میں اس سے بڑھ جائے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نیک نام کرنا منظور ہے کہ جو پہلے ہی سے نیک ہیں ان ہی کو میرے پاس بھیج دیتے ہیں اور میں مفت میں نیک نام ہو جاتا ہوں

؎ نے دام خوش نہ دانہ خوش اما ز اتفاق ہر بار شاہباز درافتد بہ دام ما

عارف کا اپنے کمالات کی نفی کرنا

فرمایا کہ عارف کی جتنی بصیرت بڑھتی جاتی ہے عظمت حق کا انکشاف روز افزوں

ہوتا چلا جاتا ہے اور آداب عبودیت کے روز بروز نئے نئے دقائق پیش نظر ہوتے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادات وطاعات کو گو وہ کتنے ہی کامل ہوں حقوق عظمت حق کے لحاظ سے ہیچ در ہیچ سمجھتا ہے۔ اور اس کا یہ سمجھنا بالکل حق بجانب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق کسی طرح ادا ہی نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے عارف کو اپنی کسی درجہ کی حالت پر بھی قناعت نہیں ہوتی۔ اور کسی درجہ کی بھی اصلاح پر اطمینان نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے کمالات کی نفی کرتا رہتا ہے۔

شفقت علی المریض

حضرت والا کو مریض پر اس قدر شفقت ہوتی ہے کہ اس کی درخواست کو حتی المقدور ضرور پوری فرماتے ہیں۔

مبتلائے قبض وہیبت

مبتلائے قبض وہیبت کو تکلیف تو بے شک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

حکم حالت قبض وہیبت

۱۔ اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

۲۔ ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم وعمل پر ناز نہیں ہوتا، سمجھتا ہے کہ میرا علم وعمل حال کیا چیز ہے۔ اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

۳۔ اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے تو شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرلے گا۔ اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے۔

۴۔ مرتے وقت دفعتاً اگر یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہوکر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا۔ اگر یہ عقبہ گذر جائے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا تو پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا۔ اطمینان ومحبت حق میں جان دے گا۔

۵۔ یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کرسکتا ہے۔

۶۔ ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

۷۔ اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی وغیر ذالک ممالا تحصیٰ۔

۸۔ فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ سے پریشان نہ ہونا چاہیے نہ ان کی بناء پر اپنے کو مردود سمجھنا چاہیے۔ اکثر عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تام خطرات فنا ہو جاتے ہیں۔ اگر بمقتضائے اسباب ومصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔ نہ وہ معصیت ہیں، البتہ اذیت وکلفت ضرور ہوتی ہے مگر اس پر بھی اجر ملتا ہے اور درجے بڑھتے ہیں۔

۹۔ فرمایا کہ خطرات کی خاصیت بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر اس کو اپنی طرف کھینچنے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہے اور اگر ہٹانے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تو بھی وہ لپٹتا ہی ہے۔ بس خیریت اسی میں ہے کہ اس کو ہاتھ ہی نہ لگایا جائے نہ جلباً نہ سلباً۔ اسی طرح خطرات ووساوس سے امن کی صورت یہی ہے کہ ان کی طرف التفات ہی نہ ہی کیا جائے نہ جلباً نہ دفعاً۔

۱۰۔ فرمایا کہ قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے۔ جس پر امیر، غریب شریف رذیل سب چلتے ہیں کسی کو حق نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے۔ اگر چمار اور بھنگی بھی چل رہے ہیں تو حرج ہی کیا ہے وہ اپنے راستے جارہے ہیں یہ اپنے راستے چلتا ہے۔ اسی طرح قلب کی ساخت ہی من جانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے برے سبھی قسم کے خیالات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں برے خیالات بالکل آئے ہی نہیں۔ اگر بلا اختیار برے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے۔ ہاں قصداً برے خیالات نہ لائے نہ قصداً ان کو باقی رکھے اور پھر اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے خطرات منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔

خطرات پر مغموم ہونا

اس سے قلب میں ضعف عارض ہوتا ہے اور خطرات کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور سخت اذیت پہنچتی ہے۔ اس لئے ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ یہ سوء اعتقاد سے ناشی نہیں بلکہ اس کو ذالک صریح الایمان فرمایا ہے پس بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان

سمجھ کر اس پر عقلاً مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعت اور ضروریات دینیہ و دنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ حسب تحقیق حضرت والا امور مباحہ کا بھی قدرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی دقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

دفع خطرات کا نہایت قوی الاثر مراقبہ

خیال کے بدل جانے سے بھی خطرات دفع ہوتے ہیں اس لئے حضرت والا سالک کیلئے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے بے حد منافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ ہو تب بھی حسب بشارت انا عند ظن عبدی بی۔ یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور محبت حق کے آثار بھی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا اور دین کی فکر عطا فرمائی اور خطرات منکرہ پر طبعی غم نصیب فرمایا جو صریحی علامت ہے ایمان کی۔ اس مراقبہ میں علاوہ اور منافع باطنیہ کے یہ بھی بڑا نفع ہے کہ یہ مراقبہ خطرات کے دفع کا نہایت قوی الاثر اور مجرب بلکہ ضروری علاج ہے۔

خطرات کے اندر خوض کرنا ہی غضب ہے

اس سے بجائے شفا ہونے کے اور زیادہ پریشانی بڑھتی ہے اور خطرات کا بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے۔ اور گو ان کا ہجوم دین کے لئے مطلقاً مضر نہیں کیونکہ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے معصیت نہیں لیکن ان سے اذیت بے حد ہوتی ہے اور ان سے نجات پانے کی جو تدابیر بتائی جاتی ہیں وہ بھی دفع اذیت ہی کیلئے بتائی جاتی ہیں کیونکہ اپنے آپ کو بلا ضرورت مشقت اور پریشانی میں ڈالنا بھی تو مناسب نہیں۔

خطرات کے اسباب

فرمایا کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے۔ کبھی عوارض طبعیہ کبھی رذائل نفسانیہ۔ کبھی تصرفات شیطانیہ، کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی تحمل سے زیادہ کام کرنا۔ اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں لیکن

ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں اور اس صورت میں کہ سبب تشخیص نہ ہو سکے علاوہ علاج مشترک (عدم التفات) کے سب معالجات خاصہ کو بھی جمع کر لیا جائے۔

ملکات رذیلہ

فرمایا کہ ملکات رذیلہ پر مواخذہ نہیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں ہاں افعال پر مواخذہ ہے جو اختیاری ہیں۔بس ملکات رذیلہ کے مقتضاء پر عمل نہ ہونے دے باقی اس فکر میں نہ پڑے کہ ملکات رذیلہ زائل ہو جائیں کیونکہ وہ زائل نہیں ہوا کرتے ،البتہ مجاہدات اور تکرار مخالفت نفس سے مضمحل ہو جاتے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ وہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی۔البتہ افعال جبلی نہیں ان پر اختیار ہے ہی بس ان کا صدور نہ ہونے دے۔اور نہ اس غم میں پڑے کہ میری جبلت ہی کیوں ایسی ہے کیونکہ حق تعالیٰ خالق بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں ان کی اس میں سیکڑوں حکمتیں ہیں۔

رذائل نفس

فرمایا کہ نفس کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ رذائل سے خالی نہ ہو چنانچہ کم وبیش رذائل سب میں موجود ہیں الا ماشاء اللہ ،لیکن جب تک وہ رذائل قوت سے فعل میں نہ لائے جائیں۔اور ان کا ظہور بذریعہ صدور اعمال نہ ہو کوئی مواخذہ نہیں جیسے دیاسلائی میں سب مادے جل اٹھنے اور بھڑک اٹھنے کے موجود ہیں لیکن اگر اس کو رگڑا نہ جائے تو چاہے جیب میں لئے پھریئے کوئی اندیشہ نہیں۔ہاں اس کی ہر وقت سخت احتیاط رکھنی ضروری ہے کہ رگڑا نہ لگنے پائے۔

مراقبہ حق تعالیٰ کے حاکم وحکیم ہونے کا

فرمایا کہ اپنی طرف سے اس پر بالکل آمادہ رہا جائے کہ اگر ساری عمر بھر خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں۔اس سے زیادہ کے ہم مکلّف ہی نہیں۔اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی ،حاکم ہونے کی بناء پر تو ان کو مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے۔وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرف فرمائیں۔کسی کو مجال چون و چرا نہیں اور حکیم ہونے کی بناء

پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھ کر بالکل مطمئن رہنا چاہیے کہ یہ تصرف میرے حق میں سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں۔

قبض بسط سے ارفع ہے

محققین نے قبض کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔

سالک اکثر جس شوق و ذوق سوز و گداز کو کمال سمجھتا ہے نہ وہ کمال ہوتا ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو نقصان سمجھتا ہے نہ وہ نقصان ہے۔

فرمایا کہ یہ کلیہ سمجھ لیا جائے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ و رسولؐ کے خلاف نہ کیا جائے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے۔ آپ محروم نہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً معلوم ہو جائیگا اب تقلیداً مان لیجئے۔

فرمایا کہ میری تمنائے دلی اپنے متعلقین کیلئے حالت قبض کے طاری ہونے کی بشرط البصیرت والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصاء میں نہیں آتے جن سب کا خلاصہ فناء تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بے نظیر ہوتا ہے۔

حالت قبض کا دستور العمل

فرمایا کہ عین قبض کے وقت گو اس کے منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم ہرگز پریشان نہ ہوں، ذکر جس قدر ہو سکے کر لیا کریں۔ اگرچہ کسی قدر تکلیف کرنا پڑے۔ اور اگرچہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو۔ اور جس میں زیادہ کلفت ہو تخفیف کر دیں۔ اور استغفار کی قدرے کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک دو بار اطلاع دیتے رہیں۔

قبض پیش خیمہ عبدیت ہے

فرمایا کہ تغیرات احوال طبعی و نفسانی ہیں نہ کہ روحانی و قلبی۔ سو ایسے تغیرات مضر تو کیا نافع

ہوتے ہیں۔عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے فنا وتہید ستی رائے العین ہو جاتی ہے۔اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے۔اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگا۔

قبض کی ایک بڑی مصلحت

فرمایا کہ حالت قبض و ہیبت میں سالک یہ دیکھ کر پریشان ہوتا ہے کہ میرے لئے چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہو کر میری طرف رجوع ہو۔اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سالک کو اس تنگی میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں کہ مہلکات باطنی عجب و کبر سے محفوظ رہے۔اور اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا تو رذائل نفس کے پنجہ میں جا پھنستا ہلاک ہو جاتا۔چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ اسی حالت قبض اور اس کے معالجہ میں فرماتے ہیں

اے حریفان راہ ہارا بست یار — آہوئے لنگیم واو شیر شکار

جز بہ تسلیم ورضا کا چارۂ — در کف شیر نرخوں خوارۂ

ہیبت و حزن کا دستور العمل مسنون

فرمایا کہ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جائے شہادت کبریٰ ہے مگر سنت کا مقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم وقدرت کام دے اعتدال وتعدیل کا اپنا مستقر اصلی بنائے ہیبت کے ساتھ انس اور حزن وسوء ظن کے ساتھ رجا ورحمت اور فنا کے ساتھ بقا اور نیستی کے ساتھ ہستی۔اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام واستحضار کرے۔

غلبہ ہیبت کے وقت کا مراقبہ

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ اگر آپ کو آثار ہیبت اور سوء ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں ،تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگی اسی طرح تائبین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہونگے تو صف نعال ہی میں جگہ مل رہے گی ۔اگر اولیت نہ ہوگی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی۔بس یہ سمجھ کر اللھم اغفرلی کی کثرت کرنی

چاہیے۔

غلبۂ قبض کا علاج

فرمایا کہ قبض کے غلبہ کی حالت میں اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت میں یا ثلاثین ترجمہ اربعین میں کتاب الرجاء یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیے۔

شوق کا فقدان سالک کو مضر نہیں

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مذموم حالت دو ہیں۔ایک معصیت، دوسری غفلت، رہا غلبہ (جوش وخروش) اور شوق یہ حالت عارضہ میں سے ہے۔اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہٖ قائم ودائم رہ سکتی ہے حجابات کا آپ کو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں۔اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہیے، پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے اپنی صحت کی خبر نہیں، سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں۔

قبض کا ایک سبب امتحان ہے

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ قبض کے اسباب مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف۔اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے تو کل اور صبر سے کام لیجئے استغفار کی کثرت رکھئے اور میرے مواعظ اور تربیت السالک دیکھئے کہ رحمت حق متوجہ ہو۔

غیر اختیاری امور کا علاج تفویض ہے

ایک طالب کو فرمایا کہ جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائیں۔اور جو امر غیر اختیاری پیش آئے اس میں ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ تجویز کریں بس خدا کے سپرد کر کے خاموش رہیں۔

وساوس سے پریشانی کا علاج

فرمایا کہ وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔پریشانی سے قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوجاتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے

قلب کوقوت ہوتی ہے۔ اور وساوس کو قبول نہیں کرتا۔ بہت جلد قطع ہوجاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو، گو طبعی حزن وغم مذموم نہیں۔ بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کو بہر حال غالب رکھنا چاہیے۔ تاکہ وہ حزن طبعی مضمحل ہوجائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

تخیلات فاسدہ کا علاج

تخیلات فاسدہ کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد واختیار سے کسی نیک خیال کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آئیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہوسکتے اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہوجائے جب متنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے کرے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے۔ یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں، اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہوجانا چاہیے۔

فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ کی بناء پر اپنے کو مردود نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہذا سالک بے چارے کا کیا قصور بلکہ اس کو تو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہورہی ہے اس کا اس کو اجر ملے گا۔

غالب عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تام خطرات فنا ہوجاتے ہیں۔ اگر بمقتضائے اسباب ومصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔

فرمایا کہ خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں۔ اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے کی چیز تو صرف عقیدہ راسخہ ہوا کرتا ہے نہ کہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ نہیں۔

فرمایا کہ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے جیسے چور وہیں گھستا ہے جہاں مال متاع ہوتا ہے۔ بس یہ سمجھنا چاہیے کہ خطرات مومنین ومقبولین ہی کو پیش آتے ہیں کافرین ومردودین کو پیش نہیں آتے۔

فرمایا کہ خطرات منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو ان سے ہرگز متعلق نہ ہونے

دیا جائے نہ حدوثاً نہ بقاءً۔ نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دی جائے اور بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان سمجھ کر اس پر مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمداللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور دستورالعمل مرقوفہ نمبر ۳۱ کو معمول بنا کر بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعت اور ضروریات دینیہ و دنیویہ میں بلالحاظ دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ جیسا نمبر ۲ جز سوم و چہارم میں تجویز کیا گیا ہے امور مباحہ کا بھی قدرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

فرمایا کہ وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جب کہ وسائط صحیح ہوں۔ چنانچہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں بس ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔

ان سب مذکورہ معالجوں کی شرائط نفع یہ ہیں کہ ان معالجات کو معالجہ سمجھ کر اور دفع خطرات کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جائے ورنہ اس انتظار سے تعجیل اور تعجیل سے تقاضہ اور تقاضے سے تشویش پیدا ہوگی اور بھلا تشویش کے ہوتے ہوئے خطرات کیسے دفع ہو سکتے ہیں۔

امور تربیت میں شیخ سے مزاحمت

فرمایا کہ امور تربیت میں میری رائے میں کسی کو مزاحمت نہ کرنا چاہیے۔ پس میں جس کے ساتھ جو معاملہ کروں میرے سب احباب کو بھی یہی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص اس معاملہ کا اہل ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد فرما رکھا ہے اس لئے وہی میری دستگیری فرماتے ہیں ورنہ میں کیا چیز ہوں۔

بیعت بحالت سفر

حضرت والا کا عموماً سفر میں معمول بیعت نہیں تھا لیکن مریضوں اور عورتوں کی درخواست بیعت کو منظور فرما لیتے تھے کیونکہ مریض تو مرض کی وجہ سے واجب الرحم ہوتے ہیں اور عورتیں اہل الرائے نہیں ہوتیں ان بیچاریوں کا اعتقاد بالکل سیدھا سادھا اور سچا ہوتا ہے۔

انتظار کیفیات طبعیہ حسنہ

فرمایا کہ کیفیات طبعیہ حسنہ غیر اختیاریہ محمود تو ہیں مقصود نہیں لہذا دعا کا تو مضائقہ نہیں لیکن ان

کا منتظر رہنا خلاف اور بوجہ محل یسکوئی اور شاغل عن المقصود ہونے کے مضر ہے۔

اقتضائے عقلی وصدور اعمال

فرمایا کہ عقلی احوال بھی طبعی کیفیات سے بالکل خالی نہیں ہوتے ورنہ محض اقتضائے عقلی صدور اعمال کیلئے عادۃً کافی نہیں اسی طرح بالعکس البتہ ایک صورت میں عقلیت غالب ہوتی ہے اور طبیعت مغلوب اور دوسرے میں برعکس۔

شیخ سے عدم مناسبت کی ایک علامت

فرمایا کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ لگا ہوتا ہے اس کو ہر وقت اپنے اندر شیخ کی معنوی کرامتوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے لہٰذا اس کو اپنے شیخ کی حسی کرامتیں دیکھنے کی ہوس نہیں ہوتی اور اگر مدت طویلہ تک ایسا مشاہدہ نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ کوئی دوسرا شیخ تلاش کرے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کی کہ اس کو شیخ سے مناسبت نہیں۔

شیخ کی مجلس میں توجہ کس طرح رکھے

فرمایا کہ شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو اور یہ تصور رکھے کہ اس کے قلب سے میرے قلب میں انوار آرہے ہیں۔

مذاق طبعی حضرت والاؒ

فرمایا کہ مذاق تو میرا یہی ہے کہ اپنی ہی حالت میں محو و مستغرق رہوں اور خاموش بیٹھا رہوں لیکن کیا کروں اہل مجلس اور اہل ضرورت کی خاطر سے بولنا پڑے۔

حضرت والاؒ کا تصوف

ایک بار کسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ یہاں تو ملا پن ہے ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے۔ طالب علم ہیں صاحب علم نہیں۔ بس قرآن وحدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں پھر اس میں جو کچھ کسی کو ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور الحمد للہ ایسا ملتا ہے مالا عین رءت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر۔ مگر ظاہر میں کچھ نہیں، نہ وہ حق ہے نہ وجد و حال ہے نہ کشف و کرامت ہے۔

توجہ کا ماثور طریق

فرمایا کہ مجھے تو اپنی توجہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک خاص شخص کی جانب جو مخلوق ہے ہمہ تن متوجہ ہو جانے میں غیرت آتی ہے یہ تو حق خاص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ سب طرف سے توجہ ہٹا کر بس اسی ایک ذات واحد کی طرف ہمہ تن رہا جائے۔ البتہ دلسوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہنچے اوران کی دینی حالت درست ہو جائے یہ توجہ کا ماثور طریق ہے۔ اور یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ نفع اور برکت میں توجہ متعارف سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کے اثر کو بقا ہے بہ خلاف توجہ متعارف کے کہ اس کا اثر بس اسی وقت ہوتا ہے پھر کچھ نہیں، اور فرمایا کہ مجھے تو باوجود جائز سمجھنے کے توجہ متعارف سے طبعی توحش ہے جیسے اوجھڑی سے کہ گو حلال ہے لیکن طبیعتیں اس کو قبول نہیں کرتیں۔

شیخ کے قوی النسبت اور صاحب برکت ہونے کی علامت

فرمایا کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بغیر قصداً توجہ کیے ہوئے اثر کیسے ہوتا ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قلوب ہی کے اندر تعدیہ کی خاصیت رکھی ہے جیسے کہ آفتاب کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ اس کا نور دوسروں تک پہنچے لیکن پھر بھی اسکا نور دوسروں کو پہنچتا ہی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر صفت ہی رکھی ہے کہ جو شئے اس کے مقابل میں آجاتی ہے منور ہو جاتی ہے۔ بلاقصد ہی فیض کا پہنچنا شیخ کے زیادہ کمال کی بات ہے اور اس کے نہایت قوی النسبت اور صاحب برکت اور مقبول ہونے کی علامت ہے۔

انسان کا کمال

فرمایا کہ انسان کا کمال تو یہی ہے کہ معاصی کا میلان ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو روکے رہے۔ اور معاصی کا صدور نہ ہونے دے۔

پرانے معمولات کو چھڑانا نہ چاہیے

فرمایا کہ جس ذکر سے دلچسپی ہوتی ہے اس پر مداومت بھی آسان ہوتی ہے اور اس کے دوران جمعیت ویکسوئی بھی رہتی ہے جو معین مقصود ہے اسی واسطے میں پرانے معمولات کو نہیں چھوڑاتا، کیونکہ

پرانے معمولات سے انس ہو جاتا ہے اور ان سے دلچسپی بھی زیادہ ہوتی ہے نیز معمولات میں مداومت کی بدولت ایک خاص برکت بھی پیدا جاتی ہے۔

حضرت والا کو اگر بعض مجتہدین کے اقوال پر بھی کسی ملازمت کے جواز کی گنجائش ملتی ہے تو اس عام ابتلاء اور ضعف ہمم کے زمانے میں اس گنجائش کی بناء پر اجازت دیدیتے ہیں کیونکہ تنگی معاش میں اس سے اشد دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

شیخ کی حقیقی کرامت

طالبین کے اندر اہتمام دینی اور فکر جائز و ناجائز پیدا کر دینا ہی تو شیخ کی حقیقی کرامت اور اس کے صاحب فیض و برکت ہونیکی بین علامت ہے۔

صاحب اجازت کیلئے ظاہری وجاہت کی شرط

فرمایا کہ مصالح دینیہ کا مقتضاء یہ ہے کہ صاحب اجازت میں کسی نہ کسی قسم کی کچھ ظاہری وجاہت بھی ہو دینی یا دنیوی مثلاً اہل علم ہو یا کسی معزز طبقہ کا ہو تا کہ اس کی طرف رجوع کرنے میں کسی کو عار نہ آئے اور طریق کی بے وقعتی نہ ہو۔

علامت محبوبیت عنداللہ حضرت والاؒ

یہ بار ہا ہزار ہا کا مشاہدہ ہے کہ حضرت کو دیکھتے ہی خالی الذہن کے قلب کے اندر حسن عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور بے اختیار کشش ہونے لگتی ہے جو علامت ہے محبوبیت عنداللہ کی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود حضرت والاؒ نے فرمایا کہ جس کسی سے میں ملتفت ہو کر دو باتیں کر لیتا ہوں وہ ایسا مسخر ہو جاتا ہے گویا اس کا دل مٹھی میں آ گیا۔

اعزاء کی تربیت باطنی سے عذر مناسب ہے

فرمایا کہ بعد تجربہ بس اسلم صورت یہی سمجھ میں آئی کہ اعزہ کی تربیت باطنی سے عذر ہی کر دیا جائے چنانچہ اب میں اکثر صورتوں میں یہی کیا کرتا ہوں کیونکہ ادھر ان کی بھی خصوصیت کی توقع ہوتی ہے اور ادھر خود مجھ کو بھی خصوصیت برتنے کا طبعی تقاضہ ہوتا ہے اور اگر طبعی تقاضہ پر دینی مصلحت کو ترجیح دی

جائے اور سختی ہی کا برتاؤ کیا جائے تو پھر ناگواری کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہنچتا چلا جاتا ہے۔

امن باطنی کے لئے سیاست بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے

فرمایا کہ شیخ کامل کے اندر ملوک کی سی سیاست ہونا ضروری ہے، کیونکہ عام طبائع کے اعتبار سے عادت اکثر یہی ہے کہ بدون سختی کے اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس کی ضرورت سب عقلاء کے نزدیک مسلم ہے اور ہر متمدن جماعت نے حسب ضرورت اپنے اپنے اصول سیاست مقرر کر رکھے ہیں بلکہ نظام عالم ہی اصول سیاست پر قائم ہے۔ جب امن ظاہری کیلئے سیاست ضروری ہے تو امن باطنی کے لئے بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگی کیونکہ فساد ظاہری کی اصلاح اتنی دشوار نہیں جتنی فساد باطنی کی۔ پھر تعجب ہے کہ رذائل نفس کے ازالہ کیلئے سیاست کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی۔

غصہ کی بات پر غصہ نہ آنا اور معافی چاہنے پر عفو نہ کرنا مذموم ہے

فرمایا کہ اگر کوئی ایسا بے حس ہو کہ اس کو غصہ کی بات پر بھی غصہ نہ آتا ہو تو اس کے متعلق امام شافعیؒ کا فتویٰ سنیے۔ **من استغضب فلم یغضب فھو حمار" و من استرضیٰ فلم یرض فھو شیطان** یعنی جس کو غصہ دلایا جائے (مراد یہ کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے غصہ کا موجب ہو) اور پھر بھی اس کو غصہ نہ آئے تو وہ حمار ہے اور جس کو راضی کیا جائے (یعنی اپنی کوتاہی کا تدارک کر کے اس سے معافی چاہی جائے) اور وہ پھر بھی راضی نہ ہو تو (چونکہ یہ علامت ہے غایت تکبر کی اس لئے) وہ شیطان ہے۔

شدت بمصلحت اصلاح محمود ہے

فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف المزاج پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد بعض کو مقبول بنا دیا تو مقبولیت کے بعد مزاج فطری تو نہیں بدلتا۔ اس لئے بعض مقبولین نرم ہوتے ہیں بعض تیز ہوتے ہیں لیکن نیت سب کی اصلاح ہی کی ہوتی ہے۔ آگے مزاج کے اختلاف سے رائے کا اختلاف ہو جاتا ہے ایک کے نزدیک نرمی طریقہ ہے اصلاح کا دوسرے کے نزدیک سختی طریقہ ہے اصلاح کا کیونکہ شدت علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ جو شدت بلاضرورت و بلامصلحت ہو وہ مذموم ہے (وہ تو بقول حضرت والا شدت نہیں قساوت ہے) اور جو شدت بضرورت سیاست اور بمصلحت اصلاح ہو وہ سراسر محمود ہے کیونکہ وہ

تو بقول حضرت والا شدت نہیں حدت ہے جو اقتضائے ایمان ہے تشدد نہیں تسدد ہے درشتی نہیں درستی ہے جو عرصہ دراز کے تجربوں کے بعد قائم کئے گئے ہیں۔

اصول صحیحہ اصل میں مسائل شرعیہ ہیں

فرمایا کہ میرے اصول صحیحہ اصل میں مسائل شرعیہ ہیں جس میں بیشمار مصالح دینیہ و دینویہ مضمر ہیں اور اصول صحیحہ کی پابندی کو سختی کہنا سراسر زیادتی ہے کیونکہ جو قانون اپنی ذات میں تو سہل ہو مگر اس کی پابندی سختی سے کرائی جائے اس کو سخت نہیں کہا جاتا جیسے نماز کہ اس کے سارے ارکان بہت ہی سہل ہیں اور بحالت عذر تو اس میں اور بھی سہولتیں اور گنجائش رکھ دی گئی لیکن اس کی پابندی بہت سختی کے ساتھ کرائی جاتی ہے یہاں تک کہ بعض ائمہ کے نزدیک تو تارک صلوٰۃ واجب القتل ہے۔

سختی و مضبوطی کا فرق

فرمایا کہ اگر اصول تو ہوں نرم لیکن ان کی پابندی سختی کے ساتھ کرائی جائے تو یہ سختی نہیں بلکہ مضبوطی ہے جیسے ریشم کا رسا نرم تو ایسا کہ چاہے اس میں گرہ لگا لو لیکن ساتھ ہی مضبوط اتنا کہ اگر اس سے ہاتھی کو باندھ دیا جائے تو وہ اس کو توڑ نہیں سکتا۔

اصول صحیحہ کو مقتضائے طبعی بنانے کی ترغیب

فرمایا کہ میں فقط دوسروں ہی کو اصول صحیحہ کا پابند نہیں بناتا بلکہ اپنے آپ کو بھی تو پابند کرتا ہوں اور یہ تکلف وتصنع نہیں بلکہ اللہ کا شکر ہے کہ اصول صحیحہ کی پابندی میرا مقتضائے طبعی ہو گیا ہے گو اس میں کسی قدر مشقت بھی ہو اور گو اس کا تعلق میرے محکومین اور تابعین ہی سے ہو کیونکہ اصول صحیحہ بہر حال قابل احترام ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر اہل معاملہ کو میری رعایت اصول کا علم بھی نہیں ہوتا لیکن میرے قلب کو تو تسلی رہتی ہے کہ میں نے اصول صحیحہ کی رعایت کی کسی کو جتلانا تھوڑا ہی مقصود ہے ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ جب کبھی مجھ کو اپنا حال حکیم محمد ہاشم صاحب مرحوم سے کہنا ہوتا (باوجود اس کے کہ ان کو مجھ سے بہت ہی تعلق تھا۔ یہاں تک کہ آخر میں مجھ سے بیعت بھی ہو گئے تھے) تو خود ان کے گھر جا کر اپنا حال کہتا وہ بہت شرمندہ ہوتے لیکن میں کہہ دیتا کہ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں محتاج کو محتاج الیہ کے پاس آنا

چ بے نہ کہ برعکس۔ البتہ جب گھر میں کسی کی نبض دکھانی ہوتی تو پھر بلا تکلف ان کو بلالیتا کیونکہ وہ موقع مجبوری کا تھا وہاں اصول صحیحہ کا یہی مقتضا تھا۔

محکومین کا بھی احترام چاہیے

فرمایا کہ گھر میں کھانا کھا کر میں کبھی نہیں کہتا کہ برتن اٹھالو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ برتن اٹھوالو گو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جوان کو گھر میں اپنے محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام کرنا چاہیے پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور اسے اٹھوالیں میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کیلئے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہتا ہوں اور وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست انہیں کی محکوم ہے اس میں بھی ان کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں۔ نیز اجنبی عورت سے بلاضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

ملازمین کی سہولت وتوقیر کا لحاظ

فرمایا کہ میں نوکروں کو دو کام ساتھ نہیں بتاتا۔ پہلے ایک بتاتا ہوں، جب اس سے فراغت ہو جاتی ہے پھر دوسرا تا کہ یکدم بار نہ پڑے اور یاد رکھنے کی زحمت نہ ہو یاد رکھنے کی زحمت کو خود برداشت کرتا ہوں ان پر بوجھ نہیں ڈالتا، اگر کوئی الجھن کا کام ہوتا ہے تو اس میں خود بھی شریک ہو جاتا ہوں تا کہ انہیں کچھ سہولت ہو جائے۔

ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں پھینک کر نہیں دیتا جیسا کہ متکبرین کا شعار ہے۔

جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد میں قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تا کہ وہ باطمینان اپنی ضروریات سے فارغ ہولے اور میرا تہیہ اور اثر دیکھ کر اس کو عجلت نہ ہو۔

اہل خصوصیت کو بھی جوابی خط لکھنا

اگر اہل خصوصیت کو بھی اپنے کسی کام کیلئے کچھ لکھتا ہوں تو جوابی خط بھیجتا ہوں۔

مہمان کو ٹھہرانے میں اصرار نہ کرنا

کوئی کیسا ہی محبوب مہمان ہو اور اس کے ٹھہرانے کو کتنا ہی جی چاہتا ہو کبھی اس کی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کرتا اور جب جانے کو کہتا ہوں تو نہایت فراخدلی سے کہہ دیتا ہوں کہ جیسی مرضی ہو اور جس میں راحت ہو۔

بڑوں کے حق عظمت کو ادا کرنا

فرمایا کہ میرے چھوٹے گھر میں کے والد پیر جی ظفر احمد صاحب میرے ساتھ اپنے پیر کا سا برتاؤ کرتے ہیں لیکن قلب میں ان کی ویسی ہی عظمت ہے جیسی خسر کی ہونی چاہئے اور جیسی اپنے بڑے خسر صاحب کی تھی، لیکن پیر جی صاحب کو اس کا علم بھی نہیں، نہ مجھ کو یہ اہتمام ہے کہ ان کو اس کا علم ہو، مجھے تو اپنی تسلی کرنی ہے کہ میں ان کا حق عظمت ادا کر رہا ہوں ان پر کوئی احسان تھوڑا ہی رکھنا ہے۔

گھر میں رات کو سوتے وقت احتیاطا لوٹے میں پانی بھر کر رکھ لیتی ہیں، اگر کبھی مجھے پانی کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں لوٹے کو پھر بھر کر اسی جگہ رکھ دیتا ہوں تا کہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹا بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ ان کو بھرنا نہ پڑے۔

حتی الوسع اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے

فرمایا کہ ایک غیر مقلد یہاں آئے تھے، انہوں نے یہاں سے جا کر ایک صاحب سے کہا کہ ہم لوگوں میں تو اتباع سنت کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اتباع سنت تو ہم نے وہاں دیکھا۔ ایک کتاب کی ضرورت ہوئی تو خود اٹھ کر کتب خانہ سے لائے، کسی سے کہا نہیں کہ لے آؤ۔ اپنا کام خود کیا دوسرے کو تکلیف نہ دی، سبحان اللہ کیا اتباع سنت ہے اور کتنی تواضع ہے کہ بلا تکلف خود اٹھ کر لائے۔

فرمایا کہ میزبان کے نوکر سے اگر کوئی چیز مانگنا ہو تو حاکمانہ لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہیے بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہیے کہ ذرا پانی دیجئے گا۔ تھوڑا پانی عنایت کیجئے گا۔

حدیث میں ہے الحدۃ تعتری خیار امتی

یعنی تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آئی ہے اور اس کی حقیقت حق پر غیرت ہے

اوراس کے ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلف ہے۔

شیخ وطالب میں توافق طبائع کا ہونا شرط نفع ہے

فرمایا کہ عدم مناسبت کی صورت میں جو میں قطع تعلق کر دیتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ بدون مناسبت کے شیخ سے کچھ نفع نہیں ہوتا ہے تو فحش مثال ہے لیکن مثال تو محض توضیح کیلئے ہوتی ہے اس لئے نقل کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، وہ یہ کہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک توافق انزالین نہ ہو حمل نہیں قرار پاتا۔ اگر چہ زوجین دونوں تندرست اور قوی ہوں اسی طرح اگر چہ شیخ اور طالب دونوں صالح ہوں لیکن باہم توافق طبائع نہ ہو تو پھر تعلق ہی عبث ہے اور اس کا قطع کر دینا ہی مناسب ہے کیونکہ اجتماع بلا تناسب نہ صرف غیر مفید بلکہ موجب تشویش جانبین ہوتا ہے یہ بھی فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص شیخ سے عدم مناسبت طالب کے نقص ہی کی دلیل ہے کیونکہ طبائع فطری مختلف ہوتی ہیں بعض کو کسی سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو کسی سے۔ لیکن ہر حال میں مدار نفع مناسبت ہی پر ہے۔ اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ مختلف الطبائع پیر اور مرید دونوں کی استعدادیں اپنی اپنی جگہ کامل ہوں اور دونوں متقی ہوں لیکن پھر بھی بوجہ عدم تناسب طبائع ان کا اجتماع موجب تشویش جانبین ہو جائے۔

علامت مناسبت شیخ و مرید اور تردد وخطرہ کا فرق

فرمایا کہ بعضوں نے مجھ سے سوال کیا کہ شیخ کے ساتھ مناسبت ہونے نہ ہونے کی علامت کیا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ گو یہ امر ذوقی ہے لیکن میں الفاظ میں اس کی تعبیر کئے دیتا ہوں۔ مناسبت کی علامت یہ ہے کہ شیخ کے کسی قول یا فعل پر اس کے (شیخ کے) خلاف طالب کے قلب میں کوئی اعتراض یا شبہ جزم یا تردد (یعنی احتمال صحت جانبین کے ساتھ) پیدا نہ ہو (خطرہ کا جس میں جانب مخالف کے بطلان کا تیقن ہوتا ہے اعتبار نہیں) یہاں تک کہ اگر اس کے کسی قول یا فعل کی تاویل بھی سمجھ میں نہ آئے (کیونکہ اول تاویل ہی کرنی چاہیے) تب بھی دل میں اسکی طرف سے انکار پیدا نہ ہو، بلکہ اپنے آپ کو یوں سمجھائے کہ آخر یہ بھی تو بشر ہی ہے اگر اس کا کوئی قول یا فعل گناہ بھی ہو تب بھی کیا ہوا تو بہ سے یا محض فضل سے اس کی معافی ہوسکتی ہے۔

عدم مناسبت کے وقت کا دستور العمل

فرمایا کہ اگر شیخ کے خلاف اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہوں تو سمجھ لے کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں اور اس کو بلا اس کی دل آزادی کئے چھوڑ دے کیونکہ نفع کا مدار یکسوئی اور شیخ کے ساتھ حسن اعتقاد پر ہے اور اعتراضات اور شبہات کی صورت میں کہاں۔ لہٰذا اس کو چھوڑ دینا مناسب ہے لیکن گستاخی عمر بھر نہ کرے کیونکہ اول اول راہ پر تو اسی نے ڈالا ہے اور اس معنی کر وہ محسن ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ایسے امور کا بھی مرتکب ہو جو بظاہر خلاف سنت ہوں لیکن اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو خواہ بعید ہی سہی پھر بھی گستاخی نہ کرے۔

جسے کسی سے مناسبت نہ ہو اس کا طریقہ نجات

فرمایا کہ ایسا شخص جس کو کسی سے مناسبت نہ ہو ضروری احکام کا علم حاصل کرتا ہے خواہ مطالعہ سے خواہ اہل علم سے پوچھ پوچھ کر اور سیدھے سیدھے نماز روزہ کرتا رہے اور جو امراض نفس اس کو اپنے اندر محسوس ہوں ان کا علاج جہاں تک ہو سکے اپنی سمجھ کے مطابق بطور خود کرتا رہے اور جو موٹے موٹے گناہ ہیں ان سے بچتا رہے اور بقیہ سے استغفار کرتا رہے اور دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ ان کا بھی مجھے احساس ہونے لگے اور ان کے معالجات بھی میری سمجھ میں آنے لگیں، اگر مجھ میں سمجھنے کی استعداد نہ ہو تو بلا اسباب ہی محض اپنے فضل سے ان عیوب کی اصلاح کر دے اس سے زیادہ کا وہ مکلف نہیں۔

قوت فکریہ

فرمایا کہ قوت فکریہ ہی سے تو انسان انسان ہے، انسان اور حیوان میں بس یہی تو فرق ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت فکریہ عطا فرمائی ہے اور حیوان کو نہیں انسان کو احتمالات سوجھتے ہیں اور حیوان کو نہیں۔ علماء نے تو انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک حیوان ناطق ہے لیکن میرے نزدیک انسان کی یہ تعریف ہونی چاہیے کہ وہ ایک حیوان متفکر ہے۔ غرض جو انسان اپنی قوت فکریہ سے کام نہ لے اور احتمالات نہ سوچے وہ انسان نہیں حیوان بصورت انسان ہے جیسے بن مانس اور جل مانس ہوتے ہیں۔

استاد کی عظمت ہونی چاہیے

ایک طالب علم جو پانی پت سے خانقاہ میں قرآن کی تعلیم کیلئے آیا تھا اس سے فرمایا کہ اپنے استاد سے اجازت لے کر آئے ہو؟ ان کو ناراض کر کے تو نہیں آئے؟ کہا ان سے اجازت لیکر آیا ہوں، فرمایا کہ ان کی اجازت کا خط منگوا سکتے ہو؟ کہا جی ہاں منگوا سکتا ہوں، فرمایا اچھا ان کا خط اس مضمون کا کہ ہاں یہ میری اجازت سے گئے ہیں منگوادو۔ پھر فرمایا کہ استاد کی اجازت اس لئے منگوائی ہے کہ اپنے افعال واعمال میں آزاد نہ ہوں جو کام کریں اپنے بڑوں سے پوچھ پوچھ کر کریں، نیز اساتذہ کی عظمت بھی قلب میں پیدا ہو۔

سالک مبتلائے قلت فکر واعجاب نفس سے خطاب

ایک صاحب نے جن کو حضرت والا سے پرانا تعلق تھا حاضر خانقاہ ہو کر بذریعہ عریضہ عرض کیا کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا، رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن مجھے تو اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے ہیں اس غرض سے کہ مجھے اپنے عیوب نظر آئیں حضرت کی خدمت میں رہنا بھی چاہتا ہوں لیکن بال بچوں کا نفقہ میرے ذمہ واجب ہے اور میں مزدوری پیشہ آدمی ہوں اس لئے قیام کی صورت بھی مشکل معلوم ہوتی ہے۔

اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس رہنے سے تو کوئی زائد بات پیدا نہ ہوگی کیونکہ مجھ کو تو کسی کے عیوب کی تلاش نہیں اور تم کو اپنے عیوب نظر آتے نہیں تو ایسی حالت میں رہنا نہ رہنا برابر ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ جب تمہیں اپنے عیوب نظر ہی نہیں آتے تو تم معذور ہو بس دعا کیا کرو۔

اس تحریری جواب کے بعد جب صبح کی مجلس منعقد ہوئی تو حضرت والا نے سب کے سامنے ان کو اس کے کہنے پر کہ مجھے اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے جس کا منشاء قرین قویہ سے قلت فکر واعجاب نفس معلوم ہوا، زبانی سخت زجر وتوبیخ فرمائی اور ایسی ڈانٹ پلائی کہ ہوش درست ہو گئے اور دماغ صحیح ہو گیا، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلاصہ تقریر پر تاثیر

فرمایا کہ حیرت ہے تمہیں اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو

گناہ تو گناہ اس کو تو اپنی طاعات بھی معاصی نظر آنے لگیں، پھر نہایت خوشی کے ساتھ تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو تو اپنی نماز اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے۔ اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں صحابہؓ سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا۔

حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستر حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نقائص کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں، حضرات صحابہؓ کی تو یہ حالت اور ان حضرت کو اپنے اندر کوئی عیب ہی نظر نہیں آتا، کیا ٹھکانہ ہے اس بے حسی کا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میرے اندر عیب ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہیں، فرمایا کہ سبحان اللہ اس کی تو ایسی مثال ہوئی کہ یہ معلوم ہے کہ میرے جسم میں درد ہو رہا ہے لیکن یہ پتہ نہیں کہ کہاں ہو رہا ہے اور کس قسم کا درد ہے آیا پیٹ کا درد ہے یا سر کا یا ہاتھ پاؤں کا۔ یہ کیا حماقت کی بات کہی، جس کو درد کا احساس ہو رہا ہوگا کیا اس کو یہ پتہ نہ چلے گا کہ کہاں ہو رہا ہے یہ تو بے حسی سے بھی بڑھ کر ہے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو تمہارے پرچے کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جب تمہیں اپنے عیب ہی نظر نہیں آتے تو تم معذور ہو یہ تو علی سبیل التسلیم محض ضابطہ کا جواب ہے۔

نری کتابیں دیکھنے سے عیوب نظر نہیں آتے

یہ بھی فرمایا کہ تم نے جو مجھ کو یہ لکھا ہے کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن پھر بھی اپنے عیب نظر نہیں آتے تو عیب کہیں محض مطالعہ سے نظر آیا کرتے ہیں نری کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ ان کتابوں کا اثر نہ لیا جائے۔

یہ تو ایسا ہی ہے جیسے پریس میں قرآن شریف بھی چھپتا ہے۔ حدیث شریف بھی چھپتی ہے لیکن اس پر سوائے اس کے محض نقوش مرتسم ہو جائیں معانی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جائے کہ جو عیب دیکھے متنبہ کر دیا کرے تو یہ بھی کلیتاً کافی نہیں کیونکہ اکثر تو یہی ہے کہ اگر وہ محب ہوا تو اس کو عیب ہی نظر نہ آئیں گے اور اگر معاند ہوا اس کو ہنر بھی عیب نظر آئیں گے۔

مراقبہ نافع برائے دفع قلت فکر و اعجاب نفس

پھر فرمایا کہ کسی کو اپنے افعال و احوال پر ناز ہو اور ان میں کوئی نقص ہی نظر نہ آتا ہو تو ذرا یہ مراقبہ کر کے تو دیکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں اور وہ میرے سارے افعال و احوال کو دیکھ رہے ہیں اور پھر یہ غور کرے کہ آیا میرے سارے افعال و احوال ایسے ہیں کہ ان کو بلا تردد اللہ تعالیٰ کے

حضور میں پیش کیا جاسکتا ہے۔اس وقت اس کو اپنے اعمال کی حقیقت نظر آ جائیگی واللہ جو پھر ایک بھی ایسا نکل سکے جو دربار خداوندی میں پیش کئے جانے کے قابل ہو۔ایک نماز ہی کو دیکھ لیجئے کہ ہم لوگ اس کا کیا حق ادا کررہے ہیں اس خشوع وخضوع کو تو جانے دیجئے جس میں کچھ دشواری ہے۔جس استحضار میں کوئی دشواری نہیں اس میں بھی تو ہم لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔پھر آخر میں ان سے فرمایا کہ اب تمہیں نہ کبھی حالات کا خط لکھنے کی اجازت ہے نہ یہاں آنے کی جب تک تمہیں اپنے عیب نظر نہ آنے لگیں۔اور عیب بھی ایک دو نہیں بلکہ بہت زیادہ تعداد میں،گو جب معالجہ چاہو گے تو اس میں ایک ہی ایک عیب کا علاج بتاؤں گا۔لیکن علاج جب شروع کروں گا جب ایسے بہت سے عیوب کی فہرست اور تفصیل لکھو گے اس درمیان میں بس صرف دریافت اور طلب دعا کیلئے خط لکھنے کی اجازت ہے اور کسی تعلق کی اجازت نہیں۔

نتیجہ تقریر

پھر ان صاحب نے لکھا کہ گذارش یہ ہے کہ جس روز سے تھانہ بھون سے آیا ہوں اس روز سے برابر غور وفکر کے ساتھ ہر کام میں اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کررہا ہوں اور جس مراقبہ کو مجلس مبارک میں ذکر فرمایا تھا کہ یوں سوچے کہ یہ کام یا یہ بات حق تعالیٰ کے سامنے ہوں تو کرسکتا ہوں یا نہیں۔تو اس مراقبہ سے معلوم ہوا کہ میری جتنی باتیں اور کام ہیں سب بے کار ہیں میری کوئی بات اور میرا کوئی کام اس قابل نہیں کہ باری تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاسکے۔پہلے جو اپنی غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں تو اس کی وجہ سے محض بے پروائی اور بے توجہی تھی۔اس تنبیہ کے قبل میں اپنے قلب کو مثل ایک صندوقچی کے سمجھتا تھا۔جس پر وارنش کیا ہوا اور جس کے اندر عجیب عجیب اشیاء رکھی ہوں مگر جناب کی تنبیہ کے بعد جو اب اس صندوقچی کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر گوہ در گوہ ہورہا ہے لہٰذا احقر نے اپنے پہلے خیال سے کہ مجھ کو اپنا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا توبہ کی اور حضور کی تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب مجھ کو اپنے عیوب اس قدر صاف نظر آنے لگے کہ میں اپنے عیوب پر بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں اور اب اس کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں اپنے عیوب پیش کرکے ان کے علاج دریافت کروں جس پر یہ جواب حضرت والا کا گیا۔مبارک ہو یہ گو خاکساری کی خاک سے مل کر کھاد کا کام دے گا اور ایسی اجناس پیدا ہونگی کہ روحانی غذا پیدا ہو جائیں گی۔دعا کرتا ہوں اور عیب پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں مگر ایک خط میں ایک بات سے زیادہ نہ ہو۔

پند از لطائف ذخیرہ حقائق

ا۔ایک طالب نے عبادت میں کسل وسستی کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ سستی کا علاج چستی ہے۔

۲۔ایک طالب نے غلبہ خشیت میں لکھا مجھے سخت خطرہ ہے تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ بحرمعرفت کا قطرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر دریا کرے۔

۳۔حضرت خواجہ صاحب نے ایک عریضہ میں کسی باطنی پریشانی کے سلسلہ میں لکھا تھا کہ سخت الجھن ہوتی ہے اس پر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے سلجھن کا۔ ان مع العسر یسراً۔

ع چونکہ قبض آمد تو درو بسط بیں

۴۔فرمایا کہ یہ امر بسہولت یادرکھنے کیلئے کہ شیخ کے ساتھ طالب کو کیا معاملہ رکھنا چاہیے۔بس ان ہم قافیہ الفاظ کو یادرکھے۔اطلاع اوراتباع،اعتقاد وانقیاد۔

۵۔ایک بار فرمایا کہ اس طریق میں خودرائی نہ کرے بلکہ خود کورائی کرے یعنی اپنے کو حقیر وذلیل سمجھے۔

۶۔ایک صاحب کو خیال ہو گیا تھا کہ وہ ابدال ہو گئے فرمایا کہ ہاں پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے،یعنی اس عجب سے وہ گھٹ گئے۔

۷۔شملہ کے سفر کے بعد وہاں کی برائیاں جو غالب ہیں بیان فرما کر فرمایا کہ ہم تو سنا کرتے تھے کہ شملہ بمقدار علم ہوگا (یعنی اچھی جگہ ہوگی،لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شملہ بمقدار جہل ہے (یعنی بری جگہ ہے)

۸۔ایک طالب کا خط فضول مضمون سے لبریز تھا اور آخر میں لکھا تھا کہ مضمون طویل ہونے سے تکلیف ضرور ہوئی ہوگی۔معاف فرمائیں۔حضرت والاؒ نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ طویل ہونے سے تو تکلیف نہیں ہوئی مگر لاطائل ہونے سے ہوئی۔

۹۔فرمایا کہ آج کل لوگوں کی مال پر تو نظر ہے مآل پر نہیں۔

۱۰۔فرمایا کہ درستی تو درشتی ہی سے ہوتی ہے۔

۱۱۔ ایک بار کسی سے اظہار خفگی کے وقت فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں اور بشر بھی وہ جس میں باجارہ ہے فاکلمہ نہیں۔

۱۲۔ فرمایا کہ آج کل کے اکثر مدعیان توکل اہل توکل کیا اہل تاکل ہیں۔

۱۳۔ فرمایا کہ آج کل بعض طلباء کی دستار بندی تو ہو جاتی ہے لیکن ان میں دس تار تو کیا ایک تار بھی علم وعقل کا نہیں ہوتا۔

۱۴۔ فرمایا کہ محبت کی عینک خوُرد بین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیزیں بھی بڑی نظر آنے لگتی ہیں۔ اور جس طرح ایک محبت کی خوُرد بین ہوتی ہے۔ جس سے چھوٹا ہنر بڑا نظر آتا ہے۔ اسی طرح ایک نظر خوردہ بین بھی ہوتی ہے جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہے۔

۱۵۔ منصب افتاء کی ذمہ داریوں کا تذکرہ تھا فرمایا مفتی ہونا بھی قیمتی کا کام ہے مفتی کا نہیں۔

۱۶۔ فرمایا کہ طالبین اصلاح کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا مشورہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مسہل طلب مرض کا مفرحات سے علاج کرو، یا جس دنبل کے اندر مادہ فاسدہ بھرا ہوا ہو اور آپریشن کی ضرورت ہو وہاں یہ کہا جائے کہ نہیں صرف اوپر ہی اوپر مرہم لگادو۔ پھر وہ مادہ فاسد اندر ہی اندر پھیل کر سارے جسم کو سڑا دے۔

۱۷۔ فرمایا کہ سیاست کی اس طریق ہی میں کیا ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے چنانچہ میاں جیون کا اپنے اپنے شاگردوں کو اور ماں باپ کا اپنی اولاد کو تادیب کیلئے مارنا پیٹنا اور حاکموں کا اپنے محکومین مجرمین کو سزائیں دینا۔ اور محض فہمائش کو کافی نہ سمجھنا عام طور پر بلانکیر معمول ہے۔

مرض بدنظری کا ایک علاج

ایک مجاز مخصوص مبتلائے مرض بدنظری کا علاج یوں فرمایا کہ جب ایسی کوتاہی ہو دو مہینے تک میرے پاس خط بھیجنے کی اجازت نہیں اور ہر بار کی میعاد جداگانہ شروع ہوگی مثلاً اگر ایک ہی دن میں چھ بار ایسی کوتاہی ہوگئی تو سال بھر تک خط وکتابت بند چونکہ خط وکتاب کی ممانعت بوجہ خصوصیت تعلق بغایت شاق تھی اس لئے انہوں نے یہ تہیہ کرلیا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ عمر بھر کبھی ایک مرتبہ بھی اس سزا کی نوبت نہ آنے دیجائے گی چنانچہ جس جرم کا ترک محال نظر آرہا تھا اس ممانعت کے بعد اس کا ارتکاب محال نظر آنے لگا اور اتنے برے اور بڑے مرض کا ایسا آسانی کیساتھ استیصال کلی ہوگیا۔

صفت سیاست کی تائید

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ عمر یقول الحق وان کان مرا ترکہ الحق ومالہ من صدیق اللہ تعالیٰ رحمت (خاص) نازل فرمادے عمرؓ پر وہ حق بات کہہ دیتے ہیں اگر چہ (کسی کو عقلاً یا کسی کو طبعاً) تلخ (و ناگوار) معلوم ہو (یعنی ان میں یہ صفت ایک خاص درجہ میں غالب ہے۔ اس درجہ کی حق گوئی نے ان کی یہ حالت کردی) کہ ان کا کوئی (اس درجہ کا) دوست نہیں رہا (جیسا تسامح و رعایت کی حالت میں ہوتا ہے)

ف۔ ترجمہ کے درمیان توضیحات سے تین شبے رفع ہو گئے۔ ایک یہ کہ کیا دوسرے حضرات صحابہؓ میں یہ صفت حق گوئی کی نہ تھی۔ دوسرا شبہ یہ کہ کیا حضرت عمرؓ کا کوئی دوست نہ تھا تیسرا شبہ یہ کہ کیا اس مجمع خیر میں حق بات کے تلخ سمجھنے والے موجود تھے۔

اول شبہ کا جواب یہ ہے کہ اصل صفت سب صحابہؓ میں مشترک تھی لیکن یہ اختصاص غلبہ کے ایک خاص درجہ کے اعتبار سے ہے اور یہی توجیہہ ہے خاص خاص حضرات کیلئے خاص خاص فضائل کا حکم فرمانے کی۔ اور اس غلبہ کا مصداق یہ ہے کہ حق کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار واجب ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اولیٰ یا مباح ہوتا ہے۔ سو پہلا درجہ تو سب صحابہؓ میں بلکہ سب اہل حق میں مشترک ہے اور دوسرے درجہ کے اعتبار سے بزرگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں بعض مروت یا تسامح کو مصلحت پر ترجیح دے کر سکوت فرماتے ہیں بعض مصلحت کو مروت پر ترجیح دے کر کہہ ڈالتے ہیں۔ پہلا درجہ نفس انصاف کا ہے اور دوسرا درجہ غلبہ کا ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ دوستوں کے ایک خاص درجہ کی نفی مقصود ہے یعنی اگر حضرت عمرؓ مروت کو مصلحت پر غالب رکھ کر طرح دے جاتے تو اس حالت میں ان کے جیسے دوست ہوتے ویسے اب نہیں رہتے۔

تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ طبعی تلخی و ناگواری اور اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہونا یہ خیریت کے منافی نہیں۔ باقی ایسے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہوتے ہیں جن کو عقلی تلخی بھی ہوتی ہے اگر چہ اس وقت ایسے اقل قلیل تھے۔

کوئی حدیث کی کتاب دیکھیے اس میں جہاں اور ابواب ہیں وہاں کتاب الحدود کتاب

القصاص، کتاب التعزیرات بھی ہیں معلوم ہوا کہ یہ بھی حضور ﷺ کے اخلاق ہیں کہ ضرورت کے مواقع پر سیاست کا استعمال اور جرائم کے ارتکاب پر سزاؤں کی تنفید کی جائے۔

اپنے نفس کے ساتھ سوءظن رکھنا

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت والا اپنے نفس کے ساتھ ہمیشہ سوءظن رکھتے ہیں اور گو مواقع ضرورت و مصلحت میں سیاست کا استعمال فرماتے ہیں لیکن ہر واقعہ کے بعد بار بار اظہار افسوس وندامت بھی حالاً وقالاً وعملاً فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض مرتبہ تو اسی رنج وافسوس میں رات رات بھر نیند نہیں آئی اور بعض مواقع پر حضرات والا کو معافی مانگتے ہوئے اور بعض صورتوں مین مالی تدارک فرماتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ اور یہ تو ہمیشہ دیکھا بلکہ اس کا خود بھی ذاتی تجربہ کیا کہ حضرت والا کی خفگی مفتاح عنایات وتوجہات ودعوات خاصہ زائدہ ہوجاتی ہے اور اسی سوءظن بنفسہٖ کی وجہ سے حضرت والا نے معترضین کے مقابلہ میں کبھی رد کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ ان کے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں مظنہ نیک نیتی کا تھا اس نیت سے نظر ثانی فرمائی کہ اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابل قبول ہو تو اس کو قبول کر کے اس پر عمل کیا جائے۔

بے ادبی شیخ کی زیادہ مضر ہے معصیت سے

فرمایا کہ اہل اللہ کے دل دکھانے والے اور ان کے ستانے والوں کا اکثر یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے آلام ومصاحب ظاہری وباطنی کردیے جاتے ہیں۔ جس کا بعض اوقات خود ان کو بھی احساس ہونے لگتا ہے اور پھر ان میں سے بعض متنبہ ہوکر تائب بھی ہوجاتے ہیں بالخصوص تعلق ارادت قائم کرلینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ موجب وبال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں جتنی بے ادبی مضر ہوجاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو حق تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثیر والفعال سے پاک ہیں اس لئے توبہ سے فوراً معافی ہوجاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا ہی تعلق پیدا ہوجاتا ہے بخلاف اس کے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لئے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہوجاتی ہے جو مانع ہوجاتی ہے تعدیہ فیض سے۔

شیخ کے قلب کا تکدر طالب کے قلب کو تیرہ و مکدر کر دیتا ہے

حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک مثال بیان فرمائی کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر تو نہایت صاف وسفاف حالت میں آئیگا لیکن جب میزاب میں ہوکر نیچے پہونچے گا تو بالکل گندلا اور میلا ہوکر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض وانوار نازل ہوتے رہتے ہیں ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے طالب کا قلب بجائے منور ومصفا ہونے کے تیرہ ومکدر ہوتا چلا جاتا ہے۔

تکدر شیخ طالب کے داعیہ عمل کا مفوت اور دنیوی وبال کا لانے والا ہے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے شیخ کے قلب کو مکدر کرنے اور مکدر رکھنے کا طالب پر یہ وبال ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیت قلب کبھی میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر فعل موجب تکدر شیخ معصیت ہی ہو اسلئے ایسی صورت میں اس فعل سے براہ راست تو کوئی دینی ضرر نہیں پہونچتا لیکن بواسطہ وہ اکثر سبب ہوجاتا ہے دینی ضرر کا بھی جس کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اول شیخ کے قلب کا تکدر سبب ہوتا ہے طالب کے انشراح قلبی کے زوال کا اور پھر یہ عدم انشراح اکثر سبب ہوجاتا ہے کوتاہی اعمال اور پھر یہ کوتاہی اعمال سبب ہوجاتی ہے دینی اور اخروی وبال کا۔ گو عدم انشراح کی حالت میں بھی اگر وہ اپنے اختیار اور ہمت سے برابر کام لیتا رہے اور اعمال صالحہ کو بہ تکلف جاری رکھے تو پھر کوئی بھی دینی ضرر نہ پہنچے۔ لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ انشراح کے فوت ہوجانے سے اعمال میں بھی کوتاہیاں ہونے لگتی ہیں اور اس طرح بواسطہ دینی ضرر کا بھی اکثر تحقق ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو داعیہ عادیہ تھا یعنی انشراح وہ تو جاتا رہا اور بلا داعیہ اکثر کو عمل بہت دشوار ہوتا ہے۔

حکم بالا معتقد فیہ میں ہے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ گو میں خود کوئی چیز نہیں لیکن جب کسی نے کسی شخص کو اپنا معتقد فیہ بنالیا اور پھر بلا وجہ اس کے ساتھ خلاف اعتقاد معاملہ کر کے اس کو مکدر کر دیا تو اس صورت میں بھی ویسی مضرتیں پہنچیں گی جیسی کاملین ومقبولین کو مکدر کرنے سے پہنچتی ہیں۔

عرفی اخلاق مانع خدمات دینیہ ہیں

حضرت والا نے اکثر فرمایا کہ اگر میرے یہاں عرفی اخلاق ہوتے تو اس قدر ہجوم ہوتا کہ جو کچھ میں نے دینی خدمت کی ہے اور کر رہا ہوں وہ ہرگز ممکن نہ ہوتی۔ نیز اس ہڑبونگ میں آنے والوں کو کوئی موقع ہی خاص نفع حاصل کرنے کا نہ مل سکتا۔ نیز مخلصین وغیر مخلصین میں بالکل امتیاز نہ رہتا۔ اب جتنے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ وہ قابل اطمینان تو ہیں کیونکہ ایسا ویسا تو میرے یہاں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔

رخصت کے وقت حضرت والا کی بشاشت وسیاست

اکثر دیکھا گیا کہ حضرت والا رخصت کرتے وقت بہت بشاشت کے ساتھ پیش آتے ہیں بجز ان مواقع کے جن میں سیاست کا مقتضا اس کے خلاف ہو، ایسے مواقع پر تو رخصت کے وقت بالقصد یاد دلاتے ہیں کہ دیکھو تم مجھ کو اپنی حرکتوں سے اذیت دے کر جا رہے ہو اس کو یاد رکھنا تا کہ آئندہ کسی کو نہ ستاؤ۔

حضرت والا کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ نیک کاموں میں دل کے چاہنے نہ چاہنے پر مدار کار نہ رکھنا چاہیے ہمت اور اختیار سے کام لینا چاہیے۔

سفر میں شیخ کی معیت

فرمایا کہ اگر موقع ملے تو طالب کو کبھی کبھی شیخ کے ساتھ سفر بھی کرنا چاہیے کیونکہ سفر میں زیادہ معیت رہتی ہے اور مختلف قسم کے سابقے پڑتے ہیں جس سے دل کھل جاتا ہے اور مل جاتا ہے اور باہم مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور مناسبت ہی پر فیض کا دارومدار ہے۔ نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ معیت سفر اصلاح میں بہت معین ہوتی ہے کیونکہ سفر میں شیخ کو طالب کے مختلف قسم کے حالات ومعاملات کے مشاہدہ کا موقع ملتا ہے جن پر وہ روک ٹوک کر سکتا ہے۔ یہ موقع حضر میں مستبعد ہے۔ اسی طرح سے طالب کو بھی شیخ کے بعض ایسے معاملات سے سبق حاصل کرنیکا موقع ملتا ہے جس کا اتفاق حضر میں نہیں ہوتا۔

اگر ہجوم وساوس کی یا محض میلان الی المعاصی بلا عمل وعزم عمل کی شکایت کرتا ہے تو سب سے پہلے حضرت والا یہی ضابطہ کا سوال فرماتے ہیں کہ اس میں دینی ضرر کیا ہے۔

بقائے فیض کی شرط بعد تکمیل

فرمایا کہ تکمیل کے بعد بھی بقائے فیض کی شرط یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ عمر بھر اعتقاد اور امتنان کا تعلق قائم رکھا جائے ہاں تکمیل کے بعد تعلیم کی حالت البتہ نہیں رہتی۔

فرمایا کہ کسی کیفیت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بساغنیمت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے۔ باقی سب میں آمد و رفت لگی رہتی ہے۔

تعلق مع اللہ سرمایہ تسلی ہے

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار احقر حضرت والا سے رخصت ہوتے وقت بہت دلگیر ہونے لگا تو نہایت شفقت کے لہجہ میں فرمایا کہ دلگیر ہونیکی کوئی وجہ نہیں کیونکہ الحمد للہ سرمایہ تسلی ہر وقت پاس ہے یعنی تعلق مع اللہ۔

حضرت خواجہ صاحب کا شعر ہے

بتایا ہے جو گر حضرت نے استحضار و ہمت کا عجب یہ نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

واقعی اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھا جائے اور وقت پر ہمت سے کام لیا جائے تو کسی گناہ کا صدور ہی نہ ہو، اور ہمت کے متعلق حضرت والا نے فرمایا جس ہمت کے بعد کامیابی نہ ہو وہ ہمت ہی نہیں بلکہ ہمت کی محض نیت ہے۔

ف۔ سبحان اللہ ہمت کی کیا نفیس اور قابل استحضار حقیقت ظاہر فرمائی۔

معمولات کی پابندی بڑی رحمت ہے

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات تو بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں لیکن قلب میں فرحت نہیں پیدا ہوتی، تحریر فرمایا کہ خدا کا شکر کیجئے رحمت تو ہے، فرحت نہیں ہے نہ سہی فرحت تو محض اس کی لونڈی ہے ان شاء اللہ وہ بھی اپنی باری میں حاضر ہو جائے گی۔

غلبہ ذکر مزیل خیالات فاسدہ ہے

ایک بی بی نے شکایت کی کہ دوران ذکر ادھر ادھر کے فضول خیالات بہت پریشان کرتے ہیں

فرمایا کہ ایسے خیالات کا کچھ غم نہ کریں بلکہ مباح خیالات کو غنیمت سمجھیں کیونکہ وہ وقایہ ہوجاتے ہیں معاصی کے خیالات کے۔ اگر ان سے دل بالکل خالی ہوجائے تو پھر معاصی کے خیالات آنے لگیں گے البتہ جب اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کا غلبہ نصیب فرمائیں گے تب یہ بھی جاتے رہیں گے۔

محبت اقرب طریق وصول ہے

فرمایا کہ سالک کو تسلی دینے سے جس قدر سلوک طے ہوتا ہے کسی سے نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے اور محبت ہی اقرب طریق ہے اسی لئے مجھ کو بڑا اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے۔

جس کے سر پر اللہ ہو اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے

ایک صاحب سے جو وساوس سے سخت پریشان تھے مفصل مضامین تسلی بیان کر کے فرمایا کہ میاں بھلا جس کے سر پر اللہ ہو پھر اس کا کیا فکر، شیطان اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

ع دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر است۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنو اوعلیٰ ربھم یتو کلون.

کار خود کن کار بیگانہ مکن

ایک مخلص دیندار نے مدرسہ دیوبند کے موجود فتنہ وفساد کے سلسلہ میں بعض علماء وممبران مدرسہ کے خلاف بدظنی کے وساوس پیدا ہونے کی بہت طویل داستان لکھی کہ چونکہ ان سب حضرات سے بوجہ خاص دیوبندی خیال اور سلسلہ امدادیہ میں داخل ہونے کے پختہ عقیدت مندی ہے اس لئے کسی صاحب کی طرف سے بھی بدگمانی کا خیال نہیں ہوسکتا اور گو یہ سیہ کار اس قابل کہاں جو بزرگان دین کی رائے اور مصلحت میں دخل دے سکے لیکن میرا ناقص خیال جس طرف یقین کے ساتھ جھکتا ہے اس طرف سے ہٹنا دشوار ہوجاتا ہے لہٰذا مجبوری ہے اور سخت خلجان میں ہوں احقر کا اطمینان فرمایا جائے۔

حضرت والا نے اس کا حسب ذیل مختصر مگر نہایت تسلی بخش اور جامع مانع جواب ارقام فرمایا جو یہ ہے کہ آپ نے اپنے دین کی درستی کیلئے بہت محنت کی انشاء اللہ اس کا اجر ملے گا۔ چونکہ ہر مریض کیلئے جدا نسخہ نافع ہوتا ہے اس لئے جو نسخہ آپ کیلئے نافع ہے لکھتا ہوں وہ یہ ہے ؎ کار خود کن کار بے گانہ مکن

زبان وقلم وقلب سے سکوت رکھیں پریشانی پر صبر کریں۔ نہ کسی کے معتقد رہیں نہ کسی سے بداعتقاد، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایذاءدہ ہیں قیامت میں اس کی پوچھ گچھ بھی آپ سے نہ ہوگی۔ والسلام

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اخیر زمانہ میں دین کا سنبھالنا ایسا مشکل ہوگا جیسا چنگاری کو ہاتھ میں پکڑنا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی ایک عمل نیک کرے گا تو اس کو پچاس عالموں کا ثواب ملے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یارسول اللہ امنا او منھم، یعنی ہم میں سے پچاس یا ان میں سے پچاس۔ ارشاد فرمایا منکم یعنی تم میں سے پچاس، پھر فرمایا اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی ایک نیک کام کرے تو اس کو پچاس ابوبکرؓ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

ایک طالب اصلاح نے کشاکش نفس کی شکایت کی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا کہ جب دو پہلوانوں میں کشتی ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ ایک تو زور لگائے جائے اور دوسرا اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہی ڈال دے اور اپنے مقابل کو خود موقع دیدے کہ وہ آسانی سے اس کو پچھاڑ سکے، یہ تو نفس سے کشتی ہے اپنا سارا زور لگانا چاہیے پھر اگر پورا غلبہ نہ حاصل ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ کبھی تم نے اس کو پچھاڑ دیا کبھی اس نے تم کو پچھاڑ دیا۔ لیکن ہمت کسی حال میں نہ ہارنا چاہیے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ اپنا سارا زور لگا رہا ہے تو غلبہ بھی عطا فرمائیں گے۔ غرض نہ ہمت ہارنا چاہیے نہ مایوس ہونا چاہیے۔

مکتوب ملقب بہ تسہیل الطریق

خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا تو علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں، اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں۔ اور ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔

حال: ایک صاحب نے لکھا کہ وساوس وخطرات کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے اور وساوس وخطرات بھی وہ کہ شاید کسی دہریہ کو بھی نہ آتے ہوں۔ اس وقت دل چاہتا ہے کہ کسی ترکیب سے خودکشی کرلوں۔ اس لئے عرض پرداز ہوں کہ خاص توجہ مبذول فرمائیں اور دعا سے امداد فرمائیں۔

تحقیق: دعا سے کیا عذر ہے مگر یہ حالت مذموم ہی نہیں جس کو ایسا مہتم بالشان سمجھا جائے۔ صحابہؓ سے اکمل وافضل تو کسی کی حالت نہ تھی، حدیثوں میں مصرح ہے کہ ان کو ایسے وساوس آتے تھے کہ وہ جل

کرکوئلہ ہوجانا زیادہ محبوب سمجھتے تھے ان کوزبان پرلانے سے اور طبیب کامل ﷺ نے اس کوصریح ایمان کی علامت قرار دیا۔ بس جوامر علامت ایمان ہواس پر اگر مسرت نہ ہوتو غم کے بھی کوئی معنی نہیں۔

ف: حضرت والا جذبات انسانی کے ایسے ماہر اور امراض روحانی کے علاج میں ایسے حاذق ہیں کہ طالب مذکور جو اس درجہ غم میں مبتلا تھے کہ خودکشی پر آمادہ تھے اس کا مشورہ نہیں دیا کہ اس حالت پر مسرور ہوں کیونکہ تکلیف مالا یطاق ہوتی۔ اور مشورہ مفید نہ ہوتا۔ سبحان اللہ حکیم الامت کی یہی شان ہونی چاہیے۔ جس طرح حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ جب کسی کے یہاں کوئی موت ہوجاتی ہے اور وہاں ضرورت وعظ کی ہوتی ہے تو معتد بہ زمانہ گذرنے کے بعد کہتا ہوں ورنہ تازہ غم میں اگر وعظ کہا جائے تو بالکل بیکار ہوجائے۔

تمنا اور شوق کا فرق

ایک طالب کچھ دن کیلئے مقیم خانقاہ ہوئے تھے۔ انہوں نے کبھی حضرت والا کو کسی گفتگو کے سلسلہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد فرماتے سن لیا کہ ایسی ہجرت سے کہ جسم تو مکہ میں ہوا اور دل ہندوستان میں، یہ اچھا ہے کہ جسم تو ہندوستان میں اور دل مکہ میں ہو۔ اس کو انہوں نے اپنے قیام خانقاہ کی حالت پر منطبق کیا تو یہ سوچ کر سخت پریشان ہوئے کہ مجھ کو تو بیوی بچے بہت یاد آتے ہیں اور خیال لگا رہتا ہے کہ آج سے گھر جانے کے اتنے دن باقی ہیں۔ اس کی اطلاع انہوں نے حضرت والا کو بذریعہ عریضہ کی اور اِنّا لِلّٰہ کے ساتھ یہ لکھا کہ کیا اس خیال کی بناء پر بمجوائے ارشاد حاجی صاحبؒ میرا یہاں خانقاہ حاضر ہونا ہی اکارت گیا۔

تحقیق: فرمایا کہ یہ یاد آنا اور خیال لگا رہنا امور طبعیہ اور عیال کے حقوق شرعیہ سے ہے اور محمود ہے جو مرتبہ مذموم ہے وہ یہ ہے کہ ہجرت پر ایک گونہ تاسف ہو کہ میں سب کو چھوڑ کر یہاں چلا آیا، غرض تمنا اور چیز ہے جو مضر ہے اور شوق اور چیز ہے جو مضر نہیں، روزہ میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے کہ کب افطار کا وقت آئیگا اور تمنا نہیں ہوتی کہ میں روزہ نہ رکھتا تو اچھا ہوتا۔

کشش اور میلان الی المعاصی کا حتمی و تحقیقی علاج

ایک طالب نے شدید میلان الی الغنا کی شکایت کے جواب میں تحریر فرمایا کہ کشش اور میلان

کا بالکلیہ زائل ہو جانا تو عادۃً ممتنع ہے، البتہ تدبیر سے اس میں ایسا ضعف اور اضمحلال ہو جاتا ہے کہ مقاومت صعب نہیں رہتی۔ اور وہ تدبیر صرف واحد میں منحصر ہے۔ کہ عملاً اس کشش کی مخالفت کی جائے۔ گو کلفت ہو برداشت کی جائے۔ اسی سے کسی کو جلدی کسی کو دیر میں علیٰ اختلاف الطبائع اس کشش میں ضعف واضمحلال ہو جاتا ہے اور کف کیلئے قصد وہمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر اس ضعف کے سبب اس قصد میں بسہولت کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ توقع رکھنا امنیہ محضہ ہے الا ان یکون من الخوارق۔ اس اصل سے تمام فطریات میں کام لینے سے پریشانی، ہبا امنثور ہو جاتی ہے فتبصر وتشکر۔

شوق وانس کے آثار کا تفاوت

فرمایا کہ بُعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور قرب میں انس کا۔ شوق میں جوش وخروش ہوتا ہے اور انس میں سکون۔

ایک مجاہد کی تسلی

ایک صاحب اجازت نے دوران قیام خانقاہ اپنے آپ کو کورا سمجھ کر اس کی شکایت لکھی حضرت والا نے ان کی اس عنوان سے تسلی فرمائی کہ آفتاب کے سامنے چاند بے نور معلوم ہوتا ہے مگر دراصل وہ بے نور نہیں ہوتا بلکہ وہ آفتاب سے برابر کسب نور کرتا رہتا ہے۔ البتہ آفتاب کے سامنے اس کو اپنا نور محسوس نہیں ہوتا۔

مراقبہ حق تعالیٰ کے حاکم وحکیم ہونے کا

ایک سخت ناگوار واقعہ پر فرمایا کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاکم وحکیم ہونے کا مراقبہ قلب میں ایسا پختہ کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑے حادثہ کے وقت بھی خواہ وہ ظاہر کے متعلق ہو یا باطن کے جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ لاحق نہیں ہوتی۔ بس بفضلہ تعالیٰ یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں پورا اختیار وحق حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں جس وقت چاہیں اور جس قسم کا چاہیں تصرف فرمائیں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ کسی کو ذرا بھی مجال چون وچرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کی بناء پر اطمینان ہے کہ انکا جو تصرف ہوگا، سراسر حکمت ہی ہوگا پھر پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔

ف: سبحان اللہ کیا اعلیٰ درجہ کا مراقبہ ہے اگر اس کو پختہ کر لیا جائے تو ظاہری یا باطنی کسی قسم کی بھی پریشانی لاحق نہ ہو۔

علاج الخیال

فرمایا کہ ایک سالک مبتلائے امراض باطنہ خیالیہ کو تحریر فرمایا کہ اس کا سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آئیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے بس اشتباہ رفع ہو گیا۔ اور اگر بالا اختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جائے تو جب تنبیہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے۔

سب مریدوں کیساتھ یکساں برتاؤ کی ضرورت نہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے مدتوں میں اس غلطی میں رہا کہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے جس کی وجہ سے بہت تنگیاں اٹھائیں لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ حقیقت منکشف فرمادی کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ خود حضرت اقدس ﷺ کا جو معاملہ خصوصیت کا حضرات شیخین کے ساتھ تھا وہ دوسرے حضرات صحابہؓ کے ساتھ نہ تھا چنانچہ حضور ﷺ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اپنی مجلس شریف میں دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے اور تبسم فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح وہ دونوں حضرات بھی حضور ﷺ کو دیکھ کر خوش ہوتے اور تبسم فرمایا کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ واجبات میں یکساں برتاؤ ضروری ہے مستحبات میں نہیں۔

تصور شیخ کب مناسب ہے

فرمایا کہ اگر بے اختیار تصور شیخ پیدا ہو جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ نافع ہے۔ ورنہ حق تعالیٰ ہی کا تصور رکھے، کیونکہ وہی مطلوب و مقصود اصلی ہے، حضرت حاجی صاحبؒ کی یہی تعلیم تھی۔

متوسط اور منتہی کی عجیب مثال

ایک بار فرمایا کہ متوسط کی حالت تو اس ہرے بھرے کھیت کی سی ہے جو دیکھنے میں تو نہایت خوش منظر ہے لیکن حالت موجودہ میں وہ سوائے اس کے اور کسی کام کا نہیں کہ بس کاٹ کر بیلوں کو کھلا دیا جائے۔ یعنی صرف مویشیوں کا چارہ ہے اور بس۔ برخلاف اس کے منتہی کی حالت اس گیہوں کے کھیت کی سی ہے جو پک کر خشک ہو گیا ہو، دیکھنے میں تو بالکل بے رونق روکھا پھیکا سوکھا ساکھا ہو لیکن اس میں دانہ پڑا ہوا اور غلہ بھرا ہو جو کاشت کا اصلی مقصود ہے جب چاہو اس سے غلہ حاصل کر لو اور غذا کے کام میں لے آؤ۔ یعنی انسان کی غذا ہے۔ اسی طرح متوسط میں محض کیفیات ہی ہوتی ہیں جو عام نظر میں بہت باوقعت ہوتی ہیں اور بزرگی کی علامات میں سے سمجھی جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے منتہی گو کیفیات سے بظاہر بالکل خالی نظر آتا ہے لیکن وہ اصلی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔

ف: سبحان اللہ کیسی منطبق مثال ہے۔

مواجید و احوال عبدیت محضہ کے خلاف ہیں

فرمایا کہ میں پھولدار کپڑا پسند نہیں کرتا گو میں خود اس میں مبتلا ہوں لیکن الحمد للہ میں اپنے ابتلاء کی وجہ سے اس کو اچھا نہیں بتلاتا۔ پھر فرمایا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک پھولدار چادر ہدیہ آئی۔ آپؐ نے نماز کے بعد اس شخص سے دوسری چادر منگوائی اور اس کو علیحدہ کر دیا۔ اور فرمایا کہ قریب تھا کہ اس کے نقش و نگار میرے قلب کو مشغول کر لیتے۔ جب نبیؐ کو مشغولی کا احتمال ہوا تو آج ہم میں سے ایسا کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ ہمارا قلب نقش و نگار میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کپڑوں پر نقش و نگار کیا پسند کرتے جو محققین ہیں وہ کہتے ہیں کہ قلب بھی بے نقش و نگار ہونا چاہیے۔ اور قلب کے نقش و نگار وہ ہیں جنکا نام مواجید و احوال ہیں۔ قلب ان سب قصوں سے خالی ہونا چاہیے پس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہیے۔ مبتدیوں کو مواجید و احوال سے بہت رغبت ہوتی ہے اور محققین کو اس سے نفرت ہوتی ہے۔

ذکر کے وقت ثمرات منتظر نہ رہے

ایک بار عام گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لئے ذہن میں تجویز کرے۔ بس اپنی تجویز کو مطلق دخل ہی نہ دے سارے احوال کو حق تعالیٰ

کے سپرد کردے پھر جو اس کے حق میں بہتر اور اس کے استعداد کے مناسب ہوگا وہ خود عطا فرمائیں گے۔

ع۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔

بس ذکر کے وقت معتدل توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہو سکے تو مذکور کی طرف کافی ہے۔ اور معتدل کی قید اس لئے لگائی گئی کہ توجہ میں زیادہ مبالغہ کرنے سے قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں جس سے پھر ضروری توجہ میں بھی خلل پڑنے لگتا ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ طبیعت میں ثمرات کا تقاضہ نہ پیدا ہونے دے کیونکہ اس سے علاوہ تشویش کے جو مخل جمعیت ہے اور جمعیت ہی اس طریق میں مدار نفع ہے۔ بعض اوقات یاس تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

رخصت پر عمل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پر عمل کرنے کے اصلح سمجھتا ہوں کیونکہ جو شخص عزائم پر عمل کرتا ہے اس کو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے اس کے دل میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد و تقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر و شغل کرتے ہو گیا اور اب تک کچھ نصیب نہ ہوا۔ یہ کس قدر گندہ خیال ہے برخلاف اس کے رخصت پر عمل کرنے والے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ بمقابلہ خود اس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے طبعًا اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

ف: تنبیہ۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے صرف بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو اصلح سمجھتا ہوں، باقی فی نفسہٖ عزائم پر عمل کرنا ہی افضل ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

زہد کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل لذات زہد کیلئے کافی ہے۔ یعنی لذات میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اسی کی فکر رہے کہ یہ چیز پکنی چاہیے وہ چیز منگانی چاہیے۔ کہیں کے چاول اچھے ہیں تو وہاں سے چاول آ رہے ہیں کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے بالائی لیتے آنا غرض کہ نفیس نفیس کھانے اور کپڑوں ہی کی فکر میں لگے رہنا یہ البتہ زہد کے منافی

ہے ورنہ اگر بلا تکلف اور بلا اہتمام خاص کے لذات میسر آ جائیں تو یہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیئے ۔اسی طرح بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے۔ نہ یہ مقصود ہے کیونکہ ہمارے کم کھانے سے نعوذ باللہ کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ میں تو وہ چیز تھوڑا ہی جمع ہو جائے گی۔ یہ تھوڑا ہی سمجھا جائے گا کہ بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے وہاں ان باتوں کی کیا پروا ہے ہاں اتنا بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے عبادت مشکل ہو جائے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے، لیکن اس سے کام بھی خوب لے۔ ع

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

فرمایا کہ کیفیات سے خالی تو منتہی بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی کیفیات میں نہایت لطافت ہوتی ہے جیسی بھاپ میں۔ اور لطافت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ روحانیت سے ناشی ہوتی ہیں برخلاف اسکے متوسط کی کیفیات میں شورش اور سوزش ہوتی ہے۔ لطافت کیا ہیں، نیز زوال کے کبر کے بھی آثار غیر متخلفہ پوچھے تھے، تحریر فرمایا کہ یہ سب امور ظنیہ ہیں جیسی صحت بدنیہ ظنی ہے مگر اقناع ہی کو اس باب میں مثل یقین کہا جاتا ہے سو امر اول میں آثار ہیں دوام طاعت ومشابہت اعمال اختیار یہ بہ امور طبعیہ وشذوذ مخالفت اور بعد مخالفت اتفاقیہ کے قلق شدید وتدارک بلیغ اور غلبہ ذکر لسانی وقلبی یعنی استحضار اور امر ثانی میں اصلی وجدان ہے معالج کا اور آثار سے اس کی تائید ہو جاتی ہے یعنی واقعات کبر کا عدم صدور وغلبہ آثار شکستگی وندامت شدید برصدور افعال موہمہ کبر۔

ایک طالب نے لکھا اعمال میں تو فرق نہیں آتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے۔ تحریر فرمایا کہ کون سی محبت سے خالی ہے۔ اعتقادی وعقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے۔ اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہے اور اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوا کرتا ہے اور آپ کو افسوس ہے یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں۔

ایک طالب نے لکھا کہ حالت جیسی چاہیے ویسی بالکل نہیں ہے۔ جواب تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہیے تھی ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگارہ میں تو حضرت انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہتے ہیں ویسی نہیں مـــا عبـــد ناک حق عبادتک کا حال ہوتا ہے۔

بدنظری کا علاج

ایک طالب نے لکھا نظر بد کے تقاضہ کے وقت بندہ دل کو یہ تسلی دیتا ہے کہ جس گناہ سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اس کو کرنے سے کیا حاصل۔ تحریر فرمایا کہ نہایت نافع اور موثر مراقبہ ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ چلتے پھرتے اگر کسی لڑکے یا عورت پر نظر پڑ جاتی ہے تو بندہ فورا نظر کو ہٹا لیتا ہے۔ اب دریافت کرنا ہے کہ نظر وال معصیت ہے یا نہیں تحریر فرمایا کہ اس نظر اول میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر حدوث میں قصد نہ ہو تو اس کے ابقاً میں قصد ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ابقاء میں بھی قصد نہ ہو تو اس نظر سے جو صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اس کے ابقاء یا اس سے التذاذ میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ انہوں نہیں ہوتی جیسے دھوئیں میں کیونکہ وہ نفسانیت (بمعنی طبیعت) سے ناشی ہوتی ہیں۔

حضرت والا نماز پڑھنے کی حالت میں کسی کو پنکھا جھلنے ہی نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بھی مخدومیت کی شان بنانا حضرت والا کو غلبہ عبدیت کے اثر سے طبعاً سخت گراں ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ہزار ریاضات ومجاہدات سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذبہ میں پیدا ہو جاتی ہے جیسے ہزار پنکھے ایک طرف اور قدرتی ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا ایک طرف۔

خواجہ صاحب جب منتخب کردہ اشارات کو بنظر اصلاح حضرت والا کے سامنے پڑھتے تو نہ صرف حاضرین مجلس بلکہ خود حضرت والا بھی متاثر ہوتے اور بے اختیار فرماتے کہ بھلا یہ مضامین میں اپنی معلومات سے لکھ سکتا تھا۔ ہرگز نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ طالبین کے اصلاح کیلئے میرے قلم سے بوقت ضرورت ایسے مضامین نافعہ لکھوا دئے۔

موت سے وحشت ہونا

ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو موت سے بہت وحشت ونفرت ہے حالانکہ وہی ذریعہ خدا تعالیٰ سے ملاقات کا ہے تحریر فرمایا کہ بعض مسلم بزرگوں کو میں نے موت سے ایسا ہی ڈرتا ہوا دیکھا ہے منشاء اس کا ضعف قلب ہے جو بالکل مذموم نہیں۔

بدعتی سے نفرت

فرمایا کہ بدعتی سے نفرت کبر نہیں۔ البتہ اگر وہ توبہ کرے اور پھر بھی اس سے نفرت رہے یہ کبر

ہے ورنہ بغض فی اللہ ہے۔

سلف کی مخالفت نہ کرے

ایک طالب نے کلام مجید کی تلاوت کی فضیلت دیکھ کر چاہا کہ سوائے تلاوت کے اور سب وظائف واوراد ترک کردوں۔ تحریر فرمایا کہ یہ بھی خبر ہے کہ کسی چیز کی طرف زیادہ کشش اسی وقت ہوتی ہے جب دوسری چیزیں بھی ہوں ورنہ اس سے طبیعت اکتا جاتی ہے۔ ع گر نسیت غیبتے نہ دہد لذت حضور۔

اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔

حصول نسبت کے آثار غیر متخلفہ

ایک سالک نے دریافت کیا کہ حصول نسبت کے آثار غیر متخلفہ نے یہ بھی لکھا کہ نظر ہٹانے کے بعد اس کی صورت ذہن میں ایک قسم کی تصویر ہو جاتی ہے مگر بعض وقت اس صورت کو ذہن میں آتے ہی فوراً دفع کرنا یاد نہیں رہتا۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ یاد رکھنے کا اہتمام ضروری ہے اگر دل سے یاد نہ رہے ایک پرچہ پر اس کی وعید لکھ کر وہ پرچہ اپنے کلائی یا بازو پر باندھ لیا جائے۔

بدنظری کا علاج جس میں فاعل اپنے کو مجبور سمجھتا تھا

ایک طالب علم زیر تربیت نے بدنظری کی شکایت لکھ کر دعا اور علاج کی آسان صورت کی درخواست کی تھی۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ باوجود نیچی نظر کر لینے کے پھر نظر اٹھ جاتی ہے۔ حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے بموجب عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں لیکن طبیعت کچھ ایسی مجبور ہوتی ہے جس کا رکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے۔ اس فعل بد سے نہایت ہی مجبور ہو گیا ہوں۔ اس کا حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔ حرفاً حرفاً پڑھا غیر اختیاری مصائب پر تو اجر ملتا ہے ان کے ازالہ کی دعا بھی کرتا ہوں لیکن مصائب اختیاریہ یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی دعا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا ازالہ تو عبد کا فعل ہے البتہ توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جب کہ فاعل اسباب جمع کرے اور اعظم اسباب قصد و ہمت ہے۔ اور اس کے متعلق جو عذر لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ سوچو کہ ایسے موقع پر کہ نفس میں تقاضا شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بے حیائی کر سکتے ہو اگر کر سکتے ہو تو تم لا علاج ہو، اور اگر نہیں کر سکتے

تو معلوم ہو کہ نظر از خود نہیں اٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی ابھارتا ہے، سب کچھ تمہیں کرتے ہو، تو تم اس کے خلاف پر بھی قادر ہو سو تمہارا یہ عذر ویسا ہی بے ہودہ عذر ہے جیسے ایک شاعر نے بکواس کی ہے ۔

بے خودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجئے معاف　　　اس دل بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا

جھوٹ بولنے کا علاج

ایک طالب نے حضرت والا کے اس استفسار پر کہ جھوٹ اختیار سے بولتے ہو یا بالاضطرار یہ لکھا کہ یہ جھوٹ بولنا ہے تو اختیاری لیکن کثرت انہماک سے اضطراری جیسا ہو چکا ہے اس کا علاج فرماویں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ جب ہمت و اختیار سے چھوڑ دو گے بہ تکلف عادت کر لو گے تو اسی طرح عدم صدور اضطراری جیسا ہو جائیگا یہی علاج ہے۔

کتب تصوف کا مطالعہ

ایک طالب صاحب فضل نے لکھا کہ جس زمانہ میں کتب تصوف کا مطالعہ رہتا ہے خصوصاً مثنوی شریف و کلید مثنوی (شرح مثنوی حضرت والا) احیاء العلوم وغیرہ کا تو اس زمانہ میں قلب میں ایک خاص انشراح محسوس ہوتا ہے اور طبیعت میں کیفیت و رقت اور خواب بڑے بڑے پاکیزہ نظر آنے لگتے ہیں اور جب سے انگریزی ترجمہ قرآن میں اور معاندین کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی ہے۔ اس حالت میں نمایاں کمی پاتا ہوں۔ اب کتب تصوف کا مطالعہ بالکل ترک ہے اور بجائے اس کے ہزار ہا ہزار صفحات عقائد مشرکین و معاندین اسلام کے پڑھ رہا ہوں، کہیں یہ ظلمت و قساوت اسی کا نتیجہ تو نہیں۔ حضرت والا نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

اس تفاوت کا یہی سبب ہے مگر اس کی حقیقت قساوت یا ظلمت نہیں کیونکہ حقیقی قساوت یا ظلمت ہمیشہ اعتقادی ہوتی ہے اور یہ کیفیت اور اثر طبعی ہے جیسا ایک انقباض گوہ کھانے میں ہو یہ مشابہ ہے اس حقیقی قساوت و ظلمت کے اور ایک انقباض ہاتھ پاؤں میں نجاست لگ جانے سے ہو یہ مشابہ ہے اس کیفیت و اثر زیر بحث کے اور ظاہر ہے کہ گوہ کھانا بوجہ معصیت ہونے کے مضر باطن ہے اور نجاست

بدن کو لگ جانا مضر باطن نہیں بلکہ اگر بقصد تطہیر اپنے جسد کے یا غیر کے جسد کے ہاتھ لگانا پڑے تو بوجہ طاعت ہونے کے باطن کو زیادہ نافع ہوگا۔ اور اس میں جو طبعی کدورت وکلفت ہوتی ہے وہ بوجہ مجاہدہ ہونے کے موجب اجر وقرب ہوگا اور اس کے بعد جو مٹی سے صابون سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھویا جائے گا پہلے سے زیادہ پاک صاف ہو جائیگا پس آپ ماشاء اللہ تطہیر میں مشغول ہیں آپ کی طہارت اور نورانیت میں اضافہ ہورہا ہے البتہ ساتھ ساتھ صابون بھی استعمال میں رہے تو بہتر ہے یعنی کسی قدر مطالعہ تصوف وذکر اللہ۔

بعض طالبین کے احوال

ایک طالب نے لکھا کہ ان دنوں بجز ذکر اسم ذات کے کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ حد یہ ہے کہ درس حدیث وتلاوت قرآن میں بھی، حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ ابتداء میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو ہر وقت دودھ ہی مرغوب ہوتا ہے پھر ہر وقت پر اس کے مناسب اشیاء مرغوب ہونے لگتی ہے اور اکثر اس کا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ ذکر میں ایک گونہ بساطت ہے۔ قرآن وحدیث میں ایک گونہ ترکیب ہے اور بساطت یکسوی سے اقرب ہے اور ترکیب بوجہ اختلاف اجزا تشویش سے قریب ہے۔

ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت کا خوف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تحریر فرمایا کہ اس کا منشاء محبت مشوب بہ عظمت ہے جو طریق میں نہایت نافع ہے۔

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات میں سرور نہیں پیدا ہوتا تحریر فرمایا کہ سرور مقصود ہے یا حضور اور حضور بھی اختیاری یا غیر اختیاری۔

ایک طالب نے لکھا کہ نماز میں لطف نہیں آتا۔ تحریر فرمایا کہ لطف ضروری ہے یا عمل؟

ایک طالب نے لکھا کہ حضور کے ساتھ غلبہ محبت کا آج کل یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کم محسوس کرتا ہوں تحریر فرمایا کہ یہ شبہ صحیح نہیں۔ حق تعالیٰ کی محبت میں شان عقلیت غالب ہوتی ہے اور اپنے مجانس کی محبت میں شان طبیعت غالب ہے اور سرسری نظر میں محبت عقلی محبت طبعی کے سامنے ضعیف ومضمحل معلوم ہوتی ہے اس سے وہ شبہ ہو جاتا ہے حالانکہ امر بالعکس ہے۔ چنانچہ اگر اسی محبوب طبعی سے نعوذ باللہ حق اللہ کی شان کے خلاف کوئی معاملہ قولی یا فعلی صادر ہو تو وہی محبوب فوراً مبغوض ہو جائے

جس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ ہی کی محبوبیت غالب ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ میں لوگوں کے اصرار سے لمبی سورتیں پڑھتا ہوں کبھی کبھی بعد نماز جی خوش ہوتا ہے کہ قرآن مجید بہت اچھا پڑھا۔ دل میں یہ سوچ لیتا ہوں کہ یہ میرا کمال نہیں محض انعام الٰہی ہے۔ کیا یہ اصلاح کافی ہے۔ تحریر فرمایا کہ مسنون سورتوں میں جو چھوٹی ہوں وہ پڑھا کرو اور بہت جوش سے مت پڑھا کرو یہ عمل اصلاح ہے اور لفظی اصلاح کافی نہیں۔

ایک بیوہ نے لکھا کہ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گذر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں ہوتی۔ تحریر فرمایا کہ سکون مطلوب ہی نہیں، عمل مطلوب ہے، ظاہری بھی باطنی بھی، ظاہری تو جانتی ہو، باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا، سکون و دل جمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔

حضرت والا کے صاحب اجازت کو لوگوں نے زبردستی میونسپلٹی کا ممبر بنا دیا بالآخر حضرت کی خدمت میں لکھا تا کہ گلوخلاصی ہو۔ تحریر فرمایا جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو تعلق مع الخلق بلاضرورت سراسر مضرت ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق ہے وہ حق خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہو جائے ورنہ حق خلق ادا ہوتا ہے نہ حق خالق۔ یہ تجربہ ہے اور ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا اسی لئے ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم بلخیؒ، حضرت شجاع کرمانی کے واقعات معلوم ہیں اور حضرات خلفائے راشدین پر اپنے کو قیاس نہ کیا جائے۔

ع۔ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

ایک طالب نے لکھا مروت مجھ کو بہت ہے۔ جس سے بعض دفعہ خلاف شرع کام سرزد ہو جاتے ہیں محض اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دکھے انکار اس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ پسینہ آ جاتا ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ دشوار ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ جہاں مروت کرنا خلاف شرع نہ ہو اس مروت پر عمل جائز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو جائز نہیں گو دشواری اور تکلیف ہو، اس تکلیف کو برداشت کرو۔ اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔

ایک طالب نے لکھا، تابعدار معمولات ادا کئے جاتا ہے مگر قلب کی حالت بدستور ہے۔ تحریر فرمایا کہ کیا یہ نعمت نہیں کہ دووقت روٹی ملے اور صحت وقوت بحال رہے گو اس میں ترقی نہ ہو۔

ایک طالب نے لکھا کہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا کہ کچھ عرض معروض کر سکوں، فرمایا کہ نا قابلی کا اعتقاد اس طریق میں قابل ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ جو کچھ معمولات ادا کرتا ہوں محض عادۃً کرتا ہوں، تحریر فرمایا کہ کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔

ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر کروں۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے۔ قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔ ان ہی صاحب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں مجھے ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں۔ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں، مقصود صرف ذکر ہے۔ اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں رفتار سے تو اصل مقصود تو منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں انہیں صاحب نے لکھا تھا کہ صحیح طریقہ اذکار کا معلوم ہو جائے تا کہ ان کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوں تحریر فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے۔ انہوں نے لطائف ستہ کی کوشش کرنے کا حال بھی لکھا تھا تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔

ایک طالب نے لکھا کہ گوشت کی دوکان پر جانے کی ضرورت تھی اور میں حجاب محسوس کرتا تھا۔ اس سے شبہ کبر کا معلوم ہوتا ہے تحریر فرمایا کہ حجاب اور چیز ہے اور کبر اور چیز ہے حجاب کی حقیقت خجلت ہے جس کا سبب مخالفت عادت ہے حتیٰ کہ اگر اس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جائے تو اس سے بھی شرمائے مثلاً کوئی ہاتھی پر بٹھلا کر دس بیس سوار جلوس میں کر کے جلوس نکالے۔

فرمایا کبر کا ایک عملی علاج یہ ہے کہ ایسے کام شروع کرو جو شرع کے خلاف تو نہ ہوں مگر وضع کے خلاف ہوں اور عرفاً موجب ذلت ہوں۔

ایک طالب کو جو مدرس تھے اور جنہوں نے بوجہ کثرت کار تعلیم عدم مواظبت معمولات پر سخت افسوس کا اظہار کیا تھا۔ یہ جواب تحریر فرمایا کہ افسوس بھی ایک درجہ میں مواظبت کا بدل ہے جب عدم

مواظبت کسی عذر سے ہو۔

ایک طالب نے لکھا کہ احقر جب بھی کوئی اچھی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ میرے پاس ہوتو اچھا ہو۔ پھر کوشش کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے کسی طرح سے حاصل ہوجائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں حرص دنیا ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ہوتو علاج ارشاد فرمایا جائے اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔

مرض تو نہیں مگر مفضی الی المرض ہونے کا احتمال ہے علاج اس کا یہ ہے کہ بجز داس تمنا کے یہ عزم کیا جائے کہ اگر یہ چیز مجھے مل بھی گئی فوراً کسی کو ہبہ کردوں گا خصوص اس شخص کو جس کے پاس ایسی چیز پہلے سے موجود ہے یا اگر اس سے ایسی بے تکلفی نہ ہوئی تو کسی دوسرے کو دے دوں گا۔ اگر وہ چیز اتفاق سے اپنی ضرورت کی ہوئی تو اس کے دام مساکین کو دیدوں گا جب تک ایسی تمنا زائل نہ ہوگی۔ ایسا ہی کیا کروں گا اور دعا بھی کرتا ہوں۔

ایک طالب نے لکھا کہ نماز اور ذکر کے قبل اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بے کار ہے میں کوئی بزرگ تو ہو نہیں سکتا۔ رہے احکام اس کی پابندی کرلی جائے تو اس کیلئے زیادہ فکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بخشائش تو رحمت پر منحصر ہے الخ

جواب تحریر فرمایا کہ ایک علاج یہ سوچنا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کیلئے نہیں بلکہ مالک کا حق ہے مملوک پر اور مغفرت مستقل تبرع وعنایت ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ مجھے دین ودنیا کے متعلق یہ ہوس ہوا کرتی ہے کہ جو چیز اور جو بات ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہو اور اس میں ہر فن میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ جس دنیوی چیز کی تمنا ہو اس کے فنا کا استحضار کرو تا کہ اس کا ہیچ اور بے نتیجہ ہونا مستحضر ہو۔ اور اگر وہ دین میں مضر ہو تو اس کے نتیجہ بد کا استحضار کرو اس مراقبہ کے بار بار استعمال کرنے سے یہ ہوس مضمحل ہوجائے گی۔ اور اگر وہ امر دینی ہے تو اس کی تمنا محمود ہے اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ البتہ شرط یہ ہے کہ جس کو وہ نعمت عطا ہوئی ہے اس سے زائل ہونے کی تمنا نہ ہو، ورنہ وہ حسد وحرام ہے۔ اگر خدانا کردہ ایسا ہو تو اس کے متعلق مستقل سوال کیا جائے۔ باقی اعتدال کی بھی دعا کرتا ہوں۔

فرمایا کہ ریا ہر خیال کا نام نہیں، بلکہ جس خیال کی بنا قصد رضائے خلق بذریعہ دین ہو۔

ایک طالب نے احوال باطنی میں کمی کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ ایسی کمی بیشی لازم عادی ہے یکساں حال رہ ہی نہیں سکتا، دوام تو اعمال پر ہوتا ہے نہ کہ احوال پر۔ یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اس میں مصالح ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے مثلاً غیبت کے بعد حضور میں زیادہ لذت ہونا اور مثلاً غیبت میں انکسار وندامت کا غالب آنا اور مثلاً اپنے عجز و کا مشاہدہ ہونا ومثل ذلک۔

نماز میں یکسوئی کی تدبیر

ایک طالب کے استفسار پر نماز میں یکسوئی کی یہ تدبیر تحریر فرمائی کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد رکوع کرنا ہے، رکوع میں اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے وعلیٰ ہذا۔ بلکہ ہر رکن میں صرف اسی رکن کو مقصود بالاداء سمجھے اور اس طرف متوجہ رہے اسی طرح پھر دوسری رکعت میں الیٰ آخر الصلوٰۃ۔

علاج کبر

ایک طالب نے لکھا کہ حضور جب کسی شخص میں فی الواقع خداداد فضیلتیں موجود ہیں تو اب ان موجودہ فضیلتوں کو کس طرح اپنے میں معدوم سمجھ کر اپنے آپ کو دوسروں سے ادنیٰ سمجھے۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور اس کو مردود مطرود سمجھنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ فی الحال اس کو کوئی عمل صالح ایسا ہو کہ اس کے تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اس میں کوئی رذیلہ ایسا ہو کہ اس کے سب رذائل سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔ یا فی الحال نہ ہو تو فی المآل اس کا احتمال ہے بس ان دونوں احتمالوں کا مستحضر رکھنا علاج کبر کیلئے کافی ہے۔ انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں۔

غصہ کا علاج

۱۔ ایک طالب کو غصہ کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ مغضوب علیہ کو اپنے پاس سے جدا کر دیا جائے یا اس کے پاس سے خود جدا ہو جائیں اور فوراً کسی شغل میں لگ جائیں۔

۲۔ اسی طرح ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ اس کا التزام کریں کہ جب ایسا ہو جائے مغضوب

علیہ کو کچھ ہدیہ دیا کریں۔ گو قلیل ہی مقدار میں ہو۔

۳۔ اسی طرح ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ جس پر غصہ کیا جائے۔ بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے، پاؤں پکڑے بلکہ اس کے جوتے سر پر رکھے ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آ جائے گی۔

۴۔ اسی طرح ایک طالب کا غصہ کا یہ تدارک تحریر فرمایا کہ ایسے بے جا اور بیحد غصہ پر دو وقت کا فاقہ کرو۔

۵۔ ایک طالب نے جو افسر پولیس ہیں اپنی بیوی کی شکایت لکھی کہ آئے دن مجھ سے لڑتی رہتی ہے۔ روز کے طعنوں اور لڑائی جھگڑے سے سخت پریشان ہوں اور خوف ہے کہ کوئی بری راہ نہ اختیار کر بیٹھوں۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ایسا نہ کیجئے ممکن ہے کہ ان کے نہ ہونے سے اس سے زیادہ تکلیف ہو، اور مشورہ کے متعلق فرمایا کہ مشورہ تو اہل تجربہ دیتے ہیں، میں خود اس شعر کا مصداق ہوں ؎

آں را کہ عقل و ہمت و تدبیر و رائے نیست

خوش گفت پردہ دار کہ کس در سرائے نیست

البتہ بجائے تجربہ کے جذبات رکھتا ہوں ان جذبات کی بناء پر رائے دیتا ہوں کہ بی بی کو ایسے وقت شیطان کی مینا سمجھ کر نقال اور تماشہ سمجھ لیا کیجئے۔ غیظ نہ ہوگا چنانچہ انہوں نے لکھا کہ اس فقرے سے بہت لطف آیا اور اب بجائے غیظ کے رحم آنے لگا۔

روح الطریق

مقصود تو رضائے حق ہے اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل، سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے۔ دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں۔ معاصی اور فضول میں مشغولی اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام۔ اس کے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف، استعداد مقصود میں اوپر سویر ہوتی ہے میں سب کچھ لکھ چکا۔

فتوح الطریق

ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے ، جواب تحریر فرمایا کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی کچھ اعمال منہ عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی، ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔
مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانت طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔

وضوح الطریق

ایک طالب نے پوچھا کہ میں ایک اناڑی آدمی ہوں حضور مطلع فرمائیں کہ بزرگوں سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے اور اس کے مطابق مجھ عامی مشغول کو طریق تعلیم ارشاد فرمائیں۔ اس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا۔
نفس میں کچھ امراض ہوتے ہیں ان کا علاج کتابوں میں لکھا ہے مگر جیسے جسمانی امراض کا علاج گو کتابوں میں لکھا ہے، لیکن پھر بھی طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اسی درجہ میں نفسانی امراض کے معالجہ میں شیخ یعنی معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آ گئی ہو تو پھر امراض بتلاؤں گا۔ پھر اس کے سمجھ جانیکے بعد علاج بتلاؤں گا۔

تسہیل الطریق

ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے ادھیڑ پن کے اور کچھ نہیں۔ اس کا جواب تحریر فرمایا۔ خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا علاج ہی نہیں۔ باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں۔ اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔

الیم فی السم

ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی ایسا وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو۔ جواب تحریر فرمایا کہ طاعات اور معاصی دونوں امور اختیاریہ ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی، جس کی حقیقت ہے مخالفت (یعنی مقاومت) نفس اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے تمام فن لکھ دیا۔ آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں۔ اول بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص۔ دوسرے بعض ترک مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔

الطم فی السم

ایک طالب نے اپنے حالات لکھ کر اصلاح چاہی تھی۔ جواب ارقام فرمایا کہ غیر اختیاری میں در پے نہ ہونا۔ اختیاری میں ہمت کرنا۔ اس میں جو کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار اور اس کا تدارک اور توفیق کی دعا کرنا یہی اصلاح ہے۔

توکل وتفویض کا فرق

فرمایا کہ توکل بعض کیلئے مطلق تدبیر ظنی کو ترک کرنا ہے کہ تدبیر غیر مباح کو اور انہماک فی التدبیر المباح کو ترک کر دے۔ اور تفویض یہ کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا وہ واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔ حقیقت تفویض کی توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس درجہ کا علیا کا اثر رضا ہے۔

اصلی مطلوب دعا

فرمایا کہ دعا سے اصل مطلوب حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق معین اختیار کیا ہے یہ مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طریق ہیں لہذا وہ جس طریق سے توجہ خاص فرمائیں وہ اجابت دعا ہی ہے خواہ وہ عبد کا مجوزہ طریق ہو یا حق تعالیٰ کا مجوزہ طریق ہو

ف: جو شخص صرف حاجت پورا کرنے کو نعمت سمجھتا ہے وہ محجوب ہے بلکہ اصل نعمت مولے کی توجہ اور التفات اور اس کا جواب وخطاب ہے اور اللہ تعالیٰ سے کلام وسلام اور سوال وجواب اور رضا ہی کا نام تو وصول ہے۔ ہاں وصول کے درجات میں کسی کو اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور کسی کو ادنیٰ مگر کوئی مومن وصول سے محروم نہ رہے گا یہی وہ ولایت عامہ ہے جو ہر مسلمان کو حاصل ہے والله ولی الذین امنو ا الاية

کبر کی حقیقت اور ماتحتوں کیساتھ وقوع کبر کا علاج

ایک صاحب نے کبر کی حقیقت کے متعلق سوال کیا اور یہ بھی لکھا کہ اپنے ماتحتوں پر اگر زیادتی ہو جائے تو ان سے معافی مانگنے میں مصالح فوت ہوتے ہیں اس کا جواب حسب ذیل ارقام فرمایا۔

کبر کی حقیقت ہے اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھنا اس طرح سے کہ اس دوسرے کو حقیر سمجھے پھر اس بڑے سمجھنے میں درجہ ہیں۔ ایک بے اختیار بڑائی کا آنا اور ایک بالاختیار ایسا خیال کرنا پھر اول میں دو درجے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس خیال کے مقتضاء پر عمل نہ کرنا یہ مذموم نہیں۔ دوسرے اس پر عمل کرنا یہ مذموم ومعصیت ہے۔ اسی طرح قصداً بڑا سمجھنا یہ بھی علی الاطلاق مذموم ہے گو اس کے مقتضاء پر عمل بھی نہ ہو۔ امر ثانی کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ سے معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کرے گا۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ شرمندہ ہوگا۔ یہ اس وقت تک عذر ہے جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں۔ ان صورتوں میں تو صرف اس کو خوش کر دیا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائیگا۔ اور اگر اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں مثلاً ملازم کو موقوف کر دیا۔ یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا۔ اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جائے کیونکہ یہاں دونوں عذر نہیں اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے۔ گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے لیکن کبر کے مقتضاء پر عمل تو ہوا غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر کبر عملی ضرور ہے اور اگر کبر کی تقسیم کو کوئی قبول نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا۔ جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہو تو ظلم کا تو ہوا۔

فرمایا کہ جو تشتت تحصیل جمعیت میں ہو وہ اثر میں جمعیت ہی ہے۔ مضر نہیں۔

تعلق غالب کی تعریف

فرمایا کہ تعلق مغلوب مذموم نہیں بلکہ ایسا تعلق مذموم ہے کہ محل تعلق کے بعد یا اس کے فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بے چین کردے کہ اسی کے تصور و حسرت میں اشتغال ہو جائے اور اس اشتغال سے طاعات میں قلت وضعف آجائے۔ اگر یہ نوبت نہ پہنچے تو محض حزن کا اثر مانع نہیں ہے۔ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزن شدید کا کوئی انکار کر سکتا ہے اور کیا ان کی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے۔

علاج حب جاہ

ایک طالب نے لکھا کہ میرے اندر حب جاہ ہے جی چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریفیں اور ثنائیں بیان کریں اور تعریف سے ایک فرحت اور خوشی ہوتی ہے اگر کوئی تعریف یا مذمت سے خاموش رہے تو یہ نفس پر نہایت ناگوار گزرتا ہے الخ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی "داعیہ نفس کا استحضار اور داعیہ کی عملی مخالفت"۔ اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے ان ہی دو جز سے۔ اول اس رذیلہ کی جو مذمتیں اور وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ زبان سے بھی انکار تکرار بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ایسا عقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح سے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کہ لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم ومدح کی رکھی جائے۔ اور عملی جز و یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہو۔ اس پر عمل کر کے ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دی جائے۔

علاج ترفع

اول میں یہ اعتقاد رکھیں کہ میں سب سے کمتر ہوں۔ اور اس اعتقاد کیلئے اپنے معائب کا استحضار معین ہوگا۔ اور جن کی بے وقعتی ذہن میں آیئے ان کی خوب تکریم کی جائے۔ اور تکلف سے ان سے سلام کیجئے گو نفس کو ناگواری غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ نہیں ہے لیکن معاملہ اختیاری ہے اس میں

اخلال موجب مواخذہ ہے ان شاء اللہ اس سے منشائے فساد بھی ضعیف ہو جائے گا واللہ الموفق۔

ایک طالب نے لکھا کہ رضا بالقضا کے حصول کیلئے کوئی علاج تحریر فرمایا جائے۔ اور اس کا معیار اور مقدار بھی کہ انسان اس کے متعلق کس قدر کا مکلّف ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ رضا بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضائے طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے۔ اول حال ہے جس کا عبد مکلّف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلّف ہے۔ تدبیر اس کے تحصیل کی استحضار رحمت وحکمت الٰہیہ ہے واقعات خلاف طبع ہیں۔

نسبت کی حقیقت

نسبت کی لغوی معنی ہیں لگاؤ و تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق یعنی ''اطاعت دائمہ وذکر غالب۔'' اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول ورضا جیسا عاشق مطیع اور وقار معشوق میں ہوتا ہے۔ اور صاحب نسبت ہونے کی یہ علامت تحریر فرمائی کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرۃ ونفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور اس کی طرف دینداروں کی زیادہ توجہ اور دنیاداروں کی کم مگر یہ پہچان خصوص اس کا جز واول عوام مجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریق کو زیادہ۔

ف: جب نسبت کے معنی معلوم ہو گئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق وکافر صاحب نسبت نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگ غلطی سے نسبت کے معنی خاص کیفیات کو (جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت ومجاہدہ کا) سمجھتے ہیں۔ یہ کیفیت ہر مرتاض میں ہو سکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلاء کی ہے۔

مکتوب مفرح القلوب

پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں کہتے۔ سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں۔ اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی تو توقع ہی چھوڑ دینا واجب ہے۔ ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے۔

بس اسی طرح سے عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے وھذا ھو معنی ما قال الرومی۔

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دم آخر بود ☆ کہ عنایت باتوصاحب سر بود

یہ بھی تحریر فرمایا کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس کا اثر یہ ہے کہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے اللھم کن لی واجعلنی لک ۔

چند حکایات

۱۔ تواضع سے عزت ہوتی ہے نہ کہ ذلت

فرمایا کہ میں طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ طلباء کے ساتھ باہر تفریح کو گیا آم کا زمانہ تھا طلباء چونکہ آزاد ہوتے ہیں ایک باغ میں درخت پر چڑھ کر آم توڑنے لگے ۔ باغ والا آ گیا تو وہ لڑنے لگا اور طلباء بھی لڑنے لگے میں اکیلا چپ کھڑا رہا کیونکہ باغ والا حق پر تھا اور یہ ساتھی تھے ۔ میری خاموشی کا اس باغ والے پر اتنا اثر ہوا کہ شرمندہ ہو کر معذرت کرنے لگا اور سب آم توڑے ہوئے دیدیئے اور کہا کہ آپ لوگوں کو ایسا نہ چاہیے اور گو باغ آپ کا ہے مگر دریافت تو کر لینا چاہیے پھر جب تک آموں کی فصل رہی وہ مجھے آم بھیجتا رہا ۔

۲۔ تقویٰ کلابی

ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ۔ اسے حمل رہ گیا لوگوں نے ملامت کی کہ کم بخت عزل ہی کر لیا ہوتا ۔ کہا خیال تو مجھے بھی آیا تھا مگر علماء نے اس کو مکروہ لکھا ہے اس لئے نہ کیا ۔ خوب ! تو کیا زنا کو جائز لکھا ہے اسی کو تقویٰ کلابی کہتے ہیں یعنی کتوں کا سا تقویٰ کہ موتتے وقت تو ٹانگ اٹھا کر موتتا ہے (کہ چھینٹ نہ پڑے ٹانگ پر) اور کھانے کو گو بھی کھا لیتا ہے ۔

۳۔ دل میں جو بسا ہوتا ہے ہر موقع پر وہی یاد آتا ہے !

(۱) فرمایا مجھے ریل میں ایک بنیا ملا ۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے یہاں گیہوں کا کیا

نرخ ہے میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں وہ تعجب سے کہنے لگا کہ گیہوں کا نرخ معلوم نہیں۔ سچ فرمایا ؎

بس کہ درجان فگار دچشم بیدارم توئی ☆ ہرچہ پیدامی شوداز دور پندارام توئی

(۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے ایک ککڑی والے نے آواز لگائی الخیار العشرۃ بدانق بس آپ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے کہ جہاں دس دس خیار کی یہ قیمت ہے وہاں ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔

۴۔ شیخ کے ساتھ عقیدت کی ضرورت ہے

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ڈاکو کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی بستی میں لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ لوگوں کو اس سے عقیدت ہوئی۔ اس کے پاس آنے لگے بعضے مرید ہو کر وہیں ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔ خدا کی قدرت کے بعضے ان میں صاحب مقام بھی ہو گئے ایک دن ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب ہوئے کہ دیکھیں اپنے پیر کا مقام کیا ہے مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ہر چند مراقبہ کیا مگر کچھ ہو تو نظر آئے۔ ناچار ہو کر اپنے پیر سے کہا، پیر میں چونکہ ذکر اللہ کی برکت سے صدق کی شان پیدا ہو چکی تھی۔ سب قصہ صاف کہہ دیا کہ میں تو کچھ نہیں ایک ڈاکو ہوں۔ پھر انہوں نے سب نے ملکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پیر کو بھی صاحب مقام بنا دیا۔ دیکھئے یہاں صرف عقیدت ہی عقیدت تھی باقی میدان صاف تھا۔ اس حکایت سے عقیدت کے نفع کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

مقبول بندہ کا احترام بھی جاذب رحمت الٰہی ہے

فرمایا کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کسی نہر پر وضو کرنے بیٹھے اور ان سے قبل اوپر کی طرف ایک اور شخص وضو کر رہا تھا وہ ادباً امام صاحب کے پائین جا کر بیٹھ گیا۔ کسی شخص نے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر مغفرت فرمائی کہ جا تجھ کو محض اس بات پر بخش دیا کہ تو نے ہمارے ایک مقبول بندہ کا احترام کیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب ایسے بہانوں سے مغفرت ہو جاتی ہے تو اب کسی کو کیا حقیر سمجھئے میرے خیال میں عذاب تو ایسے متمرد کو ہوگا جو کسی طرح بچے نہیں اور خود چاہے کہ مجھے عذاب ہو، سچ ہے ؎

شماتت سے کسی کے فعل پر نکیر کرنا

گوالیار کی فوج میں ایک شخص داڑھی منڈاتا تھا لوگ ہر چند ملامت کرتے لیکن باز نہ آتا تھا۔ اس کے بعد اتفاقاً راجہ نے قانون نافذ کر دیا کہ فوجی آدمی سب داڑھی منڈایا کریں۔ اس پر سب لوگوں نے اس سے کہا کہ بھائی خوش ہو جاؤ ہم تو تجھے ملامت کرتے تھے۔ اب سب کو تجھ جیسے ہی ہونے کا حکم ہو گیا۔ اس نے کہا پہلے تو میں شرارت نفس سے ایسا کرتا تھا اب ایک کافر راجہ کا حکم ہے تو اس کے کہنے سے شریعت کو نہ چھوڑوں گا اور ڈاڑھی نہ منڈاؤں گا گھانس کھود کر یا اور کسی ذریعہ سے گذر کر لوں گا۔ چنانچہ اس نے فوراً نوکری چھوڑ دی اور جو لوگ اس پر ملامت کرتے تھے انہوں نے سب نے ڈاڑھی منڈائی۔ اب بتلایئے اس کے قلب کی حالت کسے معلوم تھی اور حق تعالیٰ زیادہ قلب ہی کو دیکھتے ہیں۔ ان اللہ ینظر الیٰ قلوبکم و نیاتکم و لاینظر الیٰ صورکم و اموالکم۔ سچ یہ ہے ؎

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر ☆ غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
سب سے ربط آشنائی ہے اسے ☆ دل میں ہر اک کے رسائی ہے اسے
زوجہ فرعون ہووے طاہرہ ☆ اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زادۂ آذر خلیل اللہ ہو ☆ اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو
کچھ نہیں دم مارنے کا ہے مقام ☆ پہنچے اس نکتہ کو کب فہم عوام

۷۔ اختیاری کوتاہی کا علاج باعث مغفرت

فرمایا کہ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک تحصیلدار صاحب جو ڈاڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے شکار میں کسی گولی سے مر گئے مرنے کے وقت کہنے لگے بڑے شرم کی بات ہے کہ خدا کے سامنے یہ صورت لے کر کیسے جاؤں۔ فوراً انہوں نے قینچی منگائی اور مونچھیں ترشوائیں اور کہا کہ داڑھی کا بڑھانا تو میرے اختیار میں نہیں ہے مگر مونچھیں تراشنا تو میرے اختیار میں ہے۔

۸۔ حضرت علیؓ کی خوش طبعی

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ وحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے (حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے قد کے تھے اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دراز قد تھے) حضرت علیؓ شاعر بھی تھے اور بڑے خوش مزاج بھی تھے اور عموماً شاعر خوش مزاج ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی بیننا کالنون فی لنا (ترجمہ: حضرت علی ہمارے درمیان ایسے ہیں جیسے (لفظ) نون لنا کے درمیان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ جواب دیا لولا کنت بینکما لکنتما لا۔ ترجمہ: اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم ''لا'' ہوتے (یعنی کچھ بھی نہ ہوتے)۔

۹۔ صحابہؓ خوش مزاج تھے

فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت علیؓ میں مزاح نہ ہوتا تو میں اپنی حیات ہی میں ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ مزاح سے وقار جاتا رہتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش مزاج بہت تھے۔ اکثر ہنستے بولتے رہتے تھے۔ اور یوں سب ہی حضرات صحابہؓ خوش مزاج تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ کے دو شعر بھی دیکھے ہیں۔

ابوبکر حبا فی اللہ مالا — واعتق من ذخائرہ بلالا

وقد واسی السبی بکل فضلٍ — واسرع فی احابتہ بلالا

۱۰۔ حکومت بڑی ذمہ داری کی چیز ہے

فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وفات سے دو برس کے بعد خواب میں دیکھا کہ پیشانی کا پسینہ صاف کررہے ہیں۔ پوچھا یا امیر المومنین آپ کا کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں قریب تھا کہ عمر کا تخت لوٹ جائے مگر میں نے اللہ کو بڑا رحیم کریم پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھ لیجئے یہ حکومت ایسی چیز ہے جس کی لوگ ہوسیں کرتے ہیں کیا حضرت عمرؓ جیسا انصاف کسی میں ہو سکتا ہے اور پھر بھی ان کا یہ واقعہ ہے۔

۱۱۔ سلف اور ہم میں فرق

فرمایا امام نخعی رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ راستہ میں کوئی چیز گر گئی۔ گھوڑا ذرا آگے بڑھ گیا جب معلوم ہوا تو گھوڑے کو وہیں روک کر خود اتر کر وہ چیز اٹھا لائے اور پھر گھوڑے پر سوار ہوئے کسی نے عرض کیا کہ گھوڑے ہی کو لوٹا کر اس کو اٹھا لیتے فرمایا کہ یہ مسافت عقد میں نہ ٹھہری تھی اس لئے ایسا کرنا جائز نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ سلف میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ اگر ہم ہوتے اس کے جائز کرنیکے لئے ہزار بہانے نکال لیتے۔

۱۲۔ رات بھر جاگنا

فرمایا کہ ایک پنجابی درویش مجھ سے جب ملتے تو فرماتے خواجہ رات کا سونا چھوڑ دے جو کچھ کسی کو ملا ہے رات کے جاگنے ہی سے ملا ہے۔ میں نے ہنس کر کہا کہ سونا تو نہیں چھوڑا جاتا راگ ہو تو چھوڑ دوں۔

۱۳۔ بزرگوں کا سوال و جواب بھی لطیف ہوتا ہے

فرمایا کہ حضرت صابرؒ نے شیخ شمس الدین ترکیؒ کو پانی پت کی خدمت سپرد کی۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ زندہ تھے۔ انہوں نے اپنا ایک پیالہ جو پانی سے بالکل لبریز تھا شاہ شمس الدینؒ کی خدمت میں روانہ کیا آپ نے اس پر ایک پھول رکھ کر واپس فرما دیا۔ شاہ قلندرؒ کا یہ مقصود تھا کہ جیسے یہ کٹورا پانی سے لبریز ہے اور اس میں اور پانی کی گنجائش نہیں اسی طرح یہ پانی پت میری ولایت سے لبریز ہے۔ اس میں آپ کے قیام کی حاجت نہیں شیخ شمس الدینؒ نے پانی کے پیالہ پر پھول رکھ کر یہ کہہ دیا کہ کچھ حرج نہیں میں مثل پھول کے رہوں گا۔ جیسا کہ اس پیالہ میں پھول سما گیا۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی عجیب عجیب طرح حفاظت کرتا ہے

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک مقام پر دو میاں بیوی نہایت خوشحال تھے ان کے کوئی اولاد نہ تھی آرام سے رہتے تھے ایک مرتبہ ایک کوٹھری کے اندر سو رہے تھے اسی کوٹھری میں چوروں نے نقب لگائی کیونکہ اس کوٹھری میں روپیہ نکلنے کا گمان تھا پھر احتیاط کے لئے ان کی

چار پائی وہاں سے پکڑ اکر باہر صحن میں کر دی کہ جاگ کر غل نہ مچادیں جوں ہی چار پائی باہر رکھ کر آئے ہیں کہ یکا یک چھت گر گئی سولہ وہیں دب کر رہ گئے ۔ جب میاں بیوی صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ ہماری چار پائی باہر ہے اور چھت گری پڑی ہے خدا کا بڑا شکر ادا کیا مٹھائی تقسیم کی اور سمجھے کہ ضرور ہماری چار پائی فرشتوں نے اٹھا کر باہر کی ہے ۔ جب مزدوروں کو بلا کر وہاں سے مٹی اٹھائی گئی تو سولہ نعشیں نکلیں اس وقت سمجھ میں آیا کہ چار پائی اٹھانے والے یہ سولہ شیطان یعنی چور ہیں ۔ ہمارے حضرت نے فرمایا دیکھئے تو ان میاں بیوی کی تو حیات اور ان چوروں کی موت مقدر تھی ان کے دل میں کیا مال کی محبت ڈالی کہ فلاں جگہ نقب لگاؤ مال ملے گا ۔ اور کیسے چار پائی باہر رکھوائی ۔

۱۵۔ طمع بری بلا ہے

طمع بری بلا ہے ۔ فرمایا کہ میرے دوست مارہرہ کے رہنے والے کہتے تھے کہ ایک سرائے میں ہم چند آدمی کھانا کھا رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آیا ایک نے بہت ادب سے سلام کیا ۔ لوگوں نے ملامت کی تو اس نے کہا کہ جن بھی کتے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں سو ممکن ہے یہ جن ہو اور جنوں میں بھی جنوں کا بادشاہ ہو اور ممکن ہے کہ مجھ سے راضی ہو کر مجھے کچھ دیدے ۔ دیکھئے اس نے کتنے بعید احتمالات اور امکانات نکالے ۔

۱۶۔ والی کابل عبدالرحمٰن خاں کا عدل

فرمایا کہ میرے پیر بھائی محمد خاں صاحب خورجہ والے ایک واقعہ امیر عبدالرحمٰن خاں والی کابل کا بیان کرتے تھے کہ ان کی بیوی کے ہاتھ سے ایک قتل ہو گیا ایک ماما کو پستول سے مار ڈالا ۔ امیر عبدالرحمٰن خاں سے ماما کے ورثہ نے فریاد کی ۔ حکم فرمایا کہ قاضی شرع کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا جائے اور بعد تحقیق شرعی کے جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے ۔ چنانچہ وہاں دعویٰ دائر ہوا قاضی نے کہلا بھیجا کہ مجرم کی حراست کی ضرورت ہے مگر شاہی محل کا معاملہ ہے وہاں تک رسائی کیسے ہو سکتی ہے فوراً فوج کو حکم دیا کہ قاضی صاحب کے ماتحت کام کریں باضابطہ محل سے گرفتاری ہوئی اور بیانات لئے گئے مقدمہ شروع ہو گیا امیر صاحب کے صاحبزادے امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ عرض کیا کہ والدہ کے متعلق کیا ہوگا فرمایا کہ بیٹا میں اس میں مجبور ہوں جو حکم شرعی ہوگا وہ ہوگا ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری تو ماں ہے اس

لئے تمہیں اس کا خیال ہے اور میری بیوی ہے اس لئے مجھ کو بھی خیال ہے مگر حکم شرعی کے سامنے چون و چرا کی کیا گنجائش ہے۔ اور تعجب ہے کہ تم کو اپنی بڑھیا ماں کا تو خیال ہے اور بوڑھے باپ کا خیال نہیں کہ رعایت کرنے سے میدان محشر میں خدا کے سامنے گھسٹا گھسٹا پھرے گا۔ غرض مقدمہ ہوا اور قاتلہ کے اقراء سے قتل ثابت ہو گیا۔ قاضی شرع نے حکم قصاص کا صادر کر دیا صاحبزادوں نے امیر صاحب سے عرض کیا کہ اگر مقتول کے ورثا کو کچھ دے کر راضی کر لیں اور وہ اپنا حق معاف کر دیں تو اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں شریعت میں اس کو دیت کہتے ہیں مگر یہ شرط ہے کہ وہ طیب خاطر سے اس پر رضامند ہوں۔ کوئی حکومت کا اثر یا دباؤ ان پر نہ ڈالا جائے غرض کہ کوشش کر کے ان کو راضی کیا انہوں نے بہ خوشی معاف کر دیا تب بیگم صاحبہ کی جان بچی۔ یہ ہے عدل، ایسے شخص کو حکومت کرنا جائز ہے اور اگر بادشاہ ہو کر اس میں عدل نہ ہو بلکہ ظلم ہو بے حد قبیح ہے۔

۱۷۔ والی کابل عبدالرحمٰن کی فراست

فرمایا کہ وہی محمد خاں راوی ہیں (وہ چندروز امیر صاحب کے مہمان بھی رہے ہیں) کہتے تھے کہ میں نے ایک شب میں خلوت میں فلاح ملک کے متعلق کچھ اصلاح یادداشت بطور نوٹ کے لکھی تھیں اس خیال سے کہ صبح دربار میں امیر صاحب کو مشورہ دوں گا کہ ان چیزوں کی ملک میں ضرورت ہے وہ یادداشت جیب میں رکھ کر امیر صاحب کے دربار میں گیا۔ موقع کا منتظر رہا کہ موقع ملے تو وہ اصلاحی نوٹ پیش کر دوں کہ دفعۃً خود بولے کہ بعض احباب ملک کی اصلاحات کے متعلق یہ مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں چیزیں ملک کی ترقی کیلئے مفید ہیں اور اس کے بعد نمبروار ہر نمبر کے جوابات دینے شروع کئے کہ اس میں اگر یہ مفاد ہے تو یہ مضرت ہے۔ منجملہ اور نوٹون کے ایک نوٹ یہ بھی تھا کہ ملک سے ہوشیار اور سمجھدار نو عمر لوگ منتخب کر کے جرمن وغیرہ بھیجے جائیں تاکہ صنعت و حرفت سیکھ کر آئیں اور پھر دوسرے لوگوں کو ملک میں آ کر سکھلائیں اس پر فرمایا کہ مشورہ تو بالکل ٹھیک ہے لیکن طریق کار غلط ہے اس لئے کہ جو لوگ یہاں سے بھیجے جائیں گے وہ وہاں جا کر آزاد ہو جائیں گے دوسرے جگہ کے جذبات اور خیالات کا ان پر اثر ہو گا پھر جب ملک میں آئیں گے تو ان کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اوروں کے اندر بھی وہی جذبات اور خیالات پیدا ہو جائیں گے اس لئے اس کی دوسری مفید صورت یہ ہے کہ اہل کمال لوگوں کو جو صنعت و حرفت میں کامل و ماہر ہیں باہر سے یہاں بلایا جائے اور ان کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھلایا جائے تو چونکہ وہ محکوم ہوں

گے اور ہر قسم کی ان کی نگرانی ہوگی اس سے وہ اندیشہ نہ ہوگا۔ راوی بیان کرتے تھے کہ مجھ کو حیرت ہوگئی ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ نوٹ لکھ کر لایا ہے اور اس ترتیب سے نوٹ ہیں۔

کہتے تھے کہ میں نے دربار برخواست ہونے پر امیر صاحب سے دریافت کیا کیا آپ کو کشف ہوتا ہے یہ تو میں لکھ کر لایا تھا اور کسی کو اطلاع ہی نہ تھی۔ فرمایا کہ کشف تو بزرگوں کو ہوتا ہے میں ایک گنہگار شخص مجھ کو کیا کشف ہوتا لیکن حق تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک کشف کی رسائی ہوتی ہے وہیں تک عقل کی بھی رسائی ہوتی ہے اور اس پر ایک مثال بیان فرمائی کہ دیکھو دو چیزیں ہیں ایک ٹیلیفون اور ایک ٹیلی گراف سو کشف ٹیلیفون کے مشابہ ہے کہ جس میں صاف صاف گفتگو ہوتی ہے اور عقل ٹیلیگراف ہے اس میں کچھ اشارات ہوتے ہیں قدرے خوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ عجیب تحقیق بیان کی یہی تو ہے مومن کی فراست جو ایک نور ہے اور عطائے خداوندی ہے اور یہ اکثر پیدا ہوتا ہے تقویٰ وطہارت سے۔

۱۸۔ اودھ کا تکلف

(۱) فرمایا کہ دو شخص اودھ کے تھے ریل میں سفر کا ارادہ تھا مگر عین سوار ہونے کے وقت تکلف کی مشق ہورہی تھی ایک کہتا تھا قبلہ آپ سوار ہوں، دوسرا کہتا تھا کہ کعبہ آپ سوار ہوں اسی میں ریل چھوٹ گئی۔

(۲) ایسے دو شخص کیچڑ میں گر گئے اب آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے قبلہ آپ اٹھیئے کعبہ آپ اٹھیئے۔

۱۹۔ انگریزوں میں ظاہری تہذیب بہت ہے

فرمایا ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک نواب زادے ایک جہاز میں سوار تھے اور ان کے چند دوست احباب ہمراہ تھے ایک انگریز بھی بڑے درجہ کا اسی جہاز میں سفر کر رہا تھا اور ان کو رئیس سمجھ کر ان کے پاس ملنے آیا تھا اور انگریزی میں بات چیت کرتا تھا۔ یہ یوں سمجھے کہ یہ اردو نہیں جانتا انہوں نے مذاق میں اس کا نام ''الو کا بچہ'' رکھا تھا اور یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کو نہیں سمجھتا اور وہ باوجود سمجھنے کے کبھی چیں بہ جبیں نہ ہوا۔ جب جہاز سے اتر کر چلنے لگے تو وہ نواب زادے سے رخصت ہونے کیلئے کہتا ہے کہ الو کا بچہ آداب

بجالاتا ہے اور اودھ کا سا سلام کیا اس وقت معلوم ہوا کہ یہ اردو اعلیٰ درجہ کی جانتا ہے مگر غضب یہ کیا کہ سارے راستہ ان کو محسوس ہونے نہیں دیا کہ میں اس کو سمجھتا ہوں برابر اس کہنے پر بھی بولتا رہا اور کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔ نواب زادہ کی تو یہ حالت ہوئی کہ مارے شرمندگی کے پسینے پسینے ہوگئے اور بے حد محجوب اور شرمندہ ہوئے اور وہ کہہ کر چل دیا۔ اس ضبط کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ایسی قوم ہے مگر دین نہ ہونے کے سبب اخلاق کی نقل ہے اصل نہیں۔

۲۰۔ مہمانی کا ادب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے ایک اعرابی بدوی آپ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھا رہا تھا آپ انتظام و نگرانی فرما رہے تھے آپ نے شفقت سے فرمایا کہ بھائی اتنا بڑا بڑا لقمہ مت لو بعض دفعہ تکلیف ہو جاتی ہے۔ وہ بدوی فوراً دسترخوان سے اٹھ گیا اور کہا کہ آپ نگرانی کرتے ہیں مہمانوں کے لقموں کی۔ یہ دسترخوان اس قابل نہیں کہ کوئی بھلا آدمی اس پر کھانا کھائے یہ کہا اور دسترخوان سے اٹھ کر چلا گیا۔ ہر چند امیر معاویہؓ نے کوشش کی لیکن نہیں رکا چلا گیا۔ مجھ کو تو حیرت ہوگئی کہ بدوی بھی اصولی ہیں جن کا یورپ کے بڑے بڑے مہذب مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جہلا کہتے ہیں کہ اسلام میں انتظام نہیں۔ اسلام میں تو وہ انتظام ہے کہ دوسروں نے بھی اسی سے لیا ہے۔ اسلام کا انتظام اور اسلام کے اصول تو وہ ہیں کہ آج دنیا کی اقوام کا اقرار ہے کہ ہم نے اسلام ہی سے لئے ہیں۔

۲۱۔ ترغیب احتیاط

دو شخص حضرت سلطان جی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے۔ وہ کہیں آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہمارے وطن کی مسجد میں جو حوض ہے وہ یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے یہ بات سلطان جی نے بھی سن لی فوراً طلب فرمایا اور پوچھا کیا تم نے دونوں حوضوں کی پیائش کر لی ہے۔ عرض کیا پیائش تو نہیں کی انداز سے کہا ہے۔ فرمایا انداز کا کیا اعتبار بلا تحقیق بات کیوں کہی۔ اچھا جاؤ ناپ کر آؤ چنانچہ وہ ڈرتے ڈرتے گئے کہ کہیں ہماری بات غلط نہ نکلے لیکن خیر جب وہاں جا کر ناپا تو واقعی وہ حوض ایک بالشت بڑا ہی نکلا۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے کہ ہماری بات غلط نہ نکلی اور جب حاضر ہوئے تو اپنے نزدیک سرخرو بن کر عرض کیا کہ حضرت ناپنے پر بھی وہی حوض بڑا نکلا فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ وہ

حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے کیا صرف ایک بالشت بڑے ہونے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت بڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اندر احتیاط کا مادہ نہیں ہے لہذا ہمارے یہاں تمہارا کام نہیں اور کہیں جاؤ چنانچہ ان کو بیعت میں قبول نہیں فرمایا۔

۲۲۔حسب ونسب کی بعض خاصیتیں فطری ہیں

(۱) ایک پیر کے مرید راجپوت تھے۔ اس نے اپنے پیر سے کہا کہ اپنے لڑکے کو جو آپ وصیتیں کرر ہے ہیں ایک وصیت یہ بھی کر دیجئے کہ کسی راجپوت کو مرید نہ کرے۔پیر نے کہا یہ کیا بات ہے دیکھو تم راجپوت ہواور کیسے مخلص ہو، کہنے لگا بارہا میرے دل میں آیا کہ تمہاری بھینس کھول لے جاؤں۔ میں تو ضبط کرتا رہا لیکن سب ضبط نہیں کر سکتے۔

(۲) ایک رئیس خاں صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے ایک پٹھان بزرگ کی تعریف کی۔مخاطب نے کہا کہ بے دیکھے ہم نہ مانیں گے چنانچہ دونوں ان کی خدمت میں گئے اور مخاطب نے ان کو جوش دلانے کیلئے کہا کہ آپ جنگل میں تنہا رہتے ہیں جہاں شیر بھیڑیے رہتے ہیں آپ کو تو بہت ڈر لگتا ہوگا۔ بزرگ کو جوش آگیا کہ بزدلی کی نسبت ان کی طرف کی کہنے لگے میں شیر بھیڑیے سے کیا ڈرتا میں خدا تک سے تو ڈرتا نہیں۔اسی طرح ایک بار حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ شیخ زادہ کی قوم بڑی خبیث ہے ایک شخص نے اسی مجلس میں کہا کہ حضرت آپ بھی تو شیخ زادہ ہیں بے ساختہ فرمایا کہ میں بھی خبیث ہوں حضرت نے فرمایا میں یہ کہا کرتا ہوں کہ شیخ کی قوم فطرتی ہوتی ہے۔

۲۳۔فیضی اور ایک شاعر

فیضی اور ابوالفضل وغیرہ شاہی دربار میں کسی اور دوسرے اہل کمال کو نہیں آنے دیتے تھے ایک روز ایک شاعر جو نو وارد تھا بوسیدہ لباس پہنے شکستہ حالت میں فیضی کو سڑک پر نظر آیا۔فیضی کی سواری اس شاعر کے سامنے نظر آئی تو اس نے اٹھ کر سلام کیا اور گاڑی روک لینے کا اشارہ کیا۔فیضی نے اس کو مسافر سمجھ کر کہا کون۔کہا کہ ما عزستم۔پوچھا ماعز کدام باشد۔کہا ہر کہ معر گوید۔پوچھا معر کرا گویند اس نے کہا

رفتم در بازار خریدم یک گنا　　　قل اعوذ برب الناملک الناالہ النا

فیضی نے یہ سمجھا کہ کوئی مسخرہ ہے دربار میں نقل مجلس ہوگا۔دربار میں حاضر کیا اس حالت

کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف التفات نہ کیا وہ شاعر جا کر زمین پر بیٹھ گئے اور سب اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے وہ شاعر بے تکلف بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے۔

گر فروتر نشست خاقانی ☆ نے مرانگ ونے ترا ادب است

قل ھواللہ کہ وصف خالق است ☆ زیر تبت یدا ابی لہب است

مثال عجیب دی کہ جو مسخرہ سمجھ کر لئے گئے تھے زرد پڑ گئے بادشاہ نے اس شاعر کا بڑا احترام کیا اسی وقت حمام بھیج کر غسل دلوا کر جوڑا بدلوایا اور دربار میں جگہ دی۔

محبت حق پیدا کرنے کی ترکیب

اول تو یہ کہ نیک عمل میں بہ نیت ازدیاد محبت استقامت کے ساتھ مشغول رہو۔ دوم یہ کہ اللہ کا نام لو تو جی لگا کر یعنی تھوڑا تھوڑا اللہ اللہ بھی کرو۔ سوم یہ کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو اور دو چار دن وہ کرو۔ پھر تو تھوڑے دنوں میں دل نور سے معمور ہو جائیگا اور خدا کی قسم اس قدر محظوظ ہوگے کہ تمہاری نظر میں پھر سلطنت کی بھی کچھ حقیقت اور وقعت نہ رہے گی۔

اصلاح کا طریق مؤثر

ایک بار فرمایا کہ اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً بھی باطناً بھی اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیبت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ بس جی یہ چار چیزیں ہیں۔ میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ جو ان پر چار پر عمل کر کے دکھلا دیگا وہ یحبھم ویحبونہ کا مصداق یعنی اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محب ہو جائیگا ضرور ہو جائیگا ضرور بالضرور ہو جائیگا۔

کام کرنے سے ہی اس طریق میں کام چلے گا

فرمایا کہ حضور رسول مقبول ﷺ تو غایت شفقت سے بہت چاہتے تھے کہ پکی پکائی ہی کھلائیں مگر غیرت حق اور مصلحت دین کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہ دی تو بھائی خوب سمجھ لو کہ کام کرنے ہی سے اس طریق میں کام چلے گا۔ بس طریق یہی ہے کہ کام کرو محنت کرو خدا برکت دے گا۔ اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو بجز اس کے کوئی صورت نہیں جیسا کہ یجاھدون فی سبیل اللہ سے ثابت ہوتا ہے۔

عمل اور محبت لازم طریق ہیں

فرمایا کہ دو چیزیں لازم طریق ہیں ایک عمل دوسری محبت۔ اول میں ہمت کی ضرورت ہے۔ دوسرے میں اہل اللہ کی صحبت اور ان کی اتباع کی۔

طریق تفہیم موثر

جو بات مخاطب کی قوت فکریہ پر بوجھ پڑنے کے بعد سمجھ میں آتی ہے یا بتائی جاتی ہے وہ اس قدر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوتی ہے کہ پھر کبھی ذہن سے نہیں نکلتی اور اسی نافعیت کی بناء پر حضرت والا تمام دوران تربیت اصلی طریق تفہیم کا بکثرت اہتمام فرماتے رہتے ہیں۔

ملفوظات متعلق بیعت

شیخ و مرید میں مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ مناسبت کیلئے نری بیعت کافی نہیں بلکہ اور چیزیں بھی ضروری ہیں مثلاً کچھ دن پاس رہنا خصوصیات مزاج کا تتبع اور ان کی رعایت کرنا۔ چندے تعلیمی خط و کتابت جاری رکھنا وغیرہ بلکہ شیخ کو تو طالب کیساتھ زیادہ تر اس کے برتاؤ سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔

صرف بیعت کافی نہیں

فرمایا کہ بیعت میں جس چیز کا مجھے انتظار رہتا ہے وہ باہمی مناسبت اور صحت عقیدہ ہے۔ فرمایا کہ حصول مقصود کا مدار بیعت پر نہیں۔ بلکہ نری تعلیم تو حصول مقصود کیلئے بالکل کافی ہے لیکن نری بیعت ہرگز کافی نہیں۔

صورت بیعت کا درجہ

فرمایا کہ صورت بیعت کا محض وہ درجہ ہے جو پھولوں کی کیاری میں گھاس کا ہوتا ہے کہ اس سے ایک خوشنمائی تو ضرور پیدا ہوجاتی ہے اور پھولوں کی رونق بڑھ جاتی ہے لیکن پھولوں کے نشوونما میں گھاس کا کچھ بھی دخل نہیں۔

بیعت کی صورت و حقیقت

فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے ایک حقیقت۔ اس کی صورت مطلوب نہیں حقیقت

مطلوب ہے۔ چنانچہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد واعتماد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے جیسا کہ حاذق و مشفق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے بس ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ باقی رہی بیعت کی صورت وہ اول وہلہ میں خواص کیلئے نافع ہیں عوام کے لئے البتہ اول وہلہ میں بیعت کی صورت بھی نافع ہوتی ہے کیونکہ اس سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان اس شخص کی طاری ہوجاتی ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہوجاتا ہے۔ خواص کیلئے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے کیونکہ اس کا خاصہ ہے کہ جانبین میں ایک خلوص پیدا ہوجاتا ہے۔

بیعت کا لطف کب ہے

ایک بار فرمایا کہ بیعت کا لطف تو جبھی ہے جب پہلے تعلیم حاصل کرلے اور پھر بیعت ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ جب اس کو تعلیم سے نفع ہوگا تو اپنے معلم سے محبت پیدا ہوجانے کے بعد بیعت میں جو لطف ہوگا وہ اس کے مثل کہاں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک تو عقد کی یہ صورت ہے کہ ماں باپ نے جس کے ساتھ چاہا نکاح کردیا پھر اس کے بعد تعلق پیدا ہوا۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ اتفاقاً اضطراراً کسی پر عاشق ہوگئے پھر حدود دعفت میں نہایت سختی کے ساتھ رہ کر اس کی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح نکاح ہو جائے چنانچہ جدوجہد بسیار اور شدید کلفت انتظار اور بڑی تمناؤں کے بعد خدا خدا کرکے اس میں کامیابی ہوئی اور نکاح ہوگیا۔ تو اب دیکھ لیجئے کہ نکاح کی ان دونوں صورتوں کے لطف میں زمین وآسمان کا فرق ہوگا۔

تاخیر بیعت کی ایک مصلحت

ایک بار تاخیر بیعت میں یہ مصلحت بیان فرمائی کہ امید بیعت میں طالب اپنی اصلاح کی اور مناسبت پیدا کرنے کی بہت کوشش کرتا ہے ورنہ اگر درخواست پر فوراً بیعت کردیا جائے تو پھر بے فکر ہوجاتا ہے۔

جہاں ضرورت ہو وہاں انتظام ہی مناسب ہے

بار ہا فرمایا کہ مجھے انتظامات کا خواہ مخواہ شوق نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان قصوں سے وحشت ہے کیونکہ میری طبیعت فطری طور پر آزاد ہے مگر جہاں ضرورت ہو اور بدون انتظامات کے کام ہی نہ چلے وہاں منتظم ہونا ہی پڑتا ہے اور وہاں منتظم ہونا ہی ضروری ہے بلکہ جہاں ضرورت ہو وہاں تو انتظامات میں مجھے بجائے مشقت اور وحشت کے نہایت مسرّت اور دلچسپی ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا مقصود ان قواعد سے صرف یہ ہے کہ نہ مجھے کوئی اذیت ہو نہ دوسروں کا کوئی کام اٹکے۔

اصلاح کیلئے مناسبت شیخ کی ضرورت ہے

فرمایا کہ ہر شخص کو ہر شخص اچھا نہیں بنا سکتا۔ اور اصلاح کا دارومدار ہے مناسبت پر ممکن ہے کہ ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو اور دوسرے سے مناسبت ہو لہٰذا ہر شخص کو اپنی اصلاح کیلئے اسی کے پاس جانا چاہیے جس سے مناسبت ہو لیکن وہ ہو محقق۔

حد مقرر کرنیکی ضرورت اور طرز سیاست

اپنے طرز سیاست کے سلسلہ میں بیان فرمایا کہ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے اور حضرات کا تو یہ طرز تھا۔ میں نے کہا کہ یہ بات تو حضرت عمرؓ کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے کہ حد خمر نہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں تھی نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں تھی صرف تعزیز تھی حضرت عمرؓ نے بجائے تعزیر کے یہ حد کیوں مقرر کر دی بس جو وہاں جواب ہے وہی یہاں بھی ہے یعنی پہلے طبائع میں سلامتی تھی اس لئے واقعات میں قلت تھی لہٰذا صرف تعزیر کافی تھی حد مقرر کرنے کی ضرورت نہ تھی بعد کو طبائع کا رنگ بدل گیا اور واقعات زیادہ ہونے لگے اس لئے حد مقرر کرنیکی ضرورت واقع ہوئی۔ تو جو فاروقؓ نے کیا وہی ایک فاروقی نے کیا۔

اصلاح کن کن امور کی شیخ کے ذمہ ہے

فرمایا کہ میرے ذمہ ساری باتوں کی اصلاح نہیں ہے بلکہ صرف ان ہی باتوں کی ہے جو تمہاری سمجھ سے باہر ہوں اور ایسی باریک ہوں کہ سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آئیں۔

غیر مقلد کی حد غنیمت

فرمایا کہ اگر کوئی اہل حدیث تقلید کو حرام نہ سمجھے اور بزرگوں کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرے تو خیر یہ بھی بعض سلف کا مسلک رہا ہے اس میں بھی میں تنگی نہیں کرتا ہوں ہاں دل کا پوری طرح ملنا نہ ملنا اور بات ہے۔

تربیت کی ذمہ داری کب لینی چاہیے

فرمایا کہ کسی کی تربیت اپنے ذمہ اس وقت تک نہ لینی چاہیے جب تک اپنے دل کو اس سے اتنا کھلا ہوا نہ پائے کہ اگر خود اس کی ذات کو نالائق نہ کہہ سکے تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ آپ کی یہ حرکت بڑی نالائق تھی۔ ورنہ پھر اس کو اس تعلق سے فائدہ ہی کیا پہنچ سکتا ہے۔

طریقہ برتاؤ حضرت والا کا امراء کے ساتھ

فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں امراء کے ساتھ نہ تملق کا برتاؤ کرتا ہوں نہ اہانت کا بلکہ متوسط درجہ کا برتاؤ کرتا ہوں جس میں ان کی امتیازی شان اور حفظ مراتب کی بھی رعایت کرتا ہوں کیونکہ جس برتاؤ کے وہ عادی ہوتے ہیں اور عام طور سے متوقع رہتے ہیں اس کا بھی بقدر ضرورت لحاظ رکھنا ضروری ہے تا کہ دل شکنی نہ ہو لیکن اگر ان کی طرف سے کوئی برتاؤ نازیبا ہوتا ہے بالخصوص ایسا برتاؤ جس سے اہل دین کا استخفاف مترشح ہو تو پھر میں ان کی بالکل رعایت نہیں کرتا۔

اذیت مالی و بدنی سے سخت تحرز

فرمایا کہ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کیلئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ۔ خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت، خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار و رنج دہ معاملہ کرنا۔ اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

عورتوں کے ساتھ بیعت کا طرز

حضرت والا مریضوں کو بوجہ ترحم اور مستورات کو اس وجہ سے کہ وہ ذی رائے نہیں ہوتیں بیعت فرمانے میں تنگی نہیں فرماتے لیکن بہت سی مصالح کی بناء پر مستورات کا محض اس غرض کیلئے تھانہ بھون آنا پسند نہیں فرماتے کیونکہ بعض عورتیں سفر میں نماز قضا کر دیتی ہیں اور پردہ کا بھی اہتمام مشکل ہوتا ہے۔ پھر عورتوں کا ہجوم بھی خلاف مصلحت ہے لہذا حضرت والا اکثر یہ ارشاد فرما کر بے بیعت فرمائے ہی واپس فرما دیتے ہیں کہ یہ کام تو خط کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا تھا۔ اب بھی اگر جی چاہے تو واپس پہنچ کر خط ہی کے ذریعہ سے درخواست کرنا جو مناسب ہوگا وہ جواب دیا جائیگا۔

حضرت والا مستورات کو اس وقت تک بیعت نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنے شوہروں کی یا بے شوہر ہونے کی صورت میں اپنے کسی محرم سرپرست کی صریح اجازت حاصل کر کے پیش نہیں کرتیں اس میں علاوہ بہت سی مصالح مثلاً انسداد آزادی وغیرہ کیلئے یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر شوہر یا سرپرست مختلف المشرب ہوا تو گھر میں ہمیشہ لڑائی ہی رہنے لگے اور بچاری عورت کی عافیت ہی تنگ ہو جائے۔

حضرت والا نے ایسی بوڑھیوں کو بھی جو حضرت والا سے پردہ نہیں کرتی تھیں بیعت کرتے وقت پردہ میں بٹھلایا اس کا منشاء بھی تحفظ ادب طریق ہے۔

سارے طریق کا خلاصہ ادب ہے

فرمایا کہ اس راہ میں ناشکری بہت ہی مضر ہے یہ طریق بس بالکل ادب ہی ادب ہے سارے طریق کا خلاصہ بس ادب ہے بے ادبی سے بڑھ کر اس طریق میں کوئی چیز مضر نہیں۔ یہاں تک کہ بعض حیثیتوں سے معصیت بھی اتنی مضر نہیں۔ کیونکہ معصیت کا تعلق ایسی ذات سے ہے جو انفعال سے پاک ہے اور بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے جو بشر ہے اور جس کو بے ادبی سے تکدر ہوتا ہے جو مرید کے حق میں سم قاتل ہے۔

بیعت نام کی نہیں بلکہ کام کی ہونی چاہیے

حضرت والا کے یہاں محض نام کی بیعت نہیں ہوتی بلکہ کام کی بیعت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس امر میں عجلت کو ہرگز گوارا نہیں فرماتے اور فرمایا کرتے ہیں بیعت کرنا تو منتہی کرنا ہے جب تک باہمی

مناسبت وموافقت کا پورا اطمینان نہیں کرلیا جاتا کسی کو بیٹا نہیں بنایا جاتا کیونکہ عمر کے لئے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے البتہ مٹھائی بانٹنے میں اس کی تحقیق نہیں ہوتی کہ بیٹوں ہی کو دیا جائے بلکہ سب لڑکوں ہی کو دیجاتی ہے۔اسی طرح میرے یہاں تعلیم تو عام ہے لیکن بیعت مقید ہے۔

فرمایا کہ سلسلہ تعلیم وتلقین میں قلوب کے اندر ادنیٰ حجاب ہونا بھی حاجب عن المقصود ہو جاتا ہے اس لئے اختلاف مسلک کی صورت میں بیعت مناسبت نہیں۔

حضرت والا کسی گمراہ سے گمراہ معتقد فیہ کے متعلق بلاضرورت شرعیہ ایک حرف بھی زبان پر نہیں لاتے اور بلاوجہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ناپسندیدہ اور نازیبا حرکت سمجھتے ہیں۔

بزرگوں کے ساتھ سوءظن سے احتمال سوءخاتمہ کا ہے

فرمایا کہ بزرگوں کے ساتھ سوءظن بعض اوقات سوءخاتمہ کا سبب ہوجاتا ہے ورنہ برکات سے محرومی تو ضرور ہو جاتی ہے۔

شیخ کا سب سے پہلا کام

فرمایا کہ شیخ کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ سالک کو طریق کی حقیقت بتائے اور صحیح راستہ پر ڈال دے تاکہ پھر صرف چلنا رہ جائے۔اور بلا ادھر ادھر بھٹکے چلتا رہے اور بسہولت منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

فرمایا کہ پیر اور مرید کا تعلق بالکل طبیب اور مریض کا سا ہے کیونکہ یہ مثال اس تعلق کا سینکڑوں جزئیات پر منطبق ہوتی ہے۔

وصولی الی اللہ کا طریق اصلاح اعمال ہے

فرمایا کہ طالب کے اندر اصلاح اعمال کا اہتمام پیدا کردینے کے قبل اس کو اذکار واشغال میں مشغول کردینا اکثر مضر ثابت ہوتا ہے کیونکہ پھر وہ اپنے کو بزرگ سمجھنے لگتا ہے۔خاص کر اگر کہیں اتفاقاً اذکار واشغال سے یکسوئی ہوکر اس پر کیفیات کا بھی ورود ہونے لگا تب تو گویا اس کے نزدیک بزرگی کی رجسٹری ہوگئی۔حالانکہ اس قسم کی کیفیات کا بزرگی سے کیا تعلق۔ایسی کیفیات تو بعض ریاضات اور مشق سے فساق وفجار بلکہ کفار کو حاصل ہوجاتی ہے اور جب وہ ان کیفیات ہی کو بزرگی سمجھ لیتا ہے تو پھر اصلاح

نفس و اصلاح اعمال کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی۔ اس لئے ہمیشہ جہل میں مبتلا رہتا ہے اور اصل مقصود یعنی وصول الی اللہ سے محروم رہتا ہے جس کا طریق تحصیل نصوص نے صرف اصلاح اعمال ہی کو بتلایا ہے۔

اصلاح کیلئے کن چیزوں کی ضرورت ہے

فرمایا کرتے ہیں کہ محض اذکار واشغال اصلاح اعمال کیلئے ہرگز کافی نہیں اصلاح کیلئے تو ہمت اور بہ تکلف استعمال اختیار اور تدابیر استحضار اور ان کے تکرار کی ضرورت ہے البتہ اذکار واشغال معین اصلاح ضرور ہو جاتے ہیں۔ اذکار واشغال کا اصلاح نفس میں اتنا ہی دخل ہے جتنا عرق بادیان کا مسہل میں۔

حضرت والا کا طرز ابتدائی طالب کے ساتھ

ابتداء میں حضرت والا کی تمام تر توجہ اسی بات پر رہتی ہے کہ اصلاح اعمال کی اہمیت طالب کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ جب اصلاح اعمال کی اہمیت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے اور طالب اپنی اصلاح اعمال میں خاص اہتمام کے ساتھ مشغول بھی ہو جاتا ہے پھر بلا تامل اذکار اشغال بھی تعلیم فرما دیتے ہیں۔ پھر اس کا انتظار نہیں فرماتے کہ جب اصلاح اعمال کی تکمیل ہو جائے اس وقت اذکار واشغال شروع کرائے جائیں۔

طریق میں اصل چیز اصلاح اعمال ہے

ایک طالب نے لکھا کہ میرے معمولات فلاں فلاں ہیں ان سب میں جو کچھ کمی ہو اس سے سرفراز فرمائیں۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ یہ تو اپنی فرصت اور عمل پر ہے اصل چیز جس میں کمی بیشی دیکھی جاتی ہے وہ اصلاح اعمال ہے۔

ادنیٰ بے تمیزی پر بھی روک ٹوک چاہیے

حضرت والا کا مطمح نظر چونکہ اصلاح کے درجات کی تکمیل ہے اس لئے طالب کی ادنیٰ بے تمیزی یا بے التفاتی کی روک ٹوک فرماتے اور فوراً صاف صاف تنبیہ فرماتے۔ چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ تمہارے خط میں ایک جملہ ہے کہ اس کے پہلے بھی ایک بار مستغنی ہو کر جواب سے محروم

ہوں کیا اس جملہ میں مجھ پر اعتراض نہیں اور کیا وہ اعتراض بلا دلیل نہیں اور کیا اعتراض بلا دلیل سے اذیت نہیں ہوتی اور کیا اذیت کی حالت میں کوئی خدمت لی جا سکتی ہے پھر اپنے کو مرید اور معتقد لکھتے ہو یہ جمع بین المتضادین کیا افسوس اھ۔

قصد عدم ایذا ضروری ہے عدم قصد ایذا کافی نہیں

اکثر فرمایا کہ بعض لوگ قصداً ایذا نہیں پہنچاتے لیکن محض قصد عدم ایذا ضروری ہے۔

تدبیر تحصیل و تدبیر تسہیل

فرمایا کہ گو سہولت کی تدبیر بتانا مصلح کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً بتلاتا ہوں۔ وہ یہ کہ بہ تکلف نفس کی مخالفت کرتے رہنے سے رفتہ رفتہ داعیہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور اس کی مقاومت سہل ہو جاتی ہے غرض جو تدبیر تحصیل ہے وہی تدبیر تسہیل ہے لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں۔ بعض کو عمر بھر مجاہدہ ہی کرنا پڑتا ہے اور مجاہدہ ہی سے تو اجر و قرب بڑھتا ہے۔ اور جن کو بعد مجاہدات کے سہولت ہو جاتی ہے ان کو بھی برابر مجاہدہ کا اجر ملتا رہتا ہے کیونکہ یہ سہولت مجاہدات ہی سے تو مسبب ہوتی ہے۔

عقلی امور اور طبعی امور

فرمایا کہ انسان عقلی امور کا مکلّف ہے کیونکہ وہ اختیاری ہیں اور طبعی امور کا مکلّف نہیں کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں۔

اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں

فرمایا کہ اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں کیونکہ اعمال اختیاری ہیں اور احوال اختیاری نہیں۔

انفعالات کا اعتبار نہیں

فرمایا کہ اس طریق میں افعال کا اعتبار ہے انفعالات کا اعتبار نہیں لہذا افعال کا اہتمام چاہیے جو اختیاری ہیں انفعالات کے درپے نہ ہونا چاہیے جو غیر اختیاری ہیں۔

مقصود مقامات ہیں

اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ مقصود مقامات ہیں یعنی اعمال اختیاریہ نہ کہ احوال غیر اختیاریہ۔

احوال محمودہ بھی مقصود نہیں

اکثر فرمایا کہ گو احوال محمودہ محمود ہیں لیکن مقصود نہیں کیونکہ وہ اختیاری نہیں نہ ان کا حصول لازم نہ ان کا بقادائم۔ اگر حاصل ہوں شکر کرے کمال نہ سمجھے۔ اگر نہ حاصل ہوں یا حاصل ہو کر زائل ہو جائیں تو غم بھی نہ کرے وہو معنیٰ قول الرومیؒ ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست　　　تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

ثمرات کی روح

فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے بس اس ثمرہ پر نظر رکھنا چاہیے اور کسی ثمرہ کا منتظر نہ رہنا چاہیے۔

ثمرات و کیفیات کیلئے بھی یکسوئی کی ضرورت ہے

فرمایا کہ اگر ثمرات و کیفیات کی تمنا بھی ہو تب بھی ان سے یکسوئی ہی رہنا ضروری ہے کیونکہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں یکسوئی سے اور جب کیفیات کے ورود کی جانب توجہ رہی تو یکسوئی کہاں رہی۔

ورود کیفیات کا سبب مع مثال

اگر کوئی اپنی کیفیات کی اطلاع دیتا ہے تو اکثر بس یہی فرماتے ہیں کہ ان کی طرف التفات نہ کیا جائے اپنے کام میں لگا جائے اور کام ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے ورنہ غیر مقاصد میں مشغول ہو کر طالب اپنے اصل کام سے بھی رہ جاتا ہے اور پھر کیفیات بھی منقطع ہو جاتی ہے کیونکہ ان کا ورود بھی تو کام ہی کی برکت سے ہوتا ہے جیسے چراغ میں روشنی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک بتی میں تیل پہنچتا رہتا ہے اگر تیل ہی ڈالنا چھوڑ دیا جائے رفتہ رفتہ روشنی کم ہو کر چراغ گل ہو جائے گا۔

صاحب احوال و غیر صاحب احوال کی مثال

ایک بار فرمایا کہ کشف اور احوال و مواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر

موانع طریق ہوجاتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے۔اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کررہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہنچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص خوب سیر کرتا ہوا راستہ کے مناظر دیکھتا ہوا ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ بیچ کے اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلی پہونچا اور دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کانپور سے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دلی میں آ کر اترا سواری گاڑی والے کیلئے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش ونگار دیکھ کر وہیں اتر نہ پڑے۔اور عمر بھر دلی پہنچنا ہی نصیب نہ ہو۔بس بلا کشف وکیفیات وغیرہ کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے کشف وغیرہ بعض صورتوں میں خطرناک ہوتا ہے چنانچہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاب نورانی حجاب ظلمانی سے اشد ہوتا ہے کیونکہ حجاب ظلمانی میں تو سالک کو اس وجہ سے کوئی دھوکا نہیں ہوتا کہ اس کا مخل مقصود ہونا بالکل ظاہر ہے بخلاف حجاب نورانی کے کہ اس کی نورانیت سے دھوکہ کھا کر سالک اسی کو مقصود سمجھنے لگتا ہے۔

اصل طریق عمل ضبط ہے

حضرت والا کا ارشاد ہے کہ کیفیات کے طریان کے وقت اصل طریق عمل تو یہی ہے کہ ضبط کرے لیکن اگر غلبہ ہو اور ضبط کرنے میں تکلف ہو تو پھر یہی مناسب ہے کہ اس کیفیت کا اتباع کرے تاکہ غلبہ فرو ہو اور جب غلبہ فرو ہو جائے اور کیفیات حد ضبط کے اندر آ جائیں تو پھر ضبط کرے اور جو یہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ وارد کا مہمان عزیز سمجھے اس کا حق ادا کرے ورنہ وہ ادنیٰ بے التفاتی سے رخصت ہو جائیگا۔ تو وارد کو مہمان جبھی کہیں گے جب اس وارد کا غلبہ ہو۔غلبہ سے پہلے پہلے نہ وہ مہمان ہے نہ اس کا کوئی حق قائم ہوتا ہے۔قبل غلبہ کے اگر اس کا حق ادا کیا جائے تو یہ تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی راہ چلتے مسافر کو زبردستی اپنا مہمان بنائے اور خواہ مخواہ اس کے سر ہو جائے کہ تو تو میرا مہمان ہے آ۔میں تیرا حق ادا کروں۔

امتیازی شان اور کثرت ضحک وتکلم سے تحرز کی ترغیب

فرمایا کہ تقویٰ اور دینداری کا اہتمام تو بہت رکھے لیکن اپنی طرف سے حتی الامکان کوئی ایسی امتیازی صورت نہ پیدا ہونے دے جس سے شہرت ہو جائے جب لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہو کبھی کبھی کسی قدر ہنس بول بھی لے۔تاکہ لوگوں کو خواہ مخواہ بزرگی کا گمان نہ ہو لیکن ہنسنے بولنے کی کثرت ہرگز نہ

کرے کیونکہ کثرت سے ہنسا بولنا مضر ہے۔ چنانچہ حدیث ہے ایاک و کثرۃ الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب ۔یعنی اپنے آپ کو زیادہ ہنسنے سے بچاؤ کیونکہ ہنسنے کی کثرت قلب کو مردہ کر دیتی ہے ۔واقعی زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے۔ جیسے اگر ہانڈی میں ابال آئے اور اس کی روک تھام نہ کی جائے تو بس سارا مصالحہ نکل جائے گا اور ہانڈی پھیکی رہ جائے گی اگر اچھی اچھی باتیں بھی بلاضرورت کیجائیں تو ان کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔

مباحات میں شرط اعتدال

فرمایا کہ جو شخص فضولیات میں مشغول ہوگا عادۃً وہ ضروریات میں ضرور کوتاہی کرے گا اور صرف ہنسا بولنا ہی نہیں بلکہ جتنے بھی مباحات ہیں ان سب کی کثرت مضر ہے لیکن اگر کثرت نہ ہو بلکہ مباحات میں اعتدال کے ساتھ اشتغال ہو تو پھر وہ بجائے مضر ہونے کے نافع ہیں خصوص جب وہ اشتغال کسی مصلحت پر مبنی ہو کیونکہ اس اشتغال سے طبیعت میں نشاط ہوتا ہے اور نشاط سے طاعات میں اعانت وسہولت ہو جاتی ہے۔

اشتغال بہ مباحات کا درجہ مضرت

فرمایا کہ جس وقت مباحات کے اشتغال سے قلب کے اندر کدورت پیدا ہونے لگے تو سمجھ لے اب مضرت کا درجہ پہنچ گیا ہے فوراً الگ ہو جائے لیکن یہ معیار اس کیلئے ہے جس کے قلب کے اندر صحبت شیخ اور التزام واہتمام ذکر وطاعات سے احساس پیدا ہو گیا ہو باقی مبتدی اپنے لئے بطور خود کچھ تجویز نہ کرے بلکہ شیخ سے اپنی ہر حالت کی فرداً فرداً اطلاع کر کے ہر حالت کے متعلق جزئی طور پر طریق عمل دریافت کرتا رہے اور جس حاجت کے متعلق جو طریق عمل وہ تجویز کرے اسی پر کاربند رہے۔

صرف اطفال طریق کی تربیت کی جاتی ہے

فرمایا کہ کیفیات کا درجہ تو بس ایسا ہے جیسے شروع میں بچوں کو پڑھانے کا شوق دلانے کیلئے مٹھائی دیتے ہیں۔ یہی مراد ہے حضرت جنیدؒ کے اس قول سے تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقه یعنی بعض مبتدیوں کو جو اطفال طریق ہیں راہ پر لگانے کیلئے ذوق وشوق وغیرہ کی کیفیات عطا فرما دی جاتی ہیں۔

رسوخ سے مقصود عمل ہے

اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے مقصود حاصل ہے اور یہ بھی فرمایا کہ رسوخ حال ہے اور استقامت مقام۔ رسوخ اصلاح کا طبعی درجہ ہے جو ایک کیفیت غیر اختیاریہ ہے اور استقامت اس کا عقلی درجہ ہے جو اختیاری ہے استقامت مقصود ہے رسوخ مقصود نہیں گو محمود ہے۔

کبھی کیفیات کا منشاء معدہ کی خرابی ہوتی ہے

اکثر فرمایا کہ اس طریق میں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ سب باطنی ہی نہیں بلکہ بطنی بھی ہوتی ہیں جو پیٹ کی خرابی اور معدہ کی تبخیر وغیرہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

حب شیخ واتباع سنت

حضرت والا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس ملفوظ کو نہایت تاکید اور اہتمام کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ حب شیخ اور اتباع سنت کے ہوتے ہوئے اگر لاکھ ظلمات بھی ہوں تو وہ سب انوار ہیں اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی کم ہو تو پھر لاکھ انوار ہوں وہ سب ظلمات ہیں۔

ذکر وطاعات میں مشغولیت

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعات میں بتکلف مشغول رہنا چاہیے نہ سہولت کا متمنی رہے نہ یہ دیکھے کہ مجھے کچھ نفع ہو رہا ہے یا نہیں۔ ذکر وطاعات میں مشغول رہنا ہی اصل مقصود ہے اور اصل نفع ہے۔

روح سلوک

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مقصد کے حصول کا قلب میں تقاضا اور انتظار نہ رکھیں کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی وصول کی شرط عادی ہے اس کو خوب راسخ کر لیں کہ روح سلوک ہے۔

شیخ کی صحبت اعمال میں مناسبت پیدا کرتی ہے

فرمایا کہ طالب شیخ کے پاس رہ کر دزدیدہ طور پر اس کے اخلاق وعبادت کا اخذ اور کمالات کو

جذب کرتا رہتا ہے اور اس طرح روز بروز شیخ کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے نیز صحبت شیخ میں بدون معتد بہ مدت تک رہے شیخ سے مناسبت نہیں پیدا ہوتی اور شیخ کی مناسبت ہی اس طریق میں نفع کی عادۃً موقوف علیہ ہے۔

شیخ کی اطاعت واتباع کافی ہے

فرمایا کہ حب شیخ (جو مرادف ہے مناسبت کاملہ کی) کلید کامیابی ہے اور کلید جملہ سعادات وبرکات ہے لیکن حب عقلی اطاعت واتباع کو بالکل کافی وافی قرار دیتے ہیں کیونکہ حب طبعی اختیاری نہیں اور عبد غیر اختیاری امور کا مکلف نہیں۔ چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ توجہ الی اللہ اصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے پس اگر کسی کو خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کردے اور شیخ سے ذرا بھی متعارف محبت نہ ہو مگر اطاعت اور اتباع ہو تو وہ شخص سراسر حق پر فائز ہے۔

واسطہ شیخ کی مثال

فرمایا کہ دراصل تو کام ذکر وشغل ہی بناتا ہے لیکن شیخ کا واسطہ بھی ضروری ہے جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن اس کا کسی کے قبضہ میں ہونا شرط ہے۔

ذکر وشغل کے متعلق

صحبت شیخ کے نفع کی شرط

فرمایا کہ غالب حصہ وقت کا ذکر وشغل کا ہونا چاہیے تب صحبت شیخ نافع ہوتی ہے۔ اور اگر بزرگوں سے ملے جلے تو ہمیشہ اور کرے دھرے کچھ نہیں یا زیادہ وقت تو صحبت شیخ میں گزارے اور تھوڑا سا وقت نکال کر کچھ الٹا سیدھا ذکر وشغل بھی کرے تو یہ کافی نہیں۔

مقدار ذکر کا معیار نفع

حضرت والا ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں نہ اتنی زیادہ مقدار ہو کہ بہت زیادہ تعب ہو اور نہ

اتنی کم کہ کچھ تعب ہی نہ ہو۔ بلکہ اتنی مقدار ہونی چاہیے جس میں تعب تو ہو لیکن جس کی مداومت قابل عمل ہو کیونکہ تھوڑا تعب بھی ہونا نفع کیلئے ضروری ہے تاکہ نفس کو کسی قدر مجاہدہ بھی کرنا پڑے۔

مقدار ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے ذمہ تو صرف اتنی مقدار رکھے جس پر دوام ہو سکے باقی جب فرصت ونشاط دیکھے تو زیادہ کرے۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ ناغہ کی بے برکتی اور قلق سے حفاظت رہے گی اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اور جب کبھی زیادہ کی توفیق ہوگی تو مسرت ہوگی اور ہمت بڑھے گی۔

ذکر کا طرز نافع

کیفیت ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرز میں دلچسپی ہو وہی اختیار کرے کیونکہ دعا کا طرز زیادہ نافع وہی ہوتا ہے جس میں زیادہ دل لگے لیکن اس کا خاص خیال رکھے کہ قلب میں ورد کے جلدی پورا کرنے کا تقاضا نہ پیدا ہونے دے۔ ہاں اگر کسی کا طرز ہی روانی کے ساتھ ذکر کرنے کا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔

ذکر کا صحیح طریق

فرمایا کہ ذکر کے وقت قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا ہی طریق صحیح ہے اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہوا اور دوسرا غیر موزوں سے تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے۔ آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جس پر منزل کی رسائی موقوف نہیں

قیود ذکر لطائف ستہ کی فکر موجب تشویش ہے

قیود ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس زمانہ کی طبائع چونکہ ضعیف ہیں اس لئے اکثر یہ قیود موجب تشویش وتشتت ہو جاتی ہیں لہذا ان کے اہتمام میں نہ پڑے۔ اسی طرح لطائف ستہ کی فکر میں بھی نہ پڑے کہ یہ بھی موجب تشویش ہے اصل چیز لطیفہ قلب ہے بس ساری توجہ اسی پر رکھے۔

ذکر میں توجہ کا طریق

فرمایا کہ ذکر کے دوران میں اگر بسہولت ہو سکے تو مذکور کی طرف ورنہ ذکر کی طرف توجہ رکھے

توجہ میں زیادہ کاوش مضر ہے معتدل توجہ کافی ہے

حضرت والا ذکر کرتے وقت تصور ذات حق کو سارے مراقبات سے افضل وانفع بلکہ اصل مقصود قرار دیتے ہیں بشرطیکہ بسہولت ہو سکے لیکن اس کی تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ توجہ استحضار میں زیادہ کاوش نہ کی جائے ورنہ قلب ودماغ ماؤف ہو جائیں گے اور یکسوئی فوت ہو جائے گی۔ زیادہ کاوش سے تعب و پریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہو جاتا ہے بس معتدل توجہ کافی ہے۔ اسی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے غرض زیادہ کاوش مضر ہے بس اتنی توجہ کافی ہے جیسے کچا حافظ سوچ سوچ کر قرآن سناتا ہے۔

برکات ذکر سے محرومی کی وجہ

فرمایا کہ لوگ اکثر برکات ذکر سے محروم رہتے ہیں اس کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ نفع اور برکت کی نیت سے ذکر نہیں کرتے۔

اعمال سے محبت حق پیدا نہ ہونے کی وجہ

فرمایا کہ اعمال سے جو محبت حق پیدا نہیں ہوتی اس کا سبب یہ ہے کہ محبت حق کی نیت سے اعمال نہیں کئے جاتے خالی الذہن ہو کر کئے جاتے ہیں۔

ذکر میں جہر وضرب کی حد

حضرت والا ذکر میں خفیف جہر وضرب تعلیم فرمایا کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اگر بعد کو جوش میں آواز بلند ہونے لگے تو بلند ہونے دے طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر سونیوالوں یا مصلیوں کو تکلیف یا تشویش ہو تو بالکل خفی کی تاکید فرماتے ہیں۔

ذکر لسانی ضروری ہے ذکر قلبی کافی نہیں

حضرت والا محض ذکر قلبی پر اکتفا نہیں فرماتے کیونکہ اس میں اکثر ذہول ہو جاتا ہے اور طالب اسی دھوکہ میں رہتا ہے کہ میں ذکر قلبی میں مشغول ہوں اس لئے ذکر لسانی بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔

اوراد معمول قدیمہ واذکار واشغال معمولہ

فرمایا کہ مختصر اوراد کو بھی معمولی نہ سمجھا جائے اور جن اوراد پر پہلے سے مداومت ہو ان سے طالب کو دلچسپی بھی ہوتی ہے اور دل چسپی کی وجہ سے وہ سہولت اور جمعیت کے ساتھ ان پر مداومت رکھ سکتا ہے جس سے بہت نفع ہوتا ہے بہ نسبت نئے اوراد کے۔ لہذا ان ہی کو برقرار رکھنا مصلحت ہے۔ لیکن اگر پچھلے اوراد اتنے زیادہ ہوں کہ اگر ان سب کو برقرار رکھا جائے تو اذکار واشغال معمولہ مشائخ کیلئے جو ذکر کیلئے زیادہ معین ہیں۔ وقت ہی نہیں بچتا تو بجائے بعض کو بالکل حذف کرانے کے ان کی مقدار میں بقدر ورت کمی کرادیتا ہوں اور کمی کا معیار بفحوائے آیت کریمہ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** یہ تجویز کر رکھا ہے کہ دسواں حصہ باقی رکھتا ہوں تاکہ کم ازکم اصل ثواب تو بدستور قائم رہے بالکل حذف کرانے کو جی نہیں چاہتا۔

معمولات کے ناغہ میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے

حضرت والا بتاکید فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے معمول کو ضرور پورا کرلینا چاہیے خواہ عذر کی حالت میں بے وضو ہی سہی یا چلتے پھرتے ہی سہی کیونکہ معمول کو مقرر کر لینے کے بعد ناغہ کرنے میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید ہے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے **یاعبدالله لاتکن مثل فلان کان یصلی باللیل ثم ترکه** یہ ایسا ہے جیسے کسی نے اپنے حاکم کے پاس آنا جانا شروع کیا اور خصوصیت کا تعلق قائم کرنے کے بعد پھر آنا جانا موقوف کر دیا تو حاکم کو بہت ناگوار ہوگا۔ اور جو خصوصیت کا تعلق پیدا ہی نہیں کرتا اس سے کوئی شکایت نہیں ہوتی بشرطیکہ غائبانہ طاعت کا تعلق قائم رکھا جائے جو بہرحال ضروری ہے۔ اھ۔

طالبعلم کو ذکر وشغل سے ممانعت

حضرت والا عموماً ان کو جو تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہیں ذکر وشغل تعلیم نہیں فرماتے تاکہ تعلیم میں حرج واقع نہ ہو کیونکہ علاوہ وقت صرف ہونے کے ذکر وشغل سے ایسی دلچسپی ہو جاتی ہے کہ پھر تحصیل علوم سے دلچسپی کم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ اصلاح اعمال بہرحال فرض ہے اور اس میں کوئی حرج اوقات نہیں بلکہ ترک فضولیات کی وجہ سے وقت اور بچ جاتا ہے اس لئے اس کے متعلق خط وکتابت کی اجازت بلکہ کبھی ابتداء مشورہ بھی دے دیتے ہیں چنانچہ ایک خصوصیت کی جگہ فرماتے ہیں کہ چاہے مشوروں پر عمل بھی نہ کرنا لیکن اپنی اصلاح کے متعلق مجھ سے ضرور مشورے حاصل کرتے رہنا۔ اس سے بھی ان شاءاللہ تم دیکھو گے

کہ بہت نفع ہوگا۔

اس طریق کا اول قدم اور آخر قدم فنا ہے

حضرت والا نہایت اہتمام کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم فنا ہے (یعنی اپنے کو شیخ کے سپرد کر دینا) جس میں یہ صفت پیدا نہ ہوئی بس سمجھ لو کہ اس کو طریق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور جو بزرگوں کا قول ہے کہ طریق کا آخر قدم فنا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے۔ اس سے مراد کمال فنا ہے کیونکہ فنا کے بھی تو آخر درجات ہوتے ہیں۔

سارے طریق کا حاصل فناء وعبدیت ہے

فرمایا کہ میں نے جو اپنی اس تمام عمر میں سارے طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ فنا وعبدیت ہے پس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو مٹایا جائے۔ بس اسی کیلئے سارے ریاضات ومجاہدے کئے جاتے ہیں۔ اور بس اپنی ساری عمر فنا اور عبدیت کی تحصیل ہی میں گذار دینی چاہیے۔ بالخصوص چشتیہ کے یہاں تو بس یہی ہے۔

افروختن وسوختن وجامہ دریدن　　　　پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت
تو درد گم شو وصال این ست وبس　　　　گم شدن گم کن کمال این است وبس

تخلیہ وتحلیہ دونوں میں بہ تکلف عمل کی ضرورت ہے

حضرت والا تخلیہ (یعنی رذائل دور کرنا) اور تحلیہ (یعنی اخلاق حمیدہ پیدا کرنا) دونوں کے متعلق بہ تکلف عمل کرنے پر بہت زور دیا کرتے ہیں چنانچہ ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے بچنا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرما دیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع سے طبعاً نفرت پیدا ہو جائے۔

جواب تحریر فرمایا کہ بجز ہمت اور تحمل مشاق کے کوئی تدبیر نہیں اور معین اس کی دو چیزیں ہیں استحضار عقوبت اور ذکر کی کثرت یہ تو تخلیہ کے متعلق ہوا۔

دولت یقین سے آراستہ ہونے کا طریقہ

اور تحلیہ (بالحاء المہملۃ) کے متعلق یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ حصول یقین کا طریقہ ارشاد فرمایا جائے۔ جواب تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا۔ اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں اور یہ اشعار بکثرت تحریراً وتقریراً فرمایا کرتے ہیں (للعارف الرومی)

(للعارف الرومی)

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش
تا دم آخر دمے آخر بود ☆ کہ عنایت باتو صاحب سر بود
دوست دارد دوست ایں آشفتگی ☆ دوست دارد دوست ایں آشفتگی
کارکے می کن تو وکاہل مباش ☆ اندک اندک خاک چہ رامی تراش
چوں زچاہے می کنی ہر روز خاک ☆ عاقبت اندررسی درآب پاک

(وللحافظ الشیرازی)

چوں نشینی بر سر کوئے کسے ☆ عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
دست ازطلب ندارم تا کارمن برآید ☆ یاتن رسد بجانا ں یاجاں زتن برآید

(حضرت حاجی صاحبؒ)

یابم اورایانیابم جستجو تے می کنم ☆ حاصل آید یانیا یدآرزو ئے می کنم

(شیخ سعدی صاحبؒ)

کار کن کا رگبذ راز گفتار ☆ اندریں راہ کار باید کار
قدم باید اندر طریقت نہ دم ☆ کہ اصلے نہ داروودم بے قدم

متعلق طرز مکاتیب

علاج متردد بوقت کتابت عیوب ۔ علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لواور جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہواوران کا علاج بھی کرتے رہو۔اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جائیں ان کا نام کاٹ دواور جورہ جائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دو۔ پھر جب خط لکھنے بیٹھوان برائیوں کے تعین کیلئے قرعہ ڈال لوجس کا نام نکل آئے خط میں وہی لکھدو اگر اس کا کچھ علاج کیا ہواس کی بھی اطلاع کردو۔بس اس طرح خط لکھتے وقت تشویش نہ ہوگی باقی دعا کرتا ہوں۔

سالک کوتحریر فرمایا بلارعایت کسی خاص قاعدہ وضابطہ کے بے تکلف جودل میں آئے لکھئے صرف دوتین باتوں کا خیال کافی ہے۔ایک تو واقعہ صاف لکھا جائے تکلف یا عبارت آرائی نہ ہو۔دوسری بلاضرورت طول نہ ہو۔تیسری ایک خط میں متعدد مضامین نہ ہوں لیکن اگر اس میں ارتباط ہوتو وہ ایک ہی مضمون شمار ہوگا۔

ایک بے تہذیبی سے تعرض

فرمایا کہ جس کو آدمی بڑا سمجھے گو وہ واقع میں بڑا نہ ہو اس کے لکھے ہوئے پرچہ پر جواب لکھنا خلاف تہذیب وخلاف ادب ہے۔

معتقد فیہ کی عظمت کا حق ادا کرنا ضروری ہے

فرمایا کہ جب کسی نے ایک شخص کو اپنے اعتقاد میں معظم سمجھ لیا ہے تو پھر وہ اب اپنے اعتقاد وعظمت کا حق کیوں نہیں ادا کرتا۔ اپنے اعتقاد کے خلاف اس کے ساتھ کیوں معاملہ کرتا ہے۔ مجھ کو واللہ اس تصحیح معاملہ کی تعلیم کرتے ہوئے بھی نہایت خجلت ہوتی ہے مگر بضرورت اصلاح کرنا پڑتی ہے۔

ڈاک کا اہتمام

حضرت والا اس امر کا اہتمام بلیغ رکھتے ہیں کہ ڈاک والوں کو کوئی پریشانی نہ ہو نہ خط کے ضائع ہو جانیکا احتمال رہے نہ خط پانیوالے کی کوئی مصلحت فوت ہو۔

حضرت والا کی طبع مبارک کا اصول

چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک بفضلہ تعالیٰ فطری طور پر نہایت با اصول ہے اس لئے جہاں واقعی ضرورت ہوتی ہے پس سخت سے سخت تعب بھی موجب پریشانی نہیں ہوتی اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ذرا سا تعب بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

خلاف احتیاط کام کرنا خلاف شریعت بھی ہے

چونکہ حضرت والا بلا ضرورت شرعیہ خلاف احتیاط کام کرنا جس میں اپنی آبرو کا یا کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہو خلاف مصلحت بلکہ خلاف شریعت سمجھتے ہیں اس لئے مشکوک ٹکٹ ہرگز نہیں لگاتے بلکہ جن مستعمل ٹکٹوں پر مہر کا نشان بہت کم یا بالکل نہیں ہوتا ان کو فوراً چاک فرما دیتے ہیں تا کہ کوئی آدمی اسے نکال کر مکرر استعمال نہ کر سکے۔

مشورہ کے جواز کی مصلحت

فرمایا کہ آجکل لوگ عموماً مشورہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے اور اس کی مضر ہونے پر یا مفید ہونے

پر خود مشیر کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں حالانکہ مشورہ تو محض دوسرے کی اعانت کیلئے ہوا کرتا ہے کہ رائے قائم کرنے میں سہولت ہو۔

مشورہ کے متعلق غلو فی الاعتقاد

فرمایا کہ آجکل مشورہ دینے میں یہ بھی خرابی ہے کہ معتقدین بوجہ غلو فی الاعتقاد مشورہ کے متعلق یہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ کے قلب میں مضر یا غلط بات آہی نہیں سکتی اوراس میں یقینی خیر سمجھتے ہیں اوراس کے خلاف کرنے میں یقینی ضرر سمجھتے ہیں یہ سب غلو فی الاعتقاد ہے اس کی اصلاح ضروری ہے۔

مشورہ میں طرز حضرت والاؒ

اگر مواقع خصوصیت میں حضرت والا کوئی مشورہ دیتے بھی ہیں تو اکثر اس عنوان سے کہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو یہ کرتا۔

عملیات کے ناپسندیدگی کے وجوہ

حضرت والا تعویذ گنڈوں کے شغل کو بہت ہی ناپسند کرتے ہیں کیونکہ اول تو اس میں عوام کا اور دنیا داروں کا بہت ہجوم ہو جاتا ہے۔ جس سے دینی ضرر اور تضیع اوقات کا قوی اندیشہ ہے دوسرے اس کے متعلق لوگوں نے عقیدہ میں بہت غلو کر رکھا ہے اوراس کو اس کے درجہ سے بھی آگے بڑھا رکھا ہے چنانچہ اس کے برابر نہ دعا کو مؤثر سمجھتے ہیں نہ ان تدابیر کو جو ایسے مقاصد کیلئے موضوع ہیں اوراگر اثر ہو جائے تو اس کو بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں حالانکہ عملیات کا اثر زیادہ تر قوت خیالیہ کا ثمرہ ہے۔

وسعت رزق کا وظیفہ

ایک صاحب نے وسعت رزق کیلئے کوئی وظیفہ پوچھا فرمایا کہ پانچوں نمازوں کے بعد یا باسط بہتر بار پڑھ لیا کرو۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر اور کوئی وظیفہ اسی مقصد کے لئے پوچھا فرمایا کہ دواؤں میں تو یہ بات ہوتی ہے کہ اگر ایک دوا نافع نہ ہو تو دوسری دوا نافع ہو جاتی ہے لیکن دعاؤں میں یہ تفصیل نہیں وہی پہلی دعا کافی ہے اس کو معمول رکھا جائے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا قبول فرمالیں گے۔

تشویشات کا علاج وظیفہ نہیں

فرمایا کہ تشویشات کا علاج وظیفہ پڑھنا نہیں بلکہ تدابیر میں اور ہر تشویش کی تدبیر جدا ہے جب کوئی خاص تشویش پیش آئے اس کے متعلق دریافت کیا جائے۔

کسی پر کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہیں

چونکہ حضرت والا اس امر کا انتہا درجہ کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کسی پر ایسا بار نہ ڈالا جائے جو اس کے ذمہ نہ ہو اس لئے خود بھی کسی کا بیجا طور پر ڈالا ہوا بار اٹھانا حضرت کا معمول نہیں۔

دلائل الخیرات پر درود ماثور کی فضلیت

بعضوں کو جن کا معمول دلائل الخیرات کی منزلیں تھیں یہ تجویز فرمایا کہ ایک منزل پڑھ کر یہ دیکھا جائے کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے بس روزانہ اتنی ہی دیر کوئی ماثور درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

جھگڑنے کے معاملہ میں جوابی رجسٹری کو واپس کر دینا

اگر کوئی جوابی رجسٹری بھیجتا ہے تو اس کے متعلق حضرت ولا کا یہ معمول ہے کہ اگر قرائن سے معلوم ہو کہ کوئی جھگڑے کا معاملہ ہے اور بھیجنے والا اس لئے رسید طلب کرتا ہے کہ مرسل الیہ خط پانے سے انکار نہ کر سکے تو واپس فرما دیتے ہیں۔

فرمایا کسی مسلمان پر بلا دلیل شرعی کاذب ہونے کا احتمال معصیت ہے۔

عریضہ بدیر بھیجنے پر معذرت کرنے کا جواب

اگر کوئی طالب اپنے عریضہ میں اس کی معافی طلب کرتا ہے کہ بہت دن سے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ نہیں لکھا تو اس کو تحریر فرما دیتے ہیں کہ میں کسی کے خط کا منتظر نہیں رہا کرتا۔ معافی چاہنے کی ضرورت نہیں۔ اور ایسے مواقع پر حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی خط نہ لکھے گا تو میرا کیا نقصان کرے گا خود اپنا نقصان کرے گا مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت۔

فرمایا کہ قرآن خود پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے اور دوسرے سے سننے میں لطف اور اثر زیادہ ہے

صحبت شیخ کے فوائد

فرمایا کہ پاس رہنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے امراض کو پیش کرنے اور میرے جوابات سمجھ کران پرعمل کرنیکا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔

اصلاح کی نیت سے شیخ کے پاس جانا

فرمایا کہ اگر محض ملاقات کیلئے آئیں تو جس طرح چاہیں چلے آئیں لیکن اگر اور کچھ ارادہ ہو (یعنی اصلاح کا) تو مجموعی طور پر نہ آئیں بلکہ ہر شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مناسب حال برتاؤ کرنا چاہیے۔ اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑے گا۔ اگر کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اس کے اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہوگی۔ بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی ٹھیک ہے۔

بیعت یا تعویذ و دعا کیلئے سفر مناسب نہیں

حضرت والا محض بیعت کیلئے سفر کی نہ اجازت دیتے ہیں نہ بوجہ غیر ضروری ہونے کے محض اس غرض کے لئے کسی کا آنا پسند فرماتے ہیں کیونکہ بیعت بذریعہ خط کے بھی ہوسکتی ہے اسی طرح محض دعا یا تعویذ کیلئے بھی کسی کا آنا پسند نہیں فرماتے۔

انتظامات کو دوسروں کے سپرد کرنا

فرمایا کہ انتظامات کو دوسروں کے سپرد کر کے مطمئن ہو جانے کو ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کیلئے کافی نہیں سمجھتا بلکہ کام سپرد ہونے کے بعد یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا وہ کام اچھی طرح ہوا بھی یا نہیں۔

دوسروں پر اعتماد کرنا

فرمایا کہ جب تک کسی کام کو خود کر سکے اس وقت تک تو کرے اور جب اپنے قابو کا نہ رہے تو بجائے اس کے کہ دوسروں کے ذریعہ سے اس کو کرائے اس کو بالکل ہی چھوڑ دے کیونکہ میرا تجربہ ہے

محض دوسروں کے اعتماد پر کام چھوڑ دینے سے وہ کام اکثر مکمل نہیں ہوتا۔

مہمانوں کے ساتھ برتاؤ

حضرت والا کے یہاں صرف بقدر ضرورت و مصلحت ہی مہمانداری ہوتی ہے ضرورت سے زیادہ جھگڑا اپنے سر نہیں لیتے بلکہ جو خاص مہمان ہوتے ہیں ان کی مہمانداری میں بھی اپنا معتد بہ حرج اوقات نہیں ہونے دیتے کچھ دیر خصوصیت کے ساتھ متوجہ رہ کر اور راحت وآرام کے سب ضروری انتظامات کر کے اور اجازت لے کر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب کسی خاص مہمان کی آمد ہوتی ہے تو معمول سے زیادہ تعب برداشت فرما کر پہلے ہی ضروری کام سے فارغ ہو لیتے ہیں تا کہ ان کی جانب متوجہ ہونے کیلئے کافی وقت مل سکے۔ محض خاص مہمانوں سے بات چیت کرنے کیلئے جو ہر روز واپس جانے والے ہوتے ہیں اپنا قیلولہ بھی ناغہ فرمادیتے ہیں اور ڈاک کا کام بھی کچھ دیر کیلئے ملتوی فرمادیتے ہیں۔ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کم قیام کرنے والے جمع ہو جاتے ہیں تو بہت زیادہ وقت افادات میں صرف فرمادیتے ہیں۔ اور بہت جوش وخروش اور سرگرمی کے ساتھ نہایت عجیب وغریب اور نافع حقائق و معارف دیر دیر تک (یہاں تک کہ بعض اوقات کھانے کا وقت بھی بہت موخر ہو جاتا ہے) زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے رہتے ہیں تا کہ آنے والوں کی تسلی بھی ہو جائے بشرطیکہ سچے طالبین کا مجمع ہو یہ فن کا مسلم مسئلہ ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق کا حریص ہونا چاہیے۔

مدد واعانت میں حضرت والا کی نظر کسی پر نہیں

فرمایا کہ الحمد للہ میں کسی کو اپنا معاون و مددگار نہیں سمجھتا اللہ کے سوا کسی پر میری نظر کہنے کی بات تو نہیں لیکن اس وقت ذکر ہی آ گیا تو کہتا ہوں کہ میں دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کی اکیلی ذات کے کسی کو اپنا نہیں سمجھتا بس یہ سمجھتا ہوں کہ میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور ایک اکیلے شخص کے ساتھ ایک اکیلی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ لوگوں کو تو اپنے خدام پر اور محبین پر نظر ہوتی ہے میری کسی پر نظر نہیں۔ میں کسی کو اپنا محب اور معین و مددگار نہیں سمجھتا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے میری خشکی کی کہ میں کسی کو اپنا محب بنانا یا رکھنا نہیں چاہتا جیسے مرنے کے وقت ہر شخص اکیلا ہی جائے گا۔ میں مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں۔ کسی کو اپنا ساتھ نہیں سمجھتا اور مبنیٰ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے میری اس

وضع کو محض اپنے فضل وکرم سے نباہ رکھا ہے کیونکہ وہ عین وقت پر غائب سے میری ہر حاجت پوری فرما دیتے ہیں ورنہ اگر احتیاج ہوتی تو سارا استغناء دھرا رہ جاتا۔

ابتدائی ملاقات کا طریقہ

ابتدائی ملاقات کے لئے اصولاً پہونچنے کے بعد جلد ہی ملاقات کر لینی چاہیے۔ ورنہ اجنبی شخص کو دیکھ کر حضرت والا تعارف کے منتظر رہتے ہیں لیکن سلام ومصافحہ کے وقت اس کا لحاظ کر لینا چاہیے کہ حضرت والا باتوں میں مشغول نہ ہوں اور ہاتھ بھی مصافحہ کیلئے خالی ہوں۔ آرام نہ فرما رہے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ غرض موقع ومحل دیکھ کر ملنا بہرحال ضروری ہے۔ اگر مشغول دیکھیں بیٹھ جانا چاہیے انتظار میں کھڑا رہنا چاہیے کیونکہ یہ اعتقاد کی صورت ہے جس سے قلب پر بار ہوتا ہے۔ اگر قبل حاضری حضرت والا سے خط وکتابت ہو چکی ہو تو سب سے اخیر کا خط بھی پیش کر دیا جائے۔ گفتگو بیٹھ کر کی جائے اور صاف اور اتنی آواز سے کہ بآسانی سنائی دے سکے بات پوری کہی جائے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو بلا تاویل اور بلا تامل اس کا اقرار کر لینا چاہیے۔

حضرت والا کی ایک خاص امتیازی صفت

کہ ہر شئی کو اپنی جگہ پر رکھتے ہیں اور جس حالت اور جس وقت کا جیسا مقتضاء ہوتا ہے اس کے مطابق عمل فرماتے ہیں طبیعت کو مصلحت اور عقل پر غالب نہیں ہونے دیتے۔

فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کو چاہیے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں برا کرتا ہے۔

صفت استغنائے حضرت والا

چونکہ حضرت والا نہایت استغنا کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ میرے اہل تعلق بھی نہایت استغنا کے ساتھ رہیں امراء سے میل جول پیدا نہ کریں لیکن خشونت اور بداخلاقی کی اجازت نہیں۔

حریت حضرت والا

فرمایا سب اپنے اپنے کام میں لگے رہیں خواہ مخواہ میری خدمت کیلئے مجھ پر مسلط نہ ہوں تا کہ وہ بھی آزاد رہیں اور میں بھی آزاد رہوں خلاصہ میری مذاق کا حریت ہے کہ چاہے اہانت ہو چاہے تعظیم۔ جس سے آزادی میں فرق آئے اپنی یا دوسرے کی اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے۔ اور ہر مسلمان کا یہی مذاق ہونا چاہیے کہ غیر اللہ سے بالکل آزاد رہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عبدیت مخلوق کی عبدیت کیساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے۔

وظیفہ میں خلل اندازی سے احتیاط

فرمایا کہ میں اس کی احتیاط رکھتا ہوں کہ کسی کے وظیفہ میں خلل انداز ہوں کیونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بڑی غیرت آتی ہے کہ جو بندہ اس کے ذکر میں مشغول ہو اس کو دوسری طرف متوجہ کیا جائے۔

شیخ کے سامنے تسبیح لے کر بیٹھنا

فرمایا جس کو آدمی اپنے سے بڑا سمجھے اس کے سامنے نمایاں طور پر تسبیح لے کر بیٹھنا خلاف ادب ہے کیونکہ یہ ایک دعویٰ کی صورت ہے اس لئے حضرت والا کے مواجہ میں تسبیح لے کر نہ بیٹھیں یا رومال اوپر سے ڈال کر پڑھیں یا محض زبان سے پڑھتے رہیں۔

شیخ کی مجلس میں باتیں کرنا خلاف ادب ہے

مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرنا خلاف آداب مجلس ہے۔ اس کی حضرت والا ممانعت فرماتے رہتے ہیں کہ اگر بات چیت کرنی ہو تو مجلس سے باہر جا کر کریں اگر کسی سے بہت ضروری اور مختصر مجلس ہی میں کہنے کی مجبوری ہو تو چپکے چپکے نہ کہیں بلکہ اس طرح کہیں کہ حضرت والا بھی سن سکیں نہ تو سرگوشی کریں نہ بہت پکار کر کہیں متوسط آواز سے اور ذرا کھل کر کہیں۔

آداب تخاطب

حضرت والا عام ارشادات میں صرف اہل خصوصیت کو اپنا مخاطب بناتے ہیں۔ مخاطب

کو چاہیے کہ وہ خاص طور سے حضرت والا کی جانب متوجہ رہے اور جو قابل تحسین باتیں ہوں ان پر بشرہ سے اور اگر موقع ہو تو زبان سے اظہار بشاشت کرے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا یہ آداب تخاطب میں سے ہے ورنہ بے حس وحرکت اور ساکت وصامت بیٹھے رہنے سے خطاب کرنے والے کو یہی پتہ نہیں چلتا کہ میرا مخاطب بات کو سمجھتا بھی ہے یا نہیں اور پھر مضامین کی آمد ہی بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حسب ارشاد حضرت والا آداب تخاطب میں سے یہ بھی ہے کہ سنی ہوئی بات کو بھی اس طرح سنے کہ جیسے پہلے سے سنی ہوئی نہیں ہے تاکہ بات کہنے والے کا دل افسردہ نہ ہو جائے اور جن کو مخاطبت کی اجازت بھی ہو وہ بھی بلاضرورت نہ بولیں زیادہ تر حضرت والا ہی کو کلام فرمانے دیں تاکہ سب حاضرین کو جو زیادہ تر اسی غرض سے مجلس شریف میں حاضر ہوتے ہیں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے مضامین نافعہ سننے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہو۔ نیز حضرت والا کے دوران کلام میں دخل درمعقولات نہ کریں نہ بے جوڑ سوالات کریں نہ اس وقت کوئی اشکال پیش کریں کہ ان سب باتوں سے کلام کا لطف جاتا رہتا ہے اور مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ اگر کسی تقریر کے متعلق ضروری بات پوچھنی ہو تو ختم مضمون کے بعد سلیقہ کے ساتھ پوچھیں بشرطیکہ مخاطبت کی اجازت بھی پہلے سے حاصل ہو۔

پشت کی جانب سے خطاب

فرمایا کہ راستہ چلتے وقت پشت کی جانب سے کسی قسم کا تخاطب نہایت بدتہذیبی ہے چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم کو کوئی پشت کی طرف سے خطاب کرے تو اس کا جواب مت دو کیونکہ اس نے تمہاری بڑی اہانت کی اور تم کو اس نے گویا جانور سمجھا۔ جانوروں ہی کو پشت کی طرف سے خطاب کیا جاتا ہے۔

اخلاص کی زیادتی بھی مانع قبول ہدیہ ہے

فرمایا کہ اخلاص کی کمی تو ہدیہ قبول کرنے کی مانع ہوتی ہی ہے میرے یہاں اخلاص کی زیادتی (یعنی زیادہ جوش محبت) بھی منجملہ موانع کے ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تو جوش محبت میں کچھ نہیں سوجھتا جب جوش ٹھنڈا ہوگا تب حساب کتاب کا ہوش آئیگا کہ دس تو پیر ہی کو دیدیئے۔

شیخ کی عزت دین کی عزت سے ہے

فرمایا کہ ہماری طرف جو کچھ لوگوں کی توجہ ہے وہ سب دین ہی کی بدولت ہے پس ہم کو اس دین کی عزت قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے اگر اس کی عزت نہ رہے تو پھر ہمیں کون پوچھتا ہے۔

ہدیہ کے آداب

(۱) فرمایا کہ ہدیہ اس طرح پیش کرے کہ جس کو ہدیہ پیش کیا جا رہا ہے اس کو کسی قسم کی مؤنت نہ اٹھانی پڑے۔

(۲) فرمایا کہ ہدیہ پیش کرنے والے کو ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کر دے بلکہ دے کر خود بھی علیحدہ ہو جائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کر دے۔

(۳) فرمایا کہ درحقیقت ہدیہ وہ ہے جو محض محبت سے ہو اور اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

(۴) فرمایا کہ بعض لوگ پہلے ہدیہ پیش کرتے ہیں پھر اپنا کوئی کام بتلاتے ہیں یہ نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے میں کام تو کر دیتا ہوں لیکن ہدیہ واپس کر دیتا ہوں۔

بزرگوں کے اصل برکات کیا ہیں

فرمایا کہ بزرگوں کے اصل برکات تو ان حضرات کے اقوال و اعمال و احوال ہیں ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔ لیکن بزرگوں کی شان میں ادنیٰ بے ادبی بھی موجب محرومی برکات باطنی ہے اس لئے باوجود عدم شغف کے بزرگوں کے برکات ظاہری کا بھی بہت ادب کرنا چاہیئے۔

(ف) عدم شغف سے مراد یہ ہے کہ جو آجکل لوگوں نے برکات کے متعلق اعتقاد اور عمل میں غلو کر رکھا ہے اس کو ناجائز سمجھے۔

برکات حاصل کرنے کا طریقہ

فرمایا کہ بزرگوں سے برکات حاصل کرنے کا سہل طریقہ جس میں ان کو کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز ان کو عاریۃً دے کر یہ عرض کر دیا جائے کہ کچھ دیر اس کو استعمال فرما کر واپس فرما دیں۔

نوزائیدہ بچوں کیلئے تبرک کا طریقہ

چونکہ نوزائیدہ بچوں کے کرتوں کیلئے اکثر حضرت والا سے کپڑا بطور تبرک مانگا جاتا ہے اس لئے حضرت والا اپنے کہنہ مستعمل کرتوں میں سے ایسے بچوں کے ناپ کے چند چھوٹے کرتے قطع کرا کر ایسے موقعوں کے لئے رکھ لیتے ہیں تا کہ وقت پر تردد نہ کرنا پڑے۔

عقیدت سے زیادہ مجھے محبت پسند ہے

فرمایا کہ مجھ کو بہ نسبت عقیدت کے محبت زیادہ پسند ہے چونکہ عقیدت خیالی چیز ہے ذرا میں زائل ہو جاتی ہے اور محبت زائل نہیں ہوتی ہے۔

اصلاح اعمال ذکر و شغل پر مقدم ہے

فرمایا کہ کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے اعمال درست نہ ہوں عمل تو وہ ہے کہ جس میں کوفت ہو اور پھر بھی رضا حاصل کرنے کے لئے اسے کرے اسی طرح چاہیے کہ خود تنگی اٹھائے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔

تہذیب اخلاق و دیانت مقدم ہے تعلیم ظاہری پر

فرمایا مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت کا کیونکہ لکھنے پڑھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں ہے مثلاً میں اس پر زیادہ نظر نہیں کرتا کہ کس نے جماعت سے نماز پڑھی کس نے نہیں پڑھی۔ اول تو عذر کا احتمال ہے دوسرے اس میں صرف فاعل کا حرج ہے کسی دوسرے کو اذیت نہیں۔ بخلاف اس کے کہ کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو اس کا اس لئے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

تجسس سے حضرت والا کی نفرت

حضرت والا تجسس ہرگز نہیں فرماتے البتہ جب کسی کو بے عنوانی ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر تسامح بھی نہیں فرماتے۔ سبحان اللہ یہی طریق شریعت کے مطابق بھی ہے۔

اسلام میں انتظام

فرمایا کہ آج کل لوگوں کو دوسرے کی راحت و تکلیف کا ذرا خیال نہیں اب اگر کوئی انتظام کرنے لگے تو اسے قانون ساز کہتے ہیں۔ ایک صاحب نے تو میرے منہ پر کہا کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ افسوس گویا اسلام میں انتظام نہیں بس اسلام تو ان کے نزدیک بے انتظامی کا نام ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ انگریزوں میں مسلمانوں کا انتظام ہے تو ایک درجہ میں صحیح ہوسکتا ہے۔

انتظام کی ترغیب

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

آنے والی چیز آتی ہے چاہے اس کو لاکھ واپس کیا جائے

حضرت والا اکثر بڑے بڑے بیموں اور منی آرڈروں کو خلاف اصول ہونے کی بناء پر واپس فرماتے رہتے ہیں اور جب وہی واپس کردہ رقم اصول کے مطابق مکرر موصول ہوتی ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اس وقت حضرت والا حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے جو چیز آنے والی ہوتی ہے وہ آتی ہی ہے چاہے اس کو لاکھ واپس کیا جائے۔ پھر کیوں نیت خراب کی جائے اور خلاف اصول کا ارتکاب کیا جائے۔

بدگمانی کا علاج استفسارات سے

ایک طالب نے بدگمانی کا علاج پوچھا تھا۔ تحریر فرمایا کہ وہ بدگمانی اختیار سے ہوتی ہے بلا اختیار۔ اور صرف بدگمانی ہوتی ہے یا اس کے موافق عمل بھی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے مع ایک دو مثال کے لکھو۔

کسی کو مسلسل دیکھنا

اکثر نو واردین حضرت والا کی نشست و برخاست کو اس طرح تکا کرتے ہیں کہ حضرت والا کو بھی اس کا علم ہوجاتا ہے جو نہایت نازیبا حرکت ہے کیونکہ اس سے دوسروں کی آزادی میں فرق

آجاتا ہے۔اور قلب پر بڑا بار ہوتا ہے۔ایسے موقعوں پر اکثر اظہار ناراضی میں یہ فرمایا کرتے ہیں کہ کیا کوئی تماشہ ہورہا ہے جو اس طرح مجھے تک رہے ہو۔اگر دیکھنے ہی کا شوق ہو تو اس طرح دیکھو کہ حضرت والا کو یہ محسوس نہ ہو کہ فلاں شخص مجھ کو مسلسل تک رہا ہے یا اہتمام کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

سچائی وصفائی وحریت حضرت والا

فرمایا کہ مجھ میں نہ تواضع ہے نہ تکبر۔سچائی اور صفائی ہے اور طبیعت میں بیساختگی اور سادگی ہے جس کا سبب آزادمزاجی ہے۔

النظام فی الکلام

بار ہا فرمایا کہ گو میں متقی و پرہیز گار تو نہیں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل بھی نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت میں فلاں حالت تغیر کرنا چاہیے۔غرض مجھ کو اپنی کسی حالت پر قناعت نہیں ۔

اندریں رہ می تراش و می خراش   تادم آخر دمے فارغ مباش

چنانچہ سہولت استحضار کیلئے خود ہی ایک شعر تصنیف فرما کر اور اس کی جلی قلم سے ایک موٹی دفتی پر لکھوا کر اپنے ڈسک پر رکھ چھوڑا ہے جس کی نقل یہ ہے النظام فی الکلام۔

اعمال باطنہ اور سالک

کثرت ذکر و قلت تبیان   وقت ہیجان طبع کف لسان

سیر عابد ہر شئے یک روزہ راہ   سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

اعمال باطنہ سالک کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتے ہیں۔حضرت والا اب تک بھی ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال ہی رکھتے ہیں اور بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقی فرما رہے ہیں۔اور یہ وہ ترقی ہے جو ہر وقت ہو رہی ہے اور جس کا کسی کو عام طور سے پتہ بھی نہیں چلتا۔اور یہی وہ اعمال باطنہ ہیں جن کے بارے میں حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ وہ سالک کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتے ہیں۔اور دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں۔اس کو عبادات نافلہ کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت کا اور اعمال قلبیہ کا مثلاً جب کوئی واقعہ پیش آیا تو فوراً اس کے قلب نے اس واقعہ کے

متعلق حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ صبر و شکر تفویض عبدیت وغیرہ کا کیا پس وہ ایک مستقل باطنی عمل ہو گیا اور اس درجہ کا ہوا کہ اس کی بدولت کہیں کا کہیں پہنچ گیا اور چونکہ حوادث بکثرت پیش آتے ہی رہتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے قلب کی نگہداشت میں رہتا ہے اور اس شخص سے بڑھ جاتا ہے جس کو عبادات نافلہ کا اہتمام تو بہت ہے لیکن قلب کی نگہداشت کا اہتمام نہیں بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومیؒ ؎

سیر عابد ہر شبے یک روزہ راہ　　　سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

معیار درویش

فرمایا کہ ایک شیخ کا قول ہے کہ جو درویش اپنی باطنی زیادتی کمی کو ہر دم نہ محسوس کرتا رہے وہ درویش نہیں۔

دوام اطاعت اور کثرت ذکر کی عادت

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب شیخ ہر روز اپنے حالات کی نگرانی اس طریق سے نہ کرے جس سے اس کو یہ تمکین (یعنی دوام اطاعت اور کثرت ذکر کی عادت) حاصل ہوئی تو (عجب نہیں) کہ وہ دھوکہ میں پڑ جائے اور آہستہ آہستہ طبیعت اور عادت قدیمہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر وہ خلوت میں بھی رہنا چاہیے تو انس حاصل نہ ہو بلکہ خلوت سے وحشت ہونے لگے اور یہی حال ہے ان تمام حالات و کیفیات کا جو نفس کی طبیعت و جبلت کے موافق ہیں کہ ان حالات کے حصول پر اعتماد نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ بہت سریع الزوال ہوتے ہیں اور ہم نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے درجہ سے گر گئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو عافیت عطا فرمائے (آمین) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **ان الانسان خلق ھلوعا واذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعاً** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے کہ جتنے فضائل نفس کو حاصل ہیں وہ اس کے جبلی اور طبعی نہیں اس لئے ان کا تحفظ واجب ہے۔

بدنظری کا علاج

ایک صاحب علم کو جو حسن پرستی میں مبتلا تھے اس سے اجتناب کی اس عنوان سے ممانعت فرمائی کہ چاہے جان نکل جائے لیکن نظر نہ ڈالی جائے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مجھ میں اس قدر حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت قرینے اور خوش ترتیبی کے ساتھ رکھتا ہوں۔ اسی طرح حسن صورت کی طرف بھی

بیحد کشش ہو جاتی ہے حظ فاصل ہوتا ہے اس پر بزبان عربی یہ فصیح و بلیغ جواب ارقام فرمایا بعضہ خیر فاشکر واعلیھا وبعضہ شرفا صبر واعنھا ای غضوا البصر حیث امر الشارع بالغض ولو بتکلف شدید تحتمل ذھو ق الروح فان اللہ غیور وتشد غیر تہ علی النظر الیٰ ما ینھیٰ اللہ ان ینظر الیہ فالحذ ران یسخط المحبوب الاکبر .

عشق کی لذت وکلفت کی مثال

فرمایا کہ اس طریق میں تو عمر بھر لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں اور گویا جنم روگ لگ جاتا ہے۔

بڑی عشق میں ہیں بہاریں مگر ہاں گھری خارزاروں سے پھلواریاں ہیں

تعلق مع اللہ کے بعد طریق کی دشواریوں کا خاتمہ

ایک صاحب سے فرمایا کہ اس وقت تو دشواری نظر آرہی ہے لیکن جب قلب میں تعلق مع اللہ پیدا ہو جائیگا تو پھر کوئی دشواری نہ رہے گی۔ قلب میں خود ہی اصلاح کا تقاضا اور اس وقت اپنی حالت میں تغیرات ضروریہ کرنے کو خود ہی نہایت خوشی کے ساتھ جی چاہے گا یہ جو قبل از وقت دشواری نظر آرہی ہے وہ محض خیالی ہے۔

بس چلا چل قطع راہ عشق اگر منظور ہے یہ نہ دیکھا ہے ہم سفر نزدیک ہے یا دور ہے
مشکلیں عاشق کو ہیں بس قبل از دیوانگی کچھ دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور ہے

بلکہ پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر کبھی فکر باطنی اور نگرانی نفس میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے تو سالک غم نہ ہونے کے غم میں گھلنے لگتا ہے بمصداق ارشاد حضرت عارف رومیؒ ۔

بر دل سالک ہزراں غم بود گر زباغ دل خلالے کم شود

غرض یہ باطنی مجاہدات جو حضرت والا کے یہاں کے سلوک میں ہیں بعد چندے دار و مدار زندگی اور غذائے روح ہو جاتے ہیں جن کے بغیر سالک کو چین ہی نہیں پڑتا اور جن کے فقدان کو وہ اپنی موت سمجھتا ہے اور فی الواقع حقیقۃ الامر بھی یہی ہے کیونکہ یہی مجاہدات باطنہ تو اسباب وعلامات حیات قلب اور موجب ترقیات باطنہ دائمہ ہیں۔

غم گیا قلب کی حیات گئی　　　دل گیا ساری کائنات گئی

حضرت والا کا سلوک تو شاہی سلوک ہے

کیونکہ حضرت والا نہ ریاضت کراتے ہیں نہ مجاہدات، نہ ترک تعلقات کراتے ہیں نہ ترک لذات ومباحات بلکہ یہ تاکید فرماتے ہیں کہ خوب راحت وآرام سے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور طبیعت میں نشاط رہے جو معین عبادت ہو۔ البتہ معصیت کے پاس نہ پھٹکو اور نفس کی ہر وقت نگرانی رکھو اور ہمت سے کام لو اور بقدر تحمل وفرصت کچھ ذکر وشغل بھی کرتے رہو۔ بس انشاء اللہ مقصود کا حصول یقینی ہے نہ کم کھانے کی ضرورت نہ کم سونے کی ضرورت یہ دونوں مجاہدے آج کل متروک ہیں کیونکہ طبائع میں پہلے ہی سے ضعف غالب ہے البتہ کم بولنا کم ملنا جلنا ضروری ہے لیکن نہ اتنا کم کہ جس سے قلب میں انقباض پیدا ہو جائے، لیجئے یہ شاہی سلوک نہیں تو کیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ درویشی کیلئے کمبل اور گدڑی کی ضرورت نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ دے تو دوشالہ اور شاہی میں بھی درویشی حاصل ہوسکتی ہے بشرطیکہ طریقہ سے حاصل کی جائے سبحان اللہ حضرت والا نے طریق کو اس قدر آسان فرمادیا ہے کہ کوئی دشواری ہی نہیں رہی ۔

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو　　　کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنادیا

البتہ اگر بے اصول چل کر اس طریق کو خود ہی دشوار کرلیا جائے تو یہ طریق کا نقص نہیں بلکہ چلنے والے کا بے ڈھنگا پن ہے ۔

جو آسان سمجھو تو ہے عشق آساں　　　جو دشوار کرلو تو دشواریاں ہیں

فرمایا کہ راستہ تو بالکل صاف اور ہموار ہے لیکن لوگ خود ہی اس کو اپنے سوءِ استعمال اور اوہام سے دشوار کر لیتے ہیں اور خود اپنے ہاتھوں پریشانیوں میں پڑتے ہیں چنانچہ ایک مولوی صاحب جو بڑے عالم فاضل اور فہیم شخص ہیں وہ بھی اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ اب تک تہجد کے وقت بلا الارم (جگانے والی گھڑی) آنکھ ہی نہیں کھلتی افسوس کہ ابھی تک ان خارجی چیزوں کی احتیاج باقی ہے اب تک قلب میں اتنا بھی تقاضہ پیدا نہ ہوا کہ الارم کی حاجت نہ رہے۔ اور خود بہ خود تہجد کے وقت آنکھ کھل جایا کرے۔ حضرت والا نے ان کی تسلی کی کہ آخر کس کس خارجی چیز کی احتیاج سے بچو گے کیونکہ ایک الارم ہی کیا سینکڑوں خارجی چیزوں کی احتیاج ہے لباس کی احتیاج ہے، مکان کی احتیاج ہے اور سینکڑوں ضروریات زندگی کی

احتیاج ہے۔ اور یہ سب خارجی چیزیں ہیں ان سب چیزوں سے بچو۔ جب اتنی ساری خارجی چیزوں کی احتیاج سے نہیں بچ سکتے تو ایک الارم کی احتیاج بھی سہی۔ کس فکر میں پڑے۔ جب خود اللہ میاں ہی نے ہمیں اپنی نعمتوں کا محتاج بنایا ہے تو پھر ہم ان نعمتوں سے کیوں استغناء کی تمنا کریں ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں　　　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

عیوب نفس کے اصلاح کا طریقہ

ایک سالک کو تحریر فرمایا کہ اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی رکھیں اور عیوب نفس کے اصلاح کیلئے استحضار و ہمت سے برابر کام لیتے رہیں اور گو شروع میں قدرے تعب ہو لیکن تکرار مخالفت نفس سے پھر انشاء اللہ سہولت ہونے لگے گی۔

تکرار عمل سے عمل میں سہولت

حضرت والا نے فرمایا کرتے ہیں کہ تکرار عمل ہی سے عمل میں سہولت بھی ہونے لگتی ہے لیکن سہولت کے منتظر نہ رہیں عمل بہر حال کرتے رہیں چاہے عمر بھر سہولت نہ ہو۔

ہمت ہی سے کامیابی ممکن ہے

فرمایا کہ وہ ہمت ہی نہیں جس کے بعد کامیابی نہ ہو وہ ہمت کی محض نیت ہے کیونکہ اختیاری کوتاہیوں سے بچنے کیلئے اگر پوری ہمت سے کام لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی نہ ہو۔

کم ہمتی سے عمل میں کوتاہی

فرمایا کہ کم ہمتی سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو فوراً توبہ کرے پھر ہمت سے کام لینے لگیں اور مایوس نہ ہوں۔ نہ اس غم میں پڑیں کہ کوتاہی کیوں ہوگئی۔ کوتاہی کا تدارک بھی عمل سے ہی ہو جائیگا۔
(مکتوب نمبر ۱۱۸ ملقب بہ تسہیل الطریق میں طریق کا مکمل دستور العمل مذکور ہے دیکھ لیں)

ذکر کے تعین کا طریقہ اور ناغہ سے ضرر

جب ذکر و شغل کی اجازت شیخ سے حاصل کر لی جائے تو ذکر کی مقدار بقدر تحمل و فرصت مقرر کریں۔ نہ اتنی کم ہو کہ کچھ مشقت ہی نہ ہو نہ اتنی زیادہ ہو کہ نبھ نہ سکے حتی الامکان اپنے معمولات میں

ناغہ نہ ہونے دیں ناغہ سے بڑی بے برکتی ہوجاتی ہے چلتے پھرتے اور فارغ اوقات میں بھی کوئی ذکر اپنا معمول رکھیں۔

دوام ذکر کی ترغیب

فرمایا کہ اپنا اصل کام ذکر کو سمجھیں جب ضرورت ہو بول لیں اور پھر مشغول ہوجائیں جیسے درزی کپڑا سیتا رہتا ہے اور ضرورت میں بول بھی لیتا ہے لیکن اس کی اصل توجہ کپڑا سینے ہی کی طرف رہتی ہے۔

قلت کلام کی تدبیر

قلت کلام کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ابتدا ابکلام نہ کریں الابضرورت اگر کوئی دوسرا کوئی بات پوچھے تو بقدر ضرورت جواب دیکر پھر ذکر میں مشغول ہوجائیں اسی طرح بلاضرورت کسی کے پاس نہ جائیں۔

سالک کو بلاضرورت میل جول بڑھانا نہ چاہیے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بلاضرورت لوگوں سے میل جول نہ بڑھائیں۔ اگر ذکر وخلوت سے جی اکتا جائے تو بال بچوں میں یا ہم مشرب احباب میں کچھ دیر دل بہلالیں۔ جب نشاط پیدا ہوجائے پھر اپنے کام میں لگ جائیں۔ حضرت والا مباحات کے انہماک اور بالکلیہ ترک دونوں کو باعتبار نتائج کے مضر فرماتے ہیں۔

محبت الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ

اوراد واذکار، نماز، تلاوت وغیرہ جو نیک عمل کرے اسی نیت سے کرے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور اس کی رضا حاصل ہو خالی الذہن ہو کر بطور عادت کے نہ کرے اور جو کیفیت حضور حق کی اس عمل سے پیدا ہو اس کو بعد فراغ بھی محفوظ رکھنے کا برابر خیال رکھے۔ دھن اور دھیان کی اس طریق میں سخت ضرورت ہے۔

فرمایا کہ جمیع مشوشات قلب سے اپنے آپ کو بچائے رکھے جس میں صحت کی حفاظت بھی

داخل ہے کیونکہ جمعیت قلب اس طریق میں مدار نفع ہے۔

خودرائی خود بینی مانع طریق ہے

حضرت والا اس طریق میں خودرائی اور خود بینی کو سب سے بڑا مانع سمجھتے ہیں اور اس شعر کو اکثر فرمایا کرتے ہیں ۔

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خودرائی

اپنی رائے و تجویز کو فنا کر دینا چاہیے

فرمایا کرتے ہیں کہ کوئی اپنی رائے اور تجویز کو فنا کر کے تو دیکھے پھر اللہ تعالیٰ وہ دولتیں عطا فرماتے ہیں جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔اسی میں اتباع شیخ بھی داخل ہے جس کی سخت ضرورت ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کرے ۔علاوہ ادب طریق کے شیخ کے اتباع میں ہر قسم کی سہولت اور راحت اور بے فکری بھی تو ہے ۔لہذا بہت جلد اپنے حالات کی اطلاع اور شیخ کی تجویز کی اتباع کا سلسلہ جاری رکھے اور شیخ جس امر میں جو تجویز کرے اس کو بے چون و چرا مان لے اور اسی کے مطابق کامل اعتماد کے ساتھ عمل میں مشغول رہے خواہ کتنا ہی نفس کو ناگوار ہو۔بس اصل چیز کام میں مشغول رہنا ہے۔ثمرات جو اس کے مناسب استعداد ہوں گے۔وہ خود ہی مرتب ہوتے رہینگے ۔حضرت والا اس کے متعلق حافظؒ کے یہ اشعار اکثر فرمایا کرتے ہیں ۔

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن — کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند
در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست — بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

فنا اس طریق کا اول قدم ہے اور آخر قدم بھی

فنا کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم ہے جیسا کہ ایک معنی کر آخر قدم بھی ہے اگر کسی کو حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو اس طریق کی ہوا بھی نہیں لگی حضرت والا کے یہاں اس صفت کے پیدا کرنیکا سب سے زیادہ اہتمام ہے۔

حقوق العباد کی نگہداشت

حضرت والا کے یہاں حقوق العباد کی نگہداشت کی سخت تاکید ہے۔ بالخصوص وہ حقوق جن میں کوتاہی کرنے سے کسی کو اذیت ہو۔ لہذا اس کا بہت خصوصیت کیساتھ اہتمام رکھیں کہ اپنے کسی قول یا کسی فعل سے کسی کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچے۔

طریقہ اصلاح عیوب

ہر طالب اصلاح کو اپنے عیوب کی اصلاح کرانے کیلئے حسب ذیل طریقہ عمل اختیار کرنا چاہیے وہ حسب ارشاد حضرت والا یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لیں اور جو جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہیں اوران کا علاج بھی استحضار اور استعمال اختیار و ہمت سے کرتے رہیں اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جائیں ان کا نام کاٹ دیں اور جو رہ جائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دیں پھر حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کے متعلق خط لکھنے بیٹھیں تو ان برائیوں میں سے جو اپنے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہو پہلے اس کو لکھیں اگر تعین میں تشویش ہو تو قرعہ ڈال لیں جس عیب کا نام نکل آئے وہی لکھ دیں۔ اور اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کر دیں ایک عیب سے زیادہ ایک بار نہ لکھیں۔ اور اس کی چند مثالیں لکھیں۔ اور جب تک اس عیب کے علاج میں رسوخ نہ ہو جائے برابر اسی کے متعلق خطوط بھیجتے رہیں اور جب رسوخ ہو جائے اور حضرت والا بھی اس رسوخ کی تصدیق فرما دیں اور دوسرا عیب پیش کرنے کی اجازت عطا فرما دیں اس وقت دوسرا عیب پیش کریں۔ بس اسی طرح سارے عیوب کی اصلاح کرائیں۔

حضرت والا کا سلوک جو تتمہ ہے نمبر ۲ کا

حضرت والا نے خود اپنے سلوک کی حقیقت نہایت واضح اور لطیف عنوان سے بیان فرمائی ہے کہ یہاں تو ملا پن ہے ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے طالب علم ہیں صاحب علم بھی نہیں بس قرآن وحدیث پر عمل کرنا بتلاتے ہیں پھر اسی میں جو کچھ ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور ایسا مل جاتا ہے کہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر من امثالها یعنی ہم جیسوں میں سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے قلب میں اس کا خطرہ تک گذرا مگر ظاہر میں نہ تو حق ہے نہ وجد

وکیفیت ہے نہ کشف وکرامت ہے پھیکا پھاکا طرز ہے جیسے سمندر کی مچھلی کہ خود اس کے اندر نمک ہوتا ہے اوپر سے نمک ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اسی کے اندر کا نمک پکنے کے بعد کھلتا ہے پس یہاں بھی اوپر کا نمک نہیں ہے مگر اندر ہے جو پکنے کے بعد کھلتا ہے لہذا پکانا شرط ہے یعنی عمل میں کوتاہی نہ کرنا اور حضرت والا کے ارشاد فرمودہ اصول کے مطابق کرنا کیونکہ اس طریق میں حسب الارشاد حضرت والا کا ہی کام چلتا ہے ۔

کارکن کاربگز راز گفتار ☆ اندریں راہ کار باید کار

قدم بایداندر طریقت نہ دم ☆ کہ اصلے اُدما دوم بے قدم

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی ☆ مزد اگرمی طلبی طاعت استاد بہ بر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر قاعدے سے کام کیا جائے تو حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں وصول بطریق جذب ہوتا ہے بطریق سلوک نہیں ہوتا۔ اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ بوجہ تشبیہ بالمحبوب کے محبوبیت عنداللہ ہے اور محبوبیت کے لئے جذب لازم ہے۔

مناسبت شیخ پیدا کرنا

فرمایا کہ شیخ سے مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ اس کے افعال واحوال کا تتبع اور استحضار اور اتباع ہے اور مناسبت پیدا ہونیکے بعد پھر شیخ کو خود ظہار اسرار کا جوش ہوتا ہے۔

انسداد سوءظن وغلو در حسن ظن

فرمایا فہرست اجازت سے کسی کا خارج کرنے کی بناء انقطا خبر کے سبب انتفاء علم اہلیت ہے نہ کہ علم انتفاء اہلیت اور کسی کو داخل کرنے کی بناء ظن غالب ان اوصاف کے درجہ ضروریہ کا وقوع یعنی رسوخ تقویٰ وصلاح مناسبت کا طریق۔ اہلیت اصلاح اور اوصاف مذکورہ درجہ کاملہ کی توقع ہے جیسے علوم درسیہ کی سند کی بناء اسی کی نظیر ہے۔

اجازت کا مطلب

ف۔ مطلب یہ کہ جیسے علوم درسیہ میں سند فراغ دی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ابھی

اسی وقت اس کو ان علوم میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر سند دی جاتی ہے کہ اس کو ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر وہ برابر درس مطالعہ میں مشغول رہے تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ اپنی غفلت و ناقدری سے خود ہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضائع کر دے تو اس کا الزام سند دینے والوں پر ہرگز نہیں بلکہ خود اسی پر ہے۔ اسی طرح جو کسی کو اجازت دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ فی الحال ہی اس کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر اجازت دی جاتی ہے کہ اس کو فی الحال تو ان اوصاف میں درجہ ضرور یہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ برابر ان کی تکمیل کی فکر اور کوشش میں رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو آئندہ ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

حضرت والا کی اجازت کا طریقہ

حضرت والا کیف ما اتفق کسی کو مجاز نہیں بناتے بلکہ جب کسی کے متعلق قرائن حالیہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے تو پھر اس کے حالات کا خاص طور سے بغور تتبع فرمانے لگتے ہیں بلکہ اس تتبع حالات کیلئے بعض کا نام بھی پہلے سے بطور یادداشت کے لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب اس کی اہلیت کے متعلق اپنا ظاہری اطمینان اور باطنی شرح صدر بھی ہو جاتا ہے اس وقت اجازت عطا فرماتے ہیں۔

بعد اجازت بھی شیخ سے استغنا نہ چاہیئے

فرمایا کہ شیخ کے ہوتے ہوئے اس سے استغناء بعد تکمیل بھی نہ چاہیئے۔ کیونکہ گو مجاز ہو جانے کے بعد شیخ سے سلسلہ استفادہ جاری رکھنا درجہ ضرورت میں نہ رہے۔ لیکن ترقیات کے لئے تو پھر بھی اس کی حاجت رہتی ہے بلکہ اکثر احوال میں یہ افادۂ درجہ ضرورت میں بھی نہیں رہتا۔ لہٰذا شیخ حق سے استغناء کسی حال میں نہیں چاہیئے۔ اور جنہوں نے اپنے کو مستقل سمجھ لیا ان کی حالت ہی متغیر ہو گئی۔

امور دینیہ میں مشورہ ضروری ہے

حضرت والا تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے سر پر پڑا رہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں ہی کو بڑا سمجھنے لگے۔ اور ان سے ملا جلا رہے بلکہ امور دینیہ میں بوقت ضرورت ان سے مشورہ بھی لیتا رہے چنانچہ حضرت والا کا اسی پر عمل ہے۔

معمولات

مشورہ کی حقیقت

حضرت والا عموماً امور مباحہ میں کسی کو رائے بھی نہیں دیتے اور فرمایا کرتے ہیں کہ رائے تو اہل تجربہ سے لی جائے میں دعا کرتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آجکل لوگ رائے دینے والے کو نتیجہ کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور اگر نتیجہ مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو الزام دیتے ہیں۔ حالانکہ رائے اور مشورہ دینے کی حقیقت تو صرف یہ ہے کہ دوسرے کو اس امر کے متعلق رائے قائم کرنے میں اعانت اور سہولت ہو جائے باقی رائے اس کو خود ہی قائم کرنی چاہیئے۔

غیر ماہر کا علاج جائز نہیں

جب تک کوئی ماہر طبیب امتحان لے کر مہارت مناسبت فن کی تصدیق نہ کردے میں کسی طبیب کے لئے تحریک نہیں کرتا کیونکہ غیر ماہر کو علاج کرنا جائز نہیں۔

بلاضرورت مشقت

حضرت والا ضرورت میں تو دوسروں کیلئے بہت کچھ تعت برداشت فرمالیتے ہیں لیکن بلاضرورت اپنے کو مشقت میں نہیں ڈالتے۔

زائد از حاجت چیزوں سے وحشت ہوتی ہے

حضرت والا وقتاً فوقتاً اپنی مملوک چیزوں کا جائزہ لیتے رہے ہیں اس میں سے جو چیزیں ضرورت سے زائد نکلتی ہیں ان کو اپنی ملک سے خارج فرماتے رہتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو زائد از حاجت چیزوں کا اپنی ملک میں ہونا بھی موجب وحشت ہوتا ہے۔

اصول صحیحہ کی پابندی کی ترغیب

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ قواعد ضروریہ اور اصول صحیحہ کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے خود اپنے آپ کو ان کا ہمیشہ پابند بنائے رکھا۔

تعویذ دینے کا طریقہ

حضرت والا جس تعویذ میں کوئی آیت تحریر فرماتے ہیں اس کے اوپر سادہ کاغذ بھی لگا دیتے ہیں تا کہ اس کا بے وضو چھونا جائز ہو جائے اور کسی کو تنگی یا گناہ نہ ہو۔

آمدنی کا چوتھائی حصہ صدقات نافلہ ہیں

حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ علاوہ صدقات واجبہ کے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ ہمیشہ مصارف خیر میں بطور صدقات نافلہ صرف فرما دیتے ہیں۔ ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

کسی پر بیجا بار ڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا

فرمایا کہ کسی پر بے جا بار ڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا شرعاً جائز نہیں۔ اگر کسی مسافر عہدہ دار کیلئے ٹھہرنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو اس کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے۔ وہ بہت سے بہت یہ کرے کہ چلتے وقت مسجد کے مصارف کیلئے کچھ دیدے اس صورت میں مسجد کا بھلا بھی ہو جائیگا اور مسافر کے قلب پر مسجد کے اندر ٹھہرنے سے گرانی بھی نہ ہوگی۔

سائل کو دینے کا طرز

جب کوئی سائل آتا ہے اور حضرت والا کی نیت دو آنے دینے کی ہوتی ہے تو یہ فرماتے ہیں دو پیسے دے سکتا ہوں تا کہ اس کو پھر دو آنے کی قدر ہو اور جب تک وہ دو پیسے ہی پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کر دیتا نہیں دیتے بعضے بدون لئے چلے گئے تو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے حاجت مند ہی نہیں ورنہ دو پیسے کو بھی غنیمت سمجھتے کیونکہ دو پیسے قبول کرنے میں کچھ نقصان تو تھا نہیں کچھ نہ کچھ نفع ہی تھا چاہے تھوڑا ہی سہی۔

مالی اعانت کا طرز

حضرت والا جب کسی کی مالی اعانت کرتے ہیں تو اس کا بہت لحاظ رکھتے ہیں کہ اس کو حرص یا مفت خوری کی عادت نہ پڑنے پائے۔ اور جب وہ اپنی سب تدبیریں ختم کر چکتا ہے اور پھر بھی اس کو احتیاج باقی رہتی ہے اس وقت اعانت فرماتے ہیں اور وہ بھی داشتہ داشتہ تا کہ ایک ساتھ بے فکری نہ

ہو جائے اور جو کچھ ہے اس کی دل سے قدر رہو۔ کیونکہ بے فکری سے نفس کے اندر بہت سے رذائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن خود ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بقدر حاجت اس کے پاس پہونچتا رہے چنانچہ اگر وہ کبھی کچھ قرض مانگتا ہے تو اسی مقدار سے کسی قدر کم دے کر فرما دیتے ہیں کہ یہ ہبہ ہے اس کے ادا کرنے کی فکر نہ کرنا کسی موقع پر کمی کو بھی اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں۔

دین کا عقل پر غلبہ

حضرت والا مصالح کے مقابلہ میں ردوقبول خلق یا رسمی لحاظ ومروت کا ذرہ برابر خیال نہیں کرتے۔ غرض حضرت عقل کو ہمیشہ اپنی طبیعت پر غالب رکھتے ہیں اور اسی طرح دین کو عقل پر۔ اور یہ وہی کر سکتا ہے جو بڑا صاحب تمکین اور ابوالحال ہو۔

مصارف خیر

اگر کوئی بڑی رقم مصارف خیر کیلئے آتی ہے تو اس کا حساب بھی رقم بھیجنے والے کے پاس ارسال فرما دیتے ہیں لیکن اگر کوئی خود حساب طلب کرتا ہے تو خود اس رقم ہی کو یہ تحریر فرما کر واپس فرما دیتے ہیں کہ جس کو ہم پر اطمینان نہیں وہ ہم سے یہ خدمت ہی کیوں لے۔

مدارس دیوبند وسہارنپور

حضرت والا کا کئی سال سے یہ بھی معمول ہے کہ اختیاری رقوم میں سے بشرط گنجائش کتابیں خرید کر مدارس دیوبند وسہارن پور میں بھجوا دیتے ہیں۔

استعداد علمی پیدا کرنا

طلباء کے نفع کیلئے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں بس تین چیزوں کا التزام کر لیں پھر چاہے کچھ یاد رہے یا نہ رہے میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ استعداد علمی پیدا ہو جائے گی اول تو سبق کا مطالعہ کریں پھر استاد سے سمجھ کر پڑھیں پھر ایک مرتبہ اپنی زبان سے تقریر کر لیں اور ایک چوتھی بات درجہ استحسان میں ہے وہ یہ کہ آموختہ بھی بالالتزام پڑھتے رہا کریں۔ بس پھر نہ رٹنے کی ضرورت نہ محنت کرنے کی۔

نظافت کا طرز اہتمام

اگر کسی کپڑے یا انگلی وغیرہ پر سیاہی وغیرہ کا کوئی ذرا سا بھی داغ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ تو حضرت والا کو وہ اس قدر بدنما معلوم ہوتا ہے کہ اس کو فوراً خاص اہتمام کے ساتھ دھوتے ہیں۔ اسی طرح جس زمانہ میں زکام ہوتا ہے رومال کے ایک گوشہ میں گرہ لگا لیتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی ہے اس طرف کے گوشہ میں ناک صاف فرماتے رہتے ہیں تا کہ کل رومال آلودہ نہ ہو اور جو گوشہ آلودہ ہوا ہے بس وہی آسانی کے ساتھ دھولیا جائے۔

تناسب اور ترتیب کا اہتمام

فرمایا کہ مجھ کو تناسب اور ترتیب کا اتنا اہتمام ہے کہ استنجا کے ڈھیلوں میں بھی جو سب سے بڑا ہوتا ہے پہلے اس کو استعمال کرتا ہوں پھر اس سے چھوٹا پھر اس سے چھوٹا۔

کھانے پینے کا طرز

اگر کوئی آبخورے میں بہت سا پانی بھر کر لاتا ہے تو جب اس کو کم کرادیتے ہیں تب پیتے ہیں ورنہ ایسی وحشت ہوتی ہے کہ تھوڑا بھی نہیں پیا جاتا۔ کسی کا جھوٹا کھانا نہیں کھا سکتے جھوٹا پانی نہیں پی سکتے۔ البتہ ساتھ کھانے میں انقباض نہیں ہوتا۔

کسی کے معمولات کی تفتیش کا عبث ہونا

کسی صاحب معمولات کے معمولات کی تفتیش عبث ہے کیونکہ اتباع امتی کے افعال کا نہیں ہوتا صرف انبیاء علیہم السلام کے افعال واقوال متبوع ہیں تاوقتیکہ کوئی تخصیص کی دلیل قائم نہ ہو۔ یا جس کے افعال کے اتباع کا سنت میں امر وارد ہوا ہو جیسے حضرات خلفاء راشدین یا اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثلاً غرض باستثناء مذکور غیر نبی کی تعلیمات قولیہ کا اتباع ہوتا ہے نہ کہ اس کے معمولات فعلیہ کا۔ کیونکہ ممکن بلکہ غالب ہے کہ اس کے معمولات فعلیہ اس کی خصوصیات میں سے ہوں اور وہ اتباع کرنیوالے کے مناسب حال نہ ہوں۔

حضرت والا کی زیادہ نظر اصلاح ملکات پر ہے

فرمایا کہ میری نظر ملکات پر ہوتی ہے افعال پر نہیں ہوتی کیونکہ افعال تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں درست ہو سکتے ہیں لیکن ملکات کی اصلاح برسوں میں بھی ہونا مشکل ہے مثلاً بے نمازی تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں نمازی ہو سکتا ہے لیکن کبر کا برسوں کے مجاہدوں میں بھی زائل ہونا مشکل ہے۔

حضرت والا کی نصیحت کا منشاء

فرمایا کہ میں جو کچھ کسی کو کہتا ہوں الحمدللہ دل سوزی اور خیر خواہی سے کہتا ہوں تحقیر یا نفرت سے نہیں۔ اس کے افعال کو تو برا سمجھتا ہوں لیکن اس کی ذات کو برا نہیں سمجھتا۔

خاتمہ بالخیر

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ جو بلاواسطہ یا بالواسطہ حضرت سے بیعت ہو اس کا بفضلہٖ تعالیٰ خاتمہ بہت اچھا ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد دنیادار ہی رہے لیکن ان کا بھی خاتمہ بفضلہٖ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔

ازواج محترمات کے متعلق عدل

فرمایا کہ میں تو ایک کی باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے اس کی طرف توجہ میں کمی ہوگی جس کی باری ہے اور یہ اس کی حق تلفی ہے۔

ازواج کے ساتھ برتاؤ کا طریق

فرمایا کہ اگر عورت مہر معاف بھی کر دے تب بھی مرد کی غیرت کا مقتضا یہی ہونا چاہیئے کہ وہ پھر بھی مہر ادا کر دے اپنی بیویوں کے ساتھ خود ہی احسان کرنا زیبا ہے نہ کہ الٹا ان کا احسان لینا۔

حسن معاشرت

حضرت والا اپنے گھروں میں بہت ہی نرمی اور لطف و بے تکلفی کا برتاؤ فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات پیرانی صاحبان حضرت والا کے گھر میں تشریف لانے کے وقت اگر کسی کام میں مشغول ہوئیں تو حضرت والا نے نہایت لطف آمیز لہجہ میں فرمایا کہ ہم تو دن بھر کے کام کے بعد تھکے

تھکائے تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کو راحت دینے کی غرض سے تمہارے پاس آتے ہیں اور تم اس وقت بھی اپنے کام میں لگی رہتی ہو۔

تواضع

ایک بار حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو بعض اوقات چولہے ہی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا لیتا ہوں اور بوقت ضرورت پانی کا گھڑا بھی اٹھا کر رکھ دیتا ہوں۔

حسن معاشرت و بے تعلقی

حضرت والا جب تک گھروں میں رہتے ہیں بے تکلف اور ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ مخدومیت کی شان سے نہیں رہتے اور گھر والوں کی طرف ایسے ملتفت رہتے ہیں جیسے ان کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہو لیکن جب تھوڑی دیر بعد پھر خانقاہ میں تشریف لا کر مشغول بمشاغل دینیہ ہو جاتے ہیں تو پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

ہر محل کا پورا پورا حق ادا کرنا

حضرت والا ہر موقع اور محل کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں لیکن اصل تعلق صرف اپنے محبوب حقیقی ہی سے ہے چنانچہ کسی خاص غلبہ میں ایک بار بطور راز کے فرمایا کہ بعض اوقات تو تعلقات سے اس قدر وحشت ہونے لگتی ہے کہ گو محض وسوسہ اور خطرہ ہی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ یہ جو تھوڑا بہت تعلق گھر والوں کا لگا ہوا ہے یہ بھی ختم ہو جائے لیکن میں اس وسوسہ کے آتے ہی فوراً ان کی درازی حیات کی بہ تکلف دعا کرنے لگتا ہوں تاکہ اس کا تدارک ہو جائے اور کسی ضرر کا احتمال بھی نہ رہے کیونکہ بعض اوقات قوت خیالیہ سے بھی دوسرے کو ضرر پہونچ جاتا ہے۔

اہل کے ساتھ حسن معاشرت کی تاکید

حضرت والا بیویوں کے ساتھ سلوک کرنے کی عام طور سے بہت تاکید کرتے رہتے ہیں کہ عورتیں بیچاریاں ہر طرح بس شوہر کے رحم پر ہوتی ہیں۔ سوائے شوہر کے اور ان کا کون ہوتا ہے لہٰذا بہر حال رحم ہی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اور ہندوستان کی عورتیں تو عموماً اپنے شوہر کی فدائی ہوتی ہیں ان کے

اور پرتشدد تو اور بھی بے رحمی ہے اور عموماً عفیف بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے حوریں جن کے صفت قرآن مجید میں قاصرات الطرف فرمائی گئی ہے چنانچہ مردوں میں تو نامحرم کے وسوسوں سے شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو اور شریف عورتیں قریب قریب سب ہی ایسی ہیں کہ ان کو کبھی عمر بھر کسی غیر مرد کا وسوسہ تک نہ آیا۔

اہل کے راحت وعافیت کا بے حد خیال

حضرت والا کو اپنے دونوں گھروں کی راحت وعافیت کا بہت ہی زیادہ خیال رہتا ہے چنانچہ دونوں کی بیماریوں کے علاج کیلئے متعدد بار ہر قسم کی تکلیفیں اور اخراجات برداشت فرما کر دور دور کے شہروں میں خود اپنے ہمراہ لے گئے اور بعض دفعہ زنانے شفاخانوں میں بھی ٹھہرا کر ان کا علاج کرایا اور باہر میدان میں خیمہ نصب کر کے اس میں قیام فرمایا۔

ادائے حقوق اہل وحفظ حدود

ایک بار حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا چھت پر سے گر پڑیں اس وقت حضرت والا خانقاہ میں فجر کی سنتیں پڑھ رہے تھے اسی دوران اطلاع ہوئی حضرت والا نے فوراً نیت توڑ دی اور گھر تشریف لے جا کر ان کی تیمارداری فرمائی۔ جب سب ضروری انتظامات فرما چکے اس وقت واپس تشریف لا کر نماز فجر ادا کی۔ ایسی حالت میں نیت توڑ دینا واجب تھا۔ کمافی الدر المختار باب ادراک الفریضة یجب القطع لنحو انجاء غریق او حدیق۔

ف: سبحان اللہ کیا ادائے حقوق اور حفظ حدود ہے ورنہ زاہدان خشک تو نماز تو درکنار ایسے مواقع پر وظیفہ بھی چھوڑنا خلاف زہد سمجھتے ہیں جو سراسر حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔

بیویوں کی آسائش کی فکر

حضرت والا نے اس بناء پر کہ اپنے بعد بھی بیویوں کی آسائش سنت ہے چنانچہ (ترمذی کی ایک حدیث مرفوع میں اس کی تصریح بھی ہے اور نیز امر طبعی بھی ہے) اپنے بعد اپنی دونوں ازواج محترمات کی کفالت کیلئے اپنے بہت ہی خاص مخصوصین کو بعنوان عام وصیت بھی فرمائی ہے۔

حفظ حقوق، صفائی معاملات امانات کا تحفظ

حضرت والا کو دوسرے کے حفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام ہے اور یہ حضرت والا کے خصوصیات خاصہ میں سے ہے چنانچہ اگر کبھی تھوڑا سا بھی مسجد کا گرم پانی وضو سے بچ جاتا ہے تو اس کو بھی سقاوہ ہی میں جا کر ڈال آتے ہیں تا کہ مسجد کا اتنا سا مال بھی ضائع نہ جائے۔ اسی طرح حضرت والا کو صفائی معاملات اور امانات کو خلط سے محفوظ رکھنے کا بڑا اہتمام ہے۔

تعلیم دین کی وصیت

وصیت فرمائی کہ میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بے حد کثرت ہے اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

طلبا کو وصیت خدمت واہل اللہ کی صحبت

وصیت فرمائی کہ طلبا کو وصیت کرتا ہوں کہ نری درس وتدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظر عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں ؎

بے عنایت حق وخاصان حق　　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

وصایا عامہ

فرمایا کہ دینی ودنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

(۱) شہوت وغضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲) بے مشورہ کوئی عمل نہ کریں۔ (۳) کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ دوستی کے درجہ تک پہونچ جائے۔ بالخصوص جب کہ ہر کس وناکس کو راز دار بھی بنالیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔ (۴) اسی طرح کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو سخت مضر ہے (۵) غیبت قطعاً چھوڑ دیں (۶) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔

(۷) بدون سخت تقاضہ کے ہمبستر نہ ہوں۔ (۸) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ (۹) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔ (۱۰) غیرضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۱۱) سخت مزاجی وتندخوئی کی عادت نہ ڈالیں۔ رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنائیں۔ (۱۲) ریا وتکلف سے بہت بچیں اقوال وافعال میں بھی طعام ولباس میں بھی۔ (۱۳) مقتداء کو چاہئے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنائے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کیلئے (۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں (۱۵) روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے دیندار فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ (۱۶) بلاضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی باتوں سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔ (۱۹) تعلقات نہ بڑھائیں۔ (۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔ (۲۱) حتی الامکان دنیا ومافیہا سے جی نہ لگائیں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ (۲۲) ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو لولا اخرتنی الیٰ اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین اور ہر وقت یہ سمجھیں کہ شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔ (۲۳) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصا پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں حسب وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔

ترک فضول کا معیار

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ترک فضول کا معیار کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ امر اجتہاد سے یہ دیکھا جائے کہ اگر یہ بات ہم نہ کہیں گے تو اس سے اپنا یا دوسرے کا خفیف یا شدید دنیوی یا دینی ضرر ہوگا ایسی بات تو کہی جائے اور جو ایسی نہ ہو نہ کہی جائے۔ ابتداء میں یہی معیار ہے۔

تفریح طبع کیلئے کلام کرنا فضولیات میں داخل ہے

انہیں صاحب نے دریافت کیا کہ احباب سے تفریح طبع کیلئے کلام کرنا یہ بھی فضولیات میں داخل ہے یا اس کی اجازت ہے اگر اجازت ہے تو کس حد تک فرمایا کہ اوپر کے معیار سے تو ظاہراً خارج ہے لیکن اس کے بالکلیہ ترک سے اکثر طبائع میں ملال وکلال کی کیفیت پیدا ہونے سے فتور وکسل کا احتمال قریب ہوسکتا ہے جو ایک خفیف سا ضرر ہے۔ باقی حد اس کی یہ ہے کہ ایسے وقت اس کو چھوڑ دیا جائے کہ اس کا کسی قدر اشتیاق طبیعت میں رہ جائے۔

زوائد تصوف کی طرف التفات نہ ہو

ایک سالک نے ذکر کا اثر وتصور شیخ کے عدم استقلال کی شکایت لکھی تھی۔ تحریر فرمایا کہ ان چیزوں کو مقصود سے وہ نسبت ہے جیسے باغ کی گھاس پھولوں سے کہ اگر بالکل بھی نہ ہو تو باغ کی روح میں کوئی کمی نہیں بلکہ بعض اوقات جب بڑھ جاتی ہے تو کاٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام میں لگے رہئے اور ان زوائد کی طرف اصلاً التفات نہ کیجئے۔

ارادہ غیبت کے وقت کف لسان مطلقاً احسن ہے

ایک سالک نے لکھا کہ اب کسی مجلس میں کسی کی نسبت کوئی ایسی بات کہنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو غیبت میں داخل ہوسکتی ہے تو فوراً یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس سے معاف کرانا پڑیگا یہ تصور آتے ہی زبان رک جاتی ہے بسا اوقات بولنا شروع کرتا ہوں ساتھ ہی وہ تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے اور بجائے اس بات کے کوئی دوسری بات کہہ دیتا ہوں فرمایا کہ عمل حسن ہے اور اس سے احسن یہ ہے کہ دوسری بات بھی نہ کہی جائے بلکہ خاموش ہو جائیں اس میں نفس کا زجر بھی زیادہ ہے نیز دوسروں کیلئے تنبیہ ہے کہ جب کلام کا نامناسب ہونا متحضر ہو جائے اس طرح سے رک جانا چاہیے۔ دوسری بات کی طرف منتقل ہونے میں یہ تنبیہ نہیں جو نفع متعدی ہے۔

غائبین کی غیبت کا تدارک

ایک سالک نے دریافت کیا جن لوگوں کی غیبتیں پہلے ہو چکی ہیں اور ان میں سے بہتوں کے

متعلق اب یاد بھی نہ ہوگا اور بہت سے لوگ دوسری جگہ کے ہوں گے یا ان کی وفات ہو چکی ہوگی اس کے متعلق کیا کروں فرمایا اپنے ساتھ ان کیلئے استغفار ایک حدیث میں وارد ہے غالباً ابوداؤد کی روایت ہے۔

فرمایا کہ سالک کو ہمت سے کام لینا چاہیئے نرے ندم و تمنی سے کچھ نہیں ہوتا۔

یکسوئی کی تحصیل میں دو غلطیاں

ایک سالک نے لکھا کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق ہو جائے تحریر فرمایا کہ گو حضور اختیاری نہیں لیکن احضار اختیاری ہے جس قدر وسع میں ہو خواہ اس پر حضور مرتب ہو یا نہ ہو۔اس میں دو غلطیاں ہوتی ہیں ایک احضار کا قصد نہ کرنا دوسرے حضور کا قصد کرنا۔

عارف کبھی دعا کی اجابت سے ناامید نہیں ہوتا

حضرات صوفیہ کا یہ خاص مذاق ہے کہ وہ دعا کی اجابت سے کبھی ناامید نہیں ہوتے بعض اہل اللہ بعض امور کیلئے تیئس سال تک برابر دعا کرتے رہے ۲۳ سال کے بعد اجابت کا ظہور ہوا ان کو اجابت دعا کا یقین تھا اس لئے برابر دعا میں لگے رہے۔مگر عام لوگوں کی عادت یہ ہے کہ چند روز دعا کر کے جب قبول کے آثار نہیں دیکھتے گھبرا کر دعا چھوڑ دیتے ہیں اور یوں سمجھ لیتے ہیں کہ ہم قبول دعا کے اہل نہیں مسلمانوں نے جہاں اپنی کامیابی کے دوسرے طریقوں سے تغافل برتا ہے افسوس ہے کہ وہ دعا جیسی سہل چیز سے بھی تغافل برت رہے ہیں۔اگر کم از کم ہر مسلمان عزت اسلام و مسلمین و غلبہ اسلام کے لئے دعا ہی کرتا رہے اور برابر اس میں لگا رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ دنوں کے بعد آثار قبول نظر آ جائیں گے

فاعتبروا یآ اولی الابصار .

دعا کا طریقہ

حضرات فقہاء اور صوفیہ دونوں نے فرمایا ہے کہ اگرچہ دعا میں ادعیہ ماثورہ کا اختیار کرنا افضل ہے مگر اس کی پابندی کی ضرورت نہیں اگر کسی وقت کسی بات کے لئے اپنی زبان میں اپنے محاورہ میں دعا کرنے کو دل چاہے تو بے تکلف جس لفظ سے چاہے دعا کرے بس اتنی بات کی رعایت ہے کہ حرام چیز کی دعا نہ ہو اور حدود سے تجاوز نہ ہو۔

محبوب کا خطاب

واصل کو اصل فرحت محبوب کے خطاب سے ہوتی ہے۔

عارف طالب دنیا نہیں ہوتا

عارف طالب دنیا نہیں ہوتا۔ زہد اس طریق کا پہلا قدم ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ دل سے دنیا کی محبت اور طلب نکل جائے عارف طالب دنیا نہیں ہوتا طالب آخرت ہوتا ہے اور بقدر ضرورت کسب دنیا زہد کے خلاف نہیں بلکہ مامور بہ ہے۔ اور بلا طلب کے زیادہ مل جائے تو اس کا لے لینا بھی زہد کے خلاف نہیں کیونکہ صحابہؓ میں بعض اغنیاء بھی تھے جن کے پاس ضرورت سے زیادہ مال تھا مگر وہ طالب دنیا نہ تھے خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور مصارف خیر میں صرف کیا کما جاء فی الحدیث من ایوب علیه السلام حین امطر علیه جرادمن ذهب فجعل یحثوه فی ثوبه وقال له ربه. الم اغنک عن هذا قال بلی یارب ولاکن لاغنی لی عن برکتک.

دین میں ایجاد کی دو قسمیں ہیں

ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدین اول بدعت ہے اور دوسری قسم کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے۔ خود مقصود بالذات نہیں لہذا بدعت نہیں۔ سوطریق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجہ میں ہیں سو اگر طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے تو یہ بھی بدعت کہلائی جا سکتی ہیں ورنہ نہیں۔

غلو فی الادب جانبین کا ایذا دہ ہے

فرمایا کہ بعض کو ادب میں بھی بہت غلو ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب بے تکلف ہو کر رہیں اور اس کے ساتھ اپنی راحت کا بھی خیال رکھیں اور میری راحت کا بھی۔ اس سے آگے بڑھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور جانبین کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔

صحبت کامل اکسیر اعظم ہے

فرمایا کہ کامل کی صحبت اکسیر اعظم ہے دیکھ لیجئے حضور ﷺ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرامؓ

کیا کچھ ہو گئے۔

حضورؐ آئینہ بھی ہیں

فرمایا حضور ﷺ کو جو شخص خواب میں دیکھے وہ حضور ہی ہوتے ہیں مگر ہیات وحالات کا اختلاف اس لئے ہوتا ہے کہ حضورؐ آئینہ بھی ہیں ایک شخص نے حضورؐ کو خواب میں حقہ پیتے دیکھا۔ میں نے کہا تم نے اپنی حالت دیکھی حضورؐ چونکہ آئینہ ہیں اپنی ہی حالت تم کو نظر آئی۔

حضورؐ کی زیارت خاتمہ بالخیر کی علامت ہے

فرمایا کہ حضورؐ کی زیارت جس کو خواب میں ہو جاتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا پس حضور ﷺ کی زیارت مثالی علامت خاتمہ بالخیر کی ہے۔

فرمایا کہ کامل اجتماع خاطر تو ذکر اللہ ہی سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

قرآن مجید ایک بڑے حاکم کا کلام ہے

بعض مقامات پر قرآن مجید میں ربط کا نہ ہونا تصنیفات کا سا رنگ نہ ہونا۔ متعارف مناظرہ کا رنگ نہ ہونا۔ کفار کے ساتھ مومنین و مطیعین کا ذکر ہونا اور دونوں کا رنگ بالکل مختلف ہونا ایک کا اثر دوسرے پر نہ ہونا دلیل ہے کہ قرآن مجید ایک شفیق اور بڑے حاکم کا کلام ہے جو انفعال سے منزہ ہیں کسی مصنف اور ناقص القدرت کا کلام نہیں۔

اہل اللہ کے احوال

اہل اللہ کو چونکہ نعمت کی حقیقت زیادہ معلوم ہے (کہ وہ محض عطائے خداوندی ہے ہمارے کسب کو کچھ دخل نہیں) اس لئے ان کو نعمت پر شکر زیادہ ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ جس قدر تعلق ان کو نعمت سے ہے اس سے زیادہ منعم سے تعلق ہوتا ہے ان کی زیادہ نظر منعم پر ہوتی ہے۔ نیز وہ ہر نعمت کو اپنے استحقاق سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ پر راضی رہتے ہیں مقصود پر نظر نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے شکایت کی کہ مجھے افلاس زیادہ ہے۔ فرمایا اگر دل میں امن واطمینان ہو۔ بدن میں کوئی مرض نہ ہو ایک دن کا کھانے کو ہو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔۔ اسی لئے اہل اللہ کی یہ شان ہے

کہ اگر مل گیا تو شکر، نہ ملا تو اس کو بھی نعمت سمجھ کر صبر۔اور عبدیت کی وجہ سے وہ حاجت کی ہر چیز مانگتے ہیں لیکن اگر کوئی چیز نہ ملے تو اس پر بھی راضی رہتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے نعمت ہے۔ان حضرات کو کسی نعمت کی طلب ہوتی ہے تو وہ بھی اسی کے واسطے کہ جمعیت قلب میسر ہو قلب کو پریشانی نہ ہوتا کہ اطمینان کیساتھ کام میں لگیں۔اسی لئے ان حضرات کے یہاں جمعیت قلب کا بڑا اہتمام ہے۔

اتباع سنت بھی دین ہے

حضور سرور عالم ﷺ کو جمعیت قلب امت کا اہتمام تھا حضور ﷺ سال بھر کا سامان ازواج کو عطا فرما دیتے تھے گو حضورؐ کی جمعیت اس پر موقوف نہ تھی مگر حضورؐ نے اپنے مذاق مبارک کے خلاف صرف ہماری رعایت کی اور ایسا کر کے اس فعل کو جائز سے آگے بڑھا کر سنت بنا دیا کہ میری امت کو دنیا میں بھی دین کا ثواب ہے کیونکہ اتباع سنت تو دین ہے کیا انتہا ہے شفقت کی کہ ہم نالائقوں کی رعایت سے سال بھر کا خود انتظام فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ امت کو ایسا کرنے سے جمعیت قلب حاصل ہو اور حضورؐ کے ہر فعل میں یہی شفقت ہے کیا یہ شفقت نہیں ہے کہ آپ ساری ساری رات کھڑے ہو کر امت کی سفارش کر رہے ہیں حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم بھی آ گیا۔

ہر نعمت کی قدر کرنا چاہیئے

فرمایا کہ میں خود مال کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس ہاتھ میں جوتا نہیں لیتا جس میں روپیہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نعمت کی تحقیر کا کسی کو کیا حق ہے۔نعمت وہ چیز ہے کہ ہمارے یہ سارے لمبے چوڑے دعویٰ کمالات کے اور سارا طنطنہ جبھی تک ہے جب تک کہ انہوں نے اپنی نعمت سے نواز رکھا ہے ورنہ ایمان کا سنبھلنا بھی مشکل تھا۔

گھر علیحدہ بنالینا مناسب ہے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ گھر علیحدہ بنالینا مناسب ہے اس کی ضرورت ہے کہ اپنا کوئی جدا ٹھکانہ ہو۔

دوزخ مومن کے لئے موجب تطہیر ہوگی

تطہیر مومن کا طرز مختلف ہوگا کفار سے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ایسے رحیم وکریم ہیں کہ اگر کوئی مومن دوزخ میں بھی جائے گا تو وہ دوزخ بھی دوسرے نوع کی ہوگی یعنی کفار کے لئے تو وہ جیل خانہ ہے اور مسلمان کے لئے حمام ہے اور بعض مومنین کا نور ایمان تو اتنا قوی ہوگا کہ پل صراط پر ان کے گذرنے کے وقت آگ کہے گی اسرع یامومن فان نورک اطفا ناری اے مومن جلدی گذر جا کیونکہ تیرے نور ایمان کی وجہ سے میں ٹھنڈی ہوئی جاتی ہوں۔ اگر تو ذرا ٹھہر گیا تو میں پٹ ہو جاؤں گی۔ اور بعض ضعیف الایمان جو دوزخ میں جائیں گے بھی تو ان کا جانا تزکیہ وتطہیر کے لئے ہوگا۔ یعنی کفار تو دوزخ میں تعذیب کیلئے بھیجے جائیں گے اور مسلمان تہذیب کیلئے۔ جب یہ ہے تو تم میلے کچیلے ہوکر کیوں جاتے ہو پاک صاف ہوکر جاؤ۔ پھر حمام کی صورت بھی دیکھنے میں نہ آئے گی۔ نیز ایک تفاوت دوزخ میں مومن اور کافر کا کشفی ہے یہ کشف شیخ اکبرؒ ہے کہ مومن دوزخ میں سوئیں گے بھی اور خواب میں دیکھیں گے کہ جنت ہے حور ہیں قصور ہیں۔ اور یہ کرنا ایسا ہوگا کہ جیسے کلوروفام سنگھا کر اپریشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے دوزخ میں مومن کو موت کی سی حالت دے دی جائے گی۔ البتہ جنت میں نیند نہ ہوگی کیونکہ یہ نیند مشابہ موت کے ہے اور جنت میں موت ہے نہیں۔ بہرحال دوزخ مومن کے لئے مطہر ہے تو بعض اوقات تطہیر مولم بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے بعض میل تو ایسا ہوتا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے دور ہو جاتا ہے اور بعض گرم پانی سے اور بعض بدون صابن لگائے دور نہیں ہوتا۔ اور بعض بدون بھٹی پر چڑھائے نہیں جا سکتا۔ ٹھنڈے پانی سے مراد توبہ ہے۔ گرم پانی سے مراد بیماری وحوادث ہیں۔ صابن سے مراد موت ہے بھٹی سے مراد دوزخ ہے۔ بس مومن کا دوزخ میں جانا میل کچیل داغ دھبہ سے پاک صاف ہونا ہے یہاں کی آگ میں بھی تطہیر کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ دیکھئے جیسے گوبر ناپاک مگر جل کر راکھ ہوکر پاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی خدا کی محبت اور عشق میں جل کر فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ۔ سوختہ افروختہ ہو جاؤ پس پاک صاف ہوکر پہنچو۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

افروختن وسوختن وجامہ دریدن　　　پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

جنت میں داخلہ

فرمایا کہ نفس ایمان پر بھی دخول جنت ہو جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دخول ادنیٰ نہ ہو۔

کالجوں کے مدرسین

فرمایا کہ اکثر اسکولوں اور کالجوں کے مدرسین اور ماسٹروں کی عقلیں لڑکے ہی چھین لیتے ہیں

خدا کی نعمتیں

فرمایا کہ یہ نعمتیں بھی خدا کی ہیں ان کا طبعاً محبوب ہونا برا نہیں مگر منعم حقیقی اللہ ورسول سے احب یعنی زیادہ محبوب ہونا برا ہے۔

فرح شکر وفرح بطر کا تفاوت

فرمایا کہ نعمتوں پر شکر کے طور پر خوش ہونا یعنی خدا کے فضل ورحمت ہونے کی حیثیت سے اس پر خوش ہونا یہ حق ہے منعم کا جس کے متعلق ارشاد ہے **قل بفضل الله وبرحمته فبذالک فليفرحوا** یہ فرح شکر ہے جو محمود ہے اور ایک فرح بطر ہے یعنی خود ذات نعمت پر ناز کرنا یہ ناشکری ہے منعم کی اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قلب میں نعمت کے زوال کے احتمال کا استحضار نہیں رہتا اسی کے متعلق ارشاد ہے **لاتفرح ان الله لايحب الفرحين** دیکھو قارون بالذات مال سے خوش ہوتا تھا کیا درگت بنی اور اس استحضار زوال کے بعد جو فرح کی کیفیت قلب میں رہ جائیگی وہ عین شکر ہے۔

فرح بطر کو فرح شکر بنانے کا طریقہ

فرمایا کہ جس وقت نعمت پر ناز کا وسوسہ ہو تو اس وقت اس کا مراقبہ کرو کہ اس پر ہماری کیا قدرت ہے تو اس مراقبہ سے فرح بطر جاتا رہے گا فرح شکر باقی رہے گا۔

بے نتیجہ خیالات طریق میں رہزن ہیں

فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ کام میں لگا رہے کہ بے نتیجہ فکروں میں نہ پڑے مثلاً یہ کہ معصیت ہوگئی تھی اس سے توبہ بھی کر لی تھی معلوم نہیں وہ قبول ہوئی یا نہیں۔ آخر اس سے کیا فائدہ کہ اگر کسی وقت زیادہ پریشانی ہو تجدید توبہ کرے اور پھر کام میں لگ جائے۔ مطلب یہ کہ آگے چلنے کی فکر کرے بے نتیجہ

خیالات میں وقت صرف نہ کرے اعمال میں وقت صرف کرے اس طرح یہ خیالات مضر ہیں کہ میں کامل ہوا یا نہیں ۔ میں جو کچھ ہوا یا نہیں غرض بے نتیجہ خیالات اس طریق میں رہزن ہیں ۔ کام کرنیوالے ایسے چیزوں کو کب دیکھتے ہیں ۔ ان کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے ۔

تعویذ میں عقیدہ کی خرابی

ایک شخص نے عرض کیا روزگار کیلئے ایک تعویذ دید یجئے فرمایا کہ روزگار کیلئے تعویذ نہیں ہوتا ۔ اگر کچھ پڑھ سکو تو اللہ کا نام بتلا دوں ۔ عرض کیا بتلا دیجئے ۔ فرمایا کہ بعد نماز عشاء یَا وَھابُ چودہ تسبیح اور چودہ دانے پڑھ لیا کرو ۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف ۔ اسی شخص نے مری ہوئی زبان سے کہا بہت اچھا ۔ اس پر فرمایا طبیعت خوش نہیں ہوئی ۔ یہ اعتقاد کی خرابی ہے ۔ عوام سمجھتے ہیں کہ تعویذ سے نعوذ باللہ خدا پر قبضہ ہو جاتا ہے جس سے وہ خلاف نہیں کر سکتے خواہ مشیت ہو یا نہ ہو اور پڑھنے پڑھانے سے یا دعا کرانے سے کیا ہوتا ہے وہ ان کی مرضی پر ہوتا ہے قبول کریں یا نہ کریں ۔

اونی کپڑے کی ناپسندیدگی کی وجہ

فرمایا کہ میں ہدیہ میں اونی کپڑے سے جو خوش نہیں ہوتا تو اس لئے کہ اس میں کیڑا لگ جاتا ہے اور میرے یہاں حفاظت کا اہتمام نہیں ہو سکتا ۔ میں کثیر المشاغل ہوں دوسرے ایسے کاموں میں توجہ اور وقت دونوں صرف ہوتے ہیں اور مجھ کو اس سے گرانی ہوتی ہے ۔

ہدیہ لینے دینے کے آداب

ہر چیز اور ہر کام میں رسوم کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ حقائق قریب قریب بالکل مٹ ہی گئے کتنا سہل نسخہ ہے کہ ہدیہ دینا چاہو تو مجھ سے پوچھ لو ۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ میں ضرورت کی چیز بتلاؤں گا تو دینے والے کی جو نیت ہے کہ اس کو میں ہی استعمال کروں وہ اس صورت میں بالکل محفوظ ہے نہ فروخت کرنے کی ضرورت نہ کچھ ۔ ایک حکمت یہ ہے کہ ہدیہ دینے سے مقصود خوش کرنا ہوتا ہے وہ بھی اس صورت میں زیادہ قریب ہے کہ جی چاہی چیز آئی ۔ اور جو مروجہ صورت دینے کی ہے اس میں تو دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے جو ہدیہ کے مقصود کے خلاف ہے مقصود تو جس کو ہدیہ دیا جائے اس کا خوش کرنا ہے مگر خود ہدیہ لینے والے کو دینے والے کی خوشی کی بھی رعایت ضروری ہے ایسا نہ کرے کہ اسی کے سامنے اس

ہدیہ کو دوسرے کو دیدے کیونکہ اس میں اس کی افسر دگی ہے۔

بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم ہے

فرمایا کہ جس قدر الفت اور محبت بڑھتی ہے اسی قدر تکلف جاتا رہتا ہے اور بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم ہے نفع باطن کیلئے مگر اکثر لوگوں کو ان باتوں کی خبر نہیں۔

ہدیہ کا منشا خلوص و محبت ہونا چاہیئے

فرمایا کہ ہدیہ دینا محبت وخلوص سے ہونا چاہیئے خواہ وہ کسی درجہ کی چیز ہو خواہ وہ فلوس ہی ہو بڑھیا چیز نہ ہو۔

زینت مردوں کے لئے زیبا نہیں

فرمایا کہ میں سب کو تو منع نہیں کرتا لیکن ہاں اکثر لوگ قیمتی کپڑا تکلف اور زینت کی وجہ سے پہنتے ہیں ان کو تو ضرور منع کیا جائے گا اس کا اثر طبیعت پر برا ہوتا ہے۔ ایسے تکلف کی زینت تو عورتوں کے لئے ہے نہ مردوں کے لئے۔

کھانے کی رغبت

فرمایا کہ کسی چیز کے لینے یا کھانے سے عذر کر دینا حالانکہ ضرورت ہو تو ابتلا اور کفران نعمت ہے اگرچہ فتویٰ سے عذر کی اجازت ہے (مثلاً رغبت اس کے کھانے کی ہے ہی نہیں)

اصول اسلام راحت بخش ہیں

فرمایا کہ جس قدر غیر مسلم اقوام ہیں سب نے اسلام کے اصول لئے ہیں راحت اٹھا رہے ہیں اور مسلمانوں نے چھوڑ دیئے ہیں پریشان ہیں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔

صفائی روح کی مطلوبیت کی دلیل

حدیث شریف میں ہے نظفوا افنیتکم یعنی گھر سے باہر جو اس کے سامنے میدان ہے اس کو صاف رکھو سو ظاہر ہے کہ جب مکان سے باہر کی صفائی کا اس قدر اہتمام ہے تو خود گھر کی صفائی کس قدر مطلوب ہوگی پھر کپڑے کی اس سے زیادہ اور جسم کی اس سے زیادہ اور روح کی تو کس قدر مطلوب ہوگی۔

مہمان کو بے تکلف کرنے کی تدبیر

فرمایا کہ امام شافعیؒ سماع حدیث کے لئے امام مالک صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔ کھانے کے وقت خادم نے اطلاع کی کہ کھانا تیار ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا لے آؤ وہ ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور پہلے امام شافعیؒ کے ہاتھ دھلانے چاہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ اسی طرح کھانا رکھتے وقت فرمایا کہ کھانا پہلے ہمارے سامنے رکھو اس کے بعد خود پہلے کھانا شروع کر دیا۔ یہ ترتیب اس وقت کے رسم وتکلف کے خلاف ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑے دقیقہ پر امام کی نظر گئی اس لئے کہ مہمان کو پیش قدمی کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ خصوص کھانے میں ابتدا کرتا ہوں مہمان شرماتا ہے۔ آپ نے یہ ترتیب مہمان کو بے تکلف کرنے کے لئے اختیار فرمائی۔

اسلام تمام اخلاق حمیدہ کی جڑ ہے

فرمایا کہ کفر جڑ ہے تمام اخلاق رذیلہ کی اور اسلام جڑ ہے تمام اخلاق حمیدہ کی۔ اس لئے کفر کے ہوتے ہوئے اتفاق ہونا نہایت عجیب ہے۔ اور اسلام کے ہوتے ہوئے نا اتفاقی ہونا عجیب ہے ان دونوں کا سبب کچھ عوارض ہوتے ہیں۔

ہدیہ تطہیر قلب کا ذریعہ ہے

فرمایا کہ ہدیہ دے کر کسی عنایت کی توقع نہایت ہی منکر وقبیح ہے مجھ کو تو یہ پسند نہیں کہ ہدیہ دے کر دعا کے لئے کہا جائے اس لئے کہ ہدیہ تو محض طیب قلب سے اور تطہیر قلب کے لئے ہوتا ہے۔

مولانا قاسم صاحب کا قبولیت ہدیہ

فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ شخص ہم کو غریب سمجھ کر ہدیہ دے رہا ہے لینے کو جی نہیں چاہتا۔ ہم غریب ہی سہی مگر اس کو کیا حق ہے کہ وہ غریب سمجھ کر دے۔ غرض یہ کہ مولانا رفع حاجت کی مصلحت کی آمیزش کو بھی نہیں پسند فرماتے تھے۔ اور ایک یہ بھی معمول تھا کہ سفر میں ہدیہ لینا پسند نہ فرماتے تھے۔ بعض اوقات پہلے سے آمادگی نہیں ہوتی منہ دیکھ کر خیال ہو جاتا ہے تو طیب قلب سے نہ ہوا۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا قبولیت ہدیہ

فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ پر غالب حالت مجذوبیت کی تھی مگر کوئی شخص رخصت کے وقت ہدیہ پیش کرتا تو قبول نہ فرماتے تھے اور جو شخص آتے ہی دیتا لے لیتے تھے جانے کے وقت دینے کے متعلق فرماتے کہ بھٹیارا سمجھا ہے کہ حساب لگا کر دیتا ہے کہ آٹھ آنے کا کھایا ہوگا لاؤ روپیہ دیدو۔ دیکھئے ہدیہ میں یہاں بھی دوسری مصلحت یعنی ادائے عوض کی مل گئی طیب قلب سے نہ ہوا۔

مولانا گنگوہیؒ کا قبولیت ہدیہ

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقدار میں ہدیہ نہ لیتے تھے کم مقدار میں لیتے تھے اور لینے کے وقت بے حد شرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی بڑی حیثیت نہیں اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ بھائی زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ دیدو۔ اس میں بھی یہ راز ہے کہ بعض اوقات زیادہ مقدار میں طیب قلب نہیں ہوتا قلیل مقدار سے شرما کر زیادہ دیتا ہے۔

خاصان حق کی صحبت

فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میں، ان کی دعا میں، ان کی نصیحت میں سب میں نور و برکت ہے۔ دہلی میں جو حکیم نابینا ہیں ان کی نباضی مشہور ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت میں نابینا ہوں بجز نبض کے اور علامات کا مشاہدہ نہیں کرتا نبض شناسی کی دعا کر دیجئے۔ آپ نے نبض کے لئے دعا فرمادی جس میں اس کا کمال شاہد ہے یہ اسی دعا کی برکت ہے۔

باطنی تعلقات کے نفع کا مدار بشاشت پر ہے

خصوص اگر بیعت کے وقت انقباض ہو تو یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ پھر ساری عمر اس کا اثر رہتا ہے

انگریزی دوا کا استعمال

فرمایا کہ انگریزی دوا باستثناً نادر میں خود تو استعمال نہیں کرتا مگر دوسروں کے لئے برا نہیں سمجھتا

کیونکہ ضرورت شدیدہ میں جائز ہے۔

طریق کی حقیقت ومقصود

فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت یہ ہے کہ اعمال مامور بہا طریق ہیں اور رضاء حق اس طریق کا مقصود ہے۔ اس کے آگے جو شیخ کامل تجویز کرتا ہے یا سلف کا معمول رہا ہے وہ سب تدابیر کا درجہ ہے فن طب کی طرح اس طریق میں بھی تدابیر ہیں۔

حصول نسبت کا موقوف علیہ

فرمایا کہ وہ نسب حقیقی کہ بندہ کو خدا کے ساتھ عشق کا تعلق ہو جائے اور حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ رضا کا تعلق ہو جائے یہ موقوف ہے دوام طاعت وکثرت ذکر پر۔ یہ بدوں اس کے نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور نسبت بمعنی کیفیت مطلوب نہیں ہے۔

وقت رحلت کا استحضار

فرمایا کہ الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ مجھ کو اپنے وقت (رحلت) کا کافی استحضار ہے لیکن زبان پر اس لئے نہیں لاتا کہ دوستوں کو رنج ہوگا۔

فلاح کی صورت

مسلمانوں کے فلاح اور بہبود کی صورت اسی میں ہے کہ ہر جگہ انجمن قائم ہو جائیں تاکہ ایک دوسرے کی خبر گیری کر سکیں۔

تصدیق کے درجے

فرمایا کہ تصدیق کے دو درجے ہیں ایک اختیاری اور ایک اضطراری سو ایمان مامور بہ اختیاری ہوتا ہے اور اضطراری میں اکتساب واختیار کو دخل نہیں اس لئے وہ ایمان نہیں بلکہ جو تصدیق اختیاری ہو وہ ایمان ہے اور اختیاری یہ ہے کہ اس پر اپنے جی کو جمانا سمجھانا غرض ایمان وہ ہے جو اختیاری ہو اور گاندھی کو تصدیق اضطراری حاصل ہے ورنہ نماز پڑھا کرے یہ نہ سہی مگر کم از کم اس کو فرض ہی سمجھے اس کو ایک دوسرے عنوان سے سمجھو کہ ایک ہے جاننا اور ایک ہے ماننا جیسے قیصر ولیم، جارج کو بادشاہ جانتا ہے

اور جارج، قیصر ولیم کو بادشاہ جانتا ہے مگر ایک کو ایک مانتا نہیں دونوں کی فوجیں لڑتی ہیں۔ جیسے یہاں فقط جاننے سے اطاعت کا حکم نہیں کیا جا سکتا ایسے ہی گاندھی جانتا ہے مانتا نہیں۔ اس سے ایمان کیسے ہو سکتا ہے اب میں اس سے آگے کہتا ہوں کہ دو طریق ہیں ایک یہ کہ حکیمانہ طریق پر مانتا ہے یعنی جس کو مانتا ہے اس کو اپنے اوپر حاکم مانتا ہے سو بعض لوگ حکیمانہ طریق پر اسلام کی بعض باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں مگر وہ بھی ایمان نہیں ایمان کیلئے اس کی ضرورت ہے کہ حاکمانہ طریق پر مانے ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک یورپین عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم کو نماز اچھی اور پیاری معلوم ہوتی ہے مگر رسول اللہ ﷺ کو اپنے اوپر حاکم نہیں سمجھتی تو اس سے ایمان اور اسلام تھوڑا ہی ثابت ہو سکتا ہے یہ تو ایک حکیمانہ طرز پر تسلیم کرنا ہے جو ایمان کے لئے کافی نہیں۔ حاصل یہ کہ ہر ماننا اسلام نہیں۔

ذکر دوا سمجھ کر کرنا چاہیے

فرمایا کہ بعض طالب شکایت کرتے ہیں ذکر میں لذت نہیں آتی جی نہیں لگتا، وسوسے آتے ہیں تو وہ یہ سمجھ لیں کہ لذت کے لئے یا جی لگنے کے لئے یا وسوسے نہ آنے کیلئے موضوع نہیں دوا ہی سمجھ کر کئے جاؤ تب بھی نفع ہوگا۔

طاعات میں اعتبار دوا اور اعتبار غذا

طاعات میں لذت ہونے نہ ہونے کا ذکر تھا فرمایا کہ ایک لذت ہوتی ہے اور ایک ضرورت ہوتی ہے مثلاً دوا میں لذت نہیں ہوتی ضرورت کے لئے مستعمل ہوتا ہے سو طاعات بعض کے اعتبار سے دوا ہوتی ہے جس میں لذت نہیں ہوتی اور بعض طبائع کے اعتبار سے غذا ہوتی ہے جس میں لذت بھی ہوتی ہے۔

ایک نے عرض کیا کہ حضرت قرآن شریف جو یاد کرنا شروع کرے اور کامیاب نہ ہو کیا بروز قیامت اندھا اٹھے گا۔ فرمایا کہ اگر یہ وعید ثابت ہے تو اندھا وہ اٹھے گا جو کوشش چھوڑ دے (یہ شبہات ادھورے علم سے ہوتے ہیں) اور جو کوشش میں لگا رہتا ہے وہ اس وعید کا مستحق نہیں وہ ایسا ہی اٹھیگا جیسے یاد والے اٹھیں گے۔

شیطانی وسوسہ سے بچنے کی تدبیر

ایک صاحب جو مبتلائے وساوس تھے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیطانی وساوس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ہمت سے شیطان کا مقابلہ کرو اور مقابلہ یہی ہے کہ اس کی طرف التفات مت کرو جیسے کٹ کھنا، کتا بھونکتا ہے بھونکنے دو۔ بھاگنے سے اور زیادہ بھونکے گا۔

خدا پر بھروسہ رکھنا

خلافت کی شورش کے زمانے کا قصہ ہے کہ یہاں پر ایک شخص تھا ہندو راجپوت پرانا آدمی تھا میں صبح کو جنگل سے آرہا تھا وہ مل گیا کہنے لگا کہ کچھ خبر بھی ہے تمہارے لئے کیا کیا تجویزیں ہو رہی ہیں اکیلے مت پھرا کرو۔ میں نے کہا جس چیز کی تم کو خبر ہے مجھ کو اس کی بھی خبر ہے اور ایک چیز کی بھی خبر ہے جس کی تم کو خبر نہیں۔ پوچھا وہ کیا میں نے کہا وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کسی سے کچھ ہو نہیں سکتا کہنے لگا پھر تو جہاں چاہو پھرو تمہیں کچھ جوکھم (یعنی اندیشہ) نہیں، دیکھئے ایک ہندو کا خیال کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

معاشرت میں حضرت والا کی تعلیم

فرمایا کہ معاشرت کے متعلق میری تمام تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ یہ چاہتا ہوں کہ کسی کی طبیعت پر میری وجہ سے بار یا گرانی نہ ہو۔

زنا، شراب پینے سے اشد ہے

فرمایا کہ خلافت کمیٹی کے زمانہ میں اچھے برے کی تو کوئی تمیز ہی نہ تھی اغراض پرستی، نفس پرستی، ہوا پرستی، دنیا پرستی کا بازار گرم تھا۔ ایک شخص نے ایک حامی کی تحریک سے کہا کہ شراب پر تو پکٹنگ اور پہرہ لگاتے ہو مگر رنڈیوں پر بھی تو پکٹنگ اور پہرہ لگاؤ یہ بھی تو برا کام ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر دین کی وجہ سے برے کاموں کو روکتے ہو تو جو بھی برے کام ہوں سب کو بند کر دو بلکہ شراب پینے سے تو زنا اشد ہے۔ چنانچہ شراب کے نہ پینے پر اگر ظالم حاکم وغیرہ قتل کی دھمکی دے شراب کا پی لینا ایسے وقت جائز ہے اور اگر زنا پر قتل کی ایسی دھمکی دے تو ایسے وقت میں زنا کرنا جائز نہیں تو آپ لوگوں نے زنا کو کیوں نہیں روکا اس

پر پیلٹنگ ہوا نہ پہرا لگا۔ پس معلوم ہوا اور بعض نے اس کی تصریح کی کہ یہ دین اس کا سبب تھوڑا ہی تھا بلکہ سبب اس کا صرف انگریزوں سے دشمنی تھی اس لئے کہ شراب کی آمدنی انگریزوں کو پہونچتی ہے اور رنڈیوں کی آمدنی انگریزوں کو نہیں پہونچتی۔

خطا معاف کر دینا اور عذر قبول کر لینا

فرمایا کہ کسی کی خطا معاف کر دینے پر اور عذر قبول کر لینے پر یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے دوستی اور خصوصیت بھی رکھے بعض اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی اور بعض اوقات بعد تجربہ کے اس کی مصلحت نہیں ہوتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر اتفاق سے ملاقات ہو جائے تو باہم سلام کر لیں اور اگر ایک طرف سے کوئی ضرورت بات چیت کی ہو تو دوسرا اس کا مناسب جواب دیدے گو مختصر ہی ہو۔ اور اگر ضرورت سے زیادہ بات چیت کا سلسلہ ہونے لگے جس سے بے تکلفی پیدا ہونے کا احتمال ہو عذر کر دے اور جس سے دین کے سبب قطع تعلق کیا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ حاشیہ علی المؤطا میں ہے ومن خاف من مکالمة احدٍ وصلة مایفسد علیه دینه ویدخل مضرة فی دنیا ہ یجوز له بحا نته والبعد عنه ودب ھجر جمیل خیر من لخالطةٍ موذیة واما ماکان من جهة الدین والمذھب فھجران اھل البدع والاھوء واجب الی وقت ظهور التوبة

دلسوزی، ترحم وحفظ حدود حضرت والا

حضرت والا بہار کے قیامت خیز زلزلوں کے حالات سن کر اس درجہ متاثر ہوتے تھے کہ بے چین ہو جاتے تھے اور پر درد لہجہ میں دعائیہ الفاظ اے اللہ رحم فرما۔ اے اللہ رحم فرما بار بار بے اختیار منہ سے نکلنے لگتے تھے۔ و نیز فرماتے بڑا مشکل معاملہ ہے اگر دل برا نہ ہو تو شفقت علی الخلق میں کمی ہوئی جاتی ہے اگر دل برا کرتے ہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ واقعی حدود کے اندر رہنا بس پل صراط پر چلنا ہے اور پل صراط بعض اہل ذوق کے قول پر دراصل رعایت حدود ہی کی صورت مثالی ہوگی جو تلوار سے بھی تیز اور بال سے بھی باریک ہوگی۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اعانت فرماتے ہیں ورنہ حدود کے اندر رہنا نہایت ہی دشوار امر ہے لیکن اگر بندہ اس کی کوشش اور فکر میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب آسان فرما دیتے ہیں۔

اہل باطل کا اثر مٹانا

فرمایا کہ مناظروں اور جوابی رسالوں نے اہل باطل کو بہت فروغ دیدیا ہے ورنہ اگر بے پروائی برتی جاتی ان کے رد کی جانب کچھ التفات ہی نہ کیا جاتا تو ان کو اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہوگئی ہے مناظروں سے تو اہل باطل کو فروغ ہوتا ہے اور نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ اہل باطل کا اثر مٹانے کے لئے حق کی تقریر و اشاعت بار بار اور جابجا کرنا البتہ نافع ہے۔

فرمایا کہ میری طبیعت میں تاثر بہت ہے ذرا سے احسان کا بھی میرے اوپر بے حد اثر ہوتا ہے

حضرت حاجی صاحبؒ کا مسلک

فرمایا کہ مسائل مختلف فیہا میں حضرت حاجی صاحبؒ کا اصل مسلک ترک اور تحرز تھا الا بعارض قوی اور فاعل خوش عقیدہ اور خوش نیت پر نکیر نہ فرماتے تھے۔

حضرت والا کا مسلک

فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ عمل تو ہو مضبوط اور رائے میں ہو نرم۔

اعتراضات کا ایک جواب

ایک شخص نے واہی تباہی اعتراضات لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں بھیجے تھے۔ تحریر فرمایا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہے مگر مجھے اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم ان کو مشتہر کردو تا کہ لوگ دھوکے میں نہ رہیں۔

آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں

فرمایا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہو جاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی۔

فرمایا کہ تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتد بہ ضرر نہیں جس کے لئے بڑا اہتمام کیا جائے

حق تعالیٰ کے حکیم اور حاکم ہونے کا مراقبہ

فرمایا کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم

بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرفات فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کسی کو مجال چون و چرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آئے چونکہ بفضلہٖ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے اس لئے بڑے بڑے حادثہ میں بھی جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمدللہ مجھ کو کبھی نہیں ہوتی طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔

حضرت والا کا طبعی تاثر

حضرت والا میں طبعی تاثر اتنا ہے کہ جب حضرت والا کے خواہر زادہ جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا جن سے حضرت والا کو اتنا تعلق شفقت تھا کہ اس کو حضرت والا تعشق کے درجہ تک پہونچا ہوا فرمایا کرتے ہیں تو اسی زمانہ میں خود فرماتے تھے کہ قلب میں بار بار بے اختیار تقاضہ پیدا ہوتا ہے کہ کام چھوڑ کر قبر پر جاؤں لیکن میں بتکلف اس تقاضا کو روکتا ہوں اور اس کے مقتضا پر عمل نہیں کرتا اور اپنے آپ کو کاموں میں برابر مشغول رکھتا ہوں کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر کہیں ایکبار بھی اس تقاضے پر عمل کر لیا تو بس پھر علت ہی لگ جائے گی۔

تحریکات گزشتہ کے متعلق حضرت والا کی رائے

تحریکات کے زمانہ میں چاروں طرف سے ہر قسم کے زور یہاں تک کہ ناجائز زور تک شرکت کے لئے ڈالے گئے لیکن صاف فرمادیا کہ علاوہ اس کے کہ اعتقاد کے خلاف عمل کرنا تدین کے بھی خلاف ہے۔ ایک قوی مانع یہ بھی ہے کہ میرے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کی جماعت وابستہ ہے جب تک مجھ کو شرح صدر نہ ہو جائے میں شریک ہو کر اتنے سارے مسلمانوں کی ذمہ داری کس طرح اپنے سر لے لوں۔ کیا قیامت میں میری گردن نہ ناپی جائے گی۔ تو ان تحریکات کو مسلمانوں کیلئے سراسر مضر اور اس سلسلہ میں اکثر عوام میں جو طریق عمل اختیار کئے جارہے ہیں ان کو ناجائز سمجھتا ہوں نیز میرے نزدیک نتیجہ سوائے ضرر کے اور کچھ نہیں۔ سچ ہے ؎ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

بوجہ مجاہدہ وسوسہ پر مواخذہ نہیں

ہمارے خواجہ صاحب نے ایک بار لکھا کہ بعض اوقات تو اپنے خیالات وساوس کو بالکل کفریہ

سمجھ کر سخت مایوسی اور یاس کے عالم میں ہو جاتا ہوں۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ کفر کیا وہ تو معصیت بھی نہیں ذرا اندیشہ نہ کریں وسوسہ پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے قرب بڑھتا ہے اور شیطان اس راز سے ناواقف ہے ورنہ کبھی وسوسہ نہ ڈالے۔

ناشکری مذموم کی تعریف

ایک نے لکھا کہ چوری ہوگئی ہے اس کا افسوس سوچنے سے بھی نہیں ہوتا۔ کہیں حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری و ناشکری تو نہیں۔ تحریر فرمایا کہ چوری کا حال سن کر چوری کا افسوس اور آپ کے استقلال پر مسرور ہوا ناشکری کا احتمال عجیب ہے ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے منعم کی بے تکلفی سے اور جو چیز منعم کی غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے اگر اس کا نام کسی کی اصطلاح میں ناشکری ہو وہ حقیقتاً ناشکری نہ ہوگی گو صورۃ ہو۔

خطرات کا علاج

ان کے دفع کا قصد نہ کیا جائے بلکہ اپنے کام میں زیادہ متوجہ ہونے سے سب از خود دفع ہو جائیں گے۔

آلہ مستلزم فعل نیست

ایک طالب نے بذریعہ عریضہ فارسی بغرض حفاظت بندوق رکھنے کی اجازت طلب کی حضرتِ والا نے استفسار فرمایا کہ اجازت گرفتن چہ مصلحت است۔ انہوں نے لکھا کہ قبل ازیں مریض کبر وزیر علاج حضرت بودم بندوق آلہ کبر معلوم می شود۔ اس پر یہ جواب تحریر فرمایا۔ مگر آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس است و قطعش واجب نیست۔

ف: چونکہ ان حضرات کے دل پاک صاف ہوتے ہیں اور طبیعت میں بے تکلفی اور سادگی ہوتی ہے اس لئے انہیں ایسی باتوں کے کہہ ڈالنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔

ایک ذی علم مولوی نے لکھا جناب کے بعض مطبوعہ وعظ اور تصانیف پڑھیں جن سے بیعت کے شوق میں زیادتی ہوئی۔ تحریر فرمایا مبنیٰ نہایت ضعیف ہے تصنیف کا صحیح ہونا مصنف کے صالح ہونے کی بھی دلیل نہیں نہ کہ مصلح ہونے کی۔

بیعت کیلئے مناسبت شرط بیعت ہے

ان ہی صاحب نے لکھا ہے کہ میں شیروانی، قمیض، ڈھیلی مہری کا پاجامہ، بوٹ جوتا اور ترکی ٹوپی پہنتا ہوں داڑھی فی الحال دو ڈھائی انگل لمبی ہے بڑھانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

جواب: میں صدق سے بہت خوش ہوا میں اس کی جزاء میں صدق ہی سے کام لیتا ہوں وہ یہ کہ آپ کا ظاہر خراب میرا باطن خراب ایسی حالت میں مناسبت مفقود اور خدمت مزعومہ (تعلیم بیعت) کیلئے مناسبت شرط۔

شیخ کے خادم بننے کا شرف

ان ہی صاحب نے لکھا کہ میں اس قابل نہیں کہ حضور کا خادم بننے کا شرف حاصل کر سکوں تحریر فرمایا میں تو مخدوم بنانے کو تیار ہوں مگر مناسبت جو شرط طریق ہے میرے اختیار سے خارج ہے۔

دعا کے لئے داعی کی قبولیت شرط نہیں

اعمال حسنہ کی توفیق کی دعا فرمائیں تحریر فرمایا البتہ دعا کیلئے ہر حال میں حاضر ہوں کیونکہ دعا کے لئے داعی کی قبولیت کی شرط نہیں۔

امیر و غربا کی ملاقات کا طرز

فرمایا کہ غربا و امراء کی ملاقات میں دلجوئی کی رعایت تو امر مشترک ہے مگر کیفیت دلجوئی کی ہر شخص کی جدا ہے اس کی حالت وطبیعت وعادت کے تفاوت سے۔ یعنی امراء کی مجموعی حالت طبیعت وعادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جائے وہ خوش نہیں ہوتے اور غرباء تھوڑی توجہ سے راضی ہو جاتے ہیں اس لئے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا تفاوت مذموم نہیں۔ البتہ غربا کو اٹھایا نہ جائے خود اٹھ جائیں کسی بہانہ سے اور اگر اٹھانا ہی پڑے تو بہت ہی نرمی سے مثلاً یہ وقت میرے آرام یا کام کا ہے آپ بھی آرام کیجئے و مثل ذالک۔

ترک عمل وکسل وتعطل عبدیت نہیں

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ ترک عمل وکسل وتعطل کو عبدیت نہ سمجھا جائے عبدیت کے لئے

حرکت فی العمل لازم ہے وھذا مذلة اقد ام کثیر من اھل الطریق حتی وقعو اددطة الجبر والا لحادز عما منھم بانھم اطوع العباد۔

عمل کے وقت تحمل، مشقت بغایت راحت بخش ہے

فرمایا کہ اگر اعتماد ہو بتلانے والے پر اور فہم ہو تو اللہ کا راستہ اس قدر صاف اور آسان ہے کہ دس منٹ کے اندر سمجھ میں آسکتا ہے دیر اور مشقت جو کچھ ہے وہ عمل میں ہے اور وہ بھی رسوخ میں اور مشقت عین عمل کے وقت ہوتی ہے مثلاً نیند کا غلبہ ہے اور نماز پڑھنی ہے تو اس وقت مشقت ہوتی ہے لیکن اگر اس کو برداشت کرلیا تو نماز پڑھ کر فوراً ایسی راحت میسر ہوتی ہے کہ سبحان اللہ ساری مشقت کا بدل ہو جاتا ہے۔

بعض نفسانی ملکات

نفسانی ملکات کے متقضا پر عمل نہ کیا جائے ہم اسی کے مکلف ہیں بلکہ مسرت کی بات ہے کہ ان سے اجر بڑھتا ہے عمل کا۔ ایک طالب نے اپنے بعض نفسانی ملکات کا ظاہر کرکے حضرت والا سے ان کی اصلاح چاہی اور ان کے ہونے پر سخت غم واندوہ کا اظہار کیا کہ وہ مجھ میں کیوں ہیں حضرت والا نے فوراً تسلی فرمائی اور اس تسلی بخش عنوان سے کہ ''ایسے ملکات سے کون خالی ہے یہ تو مجھ میں بھی ہیں ان کے زائل کرنے کی فکر بیکار ہے کیونکہ یہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی نہ انسان جبلی امور کا مکلف ہے کیونکہ ان کا بدلنا غیر اختیاری ہے البتہ ان کے مقتضاء پر عمل کرنا جبلی نہیں نہ غیر اختیاری ہے۔ لہٰذا ہمت کرکے اختیار سے کام لیا جائے اور ان ملکات کے مقتضاء پر عمل نہ ہونے دیا جائے باقی نفس ملکات چاہئے جیسے فاسد ہوں وہ اس وقت تک مطلق قابل افسوس نہیں جب تک ان پر عمل نہ ہو۔ بلکہ ایک معنیٰ کر قابل مسرت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوتی ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است   کہ از وحمام تقویٰ روشن است

پھر فرمایا کہ ایسا شخص دوسروں کی خوب تربیت کرسکتا ہے اور نفس کی باریک باریک چوریاں بھی پکڑ سکتا ہے کیونکہ اس کو نفس کے اتار چڑھاؤ کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے۔

جبلی صفات سب محمود ہیں

ملکات رذیلہ کے متعلق حضرت والا اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ انسان کے اندر جتنی جبلی صفات ہیں وہ سب محمود ہیں البتہ ان کا بے موقع استعمال کرنا مذموم ہے شیوخ کاملین ملکات رذیلہ کا ازالہ نہیں کرتے نہ ان کا ازالہ ہوسکتا ہے بلکہ امالہ کردیتے ہیں جیسے اگر انجن الٹا چل رہا ہو تو اس کے اندر جو بھاپ ہے اس کو تو باقی رکھنا چاہیئے کیونکہ بھاپ تو فی نفسہ بڑے کام کی چیز ہے ہاں انجن کی کل کو موڑ دینا چاہیئے تاکہ بجائے الٹا چلنے کے وہ سیدھا چلنے لگے۔

غصہ کا علاج

ایک طالب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ غصہ غیر اختیاری ہے وہ عیب یا گناہ نہیں۔ البتہ اس کا بے موقع صرف کرنا گناہ ہے سو اس کی تدبیر یہ ہے کہ غصہ کے وقت کوئی کاروائی نہ کی جائے جب غصہ ہلکا ہو جائے سوچ کر مناسب اور معتدل کاروائی کی جائے۔

غصہ کے اسباب اور اس کا علاج

ایک صاحب نے غصہ کے آثار منکرہ کو بہت بسط سے لکھ کر اس کا علاج چاہا تھا۔ یہ علاج تحریر فرمایا کہ یہ حالت یا واقعہ دو سبب سے مسبب ہوسکتا ہے ایک یہ کہ غصہ کے وقت اس کے تبعات یاد نہ رہیں۔ دوسرا یہ کہ باوجود یاد رہنے کے قوت و ہمت ضبط کی نہ ہو۔ اگر اول سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایک پرچہ غصہ مفرطہ کی وعیدوں کا لکھ کر کلائی پر باندھ لیا جائے اس پر نظر پڑتے ہی یاد آ جائیگا۔ اور اگر دوسرا سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً وہاں سے خود علیحدہ ہو جائیں یا مغضوب علیہ کو جدا کردیں۔ جب ہیجان بالکل فرو ہو جائے اس وقت اطمینان سے سوچا جائے بلکہ کسی عاقل سے مشورہ لیا جائے کہ اس جرم کی کیا سزا مناسب ہے۔ بعد تامل یا مشورہ جو طے ہو اس کو بلا کر اس سزا کو جاری کردیا جائے مگر ہر حال میں اتنی ہمت کی ضرور ضرورت ہے کہ تدبیر کو اختیار کیا جائے۔

غصہ اور اس کے ہیجان کا علاج

فرمایا کہ غصہ کے وقت کلام بالکل نہ کیا جائے جب ہیجان بالکل ضعیف ہو جائے اس وقت

ضروری خطاب کا مضائقہ نہیں اور اگر اس خطاب کے دوران میں پھر ہیجان عود کر آئے پھر ایسا ہی کیا جائے

قواعد شرعیہ کا مکلّف ہونا

ایک صاحب نے سوال کیا عرفہ کا روزہ جو ہم لوگوں نے رکھا ہے تو کیا اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی ملے گا جو واقعی عرفے کے دن کا ہوتا ہے کیونکہ دوسری جگہ سے ذی الحجہ کے چاند کی جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں ذی الحجہ کا چاند انتیس کا نظر آیا تھا ان کے حساب سے تو پرسوں عرفہ تھا کل نہ تھا تو اس حساب سے کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفہ کے دن کا روزہ نہ ہوا فرمایا کہ یہاں کا عرفہ کل ہی تھا پرسوں نہ تھا اور کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفے ہی کا روزہ ہے اور اس روزے کا ثواب ہم کو وہی ملیگا جو عرفہ کے روز کا ملتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا بلکہ صرف اس بات کا مکلف کیا ہے کہ جو بات قواعد شرعیہ سے ہم کو تحقیق ہو جائے اس پر عمل کریں خواہ واقع میں وہ بات ہو یا نہ ہو۔

اختلافات کا اثر

فرمایا کہ پرانے زمانے کے لوگوں میں اختلافات کا اثر نفرت اور انقطاع کی حد تک نہیں تھا۔

فرمایا کہ زیادہ اذیت تو بےفکری اور عدم اہتمام سے ہوتی ہے۔

توسیع دینے سے قوت عملیہ بڑھتی ہے

فرمایا کہ مصلح کو تدبیر اور تربیت اصلاح کا حق ہے چنانچہ خود حضورﷺ کی خدمت میں بنی ثقیف کا ایک وفد آیا اور عرض کیا کہ "ہم لوگ اسلام لانے کو تیار ہیں مگر دو شرطیں ہیں۔ ایک تو ہم زکوۃ نہ دیں گے، دوسرے جہاد میں شریک نہ ہوں گے فرمایا منظور۔" دیکھئے ایسی شرطیں قبول کرلیں جو خلاف اسلام تھیں صحابہؓ نے عرض کیا بھی کہ حضور یہ کیسا اسلام ہے کہ نہ جہاد نہ زکوۃ۔ فرمایا میاں اسلام میں آنے تو دو۔ وہ تو پھر سب کچھ کریں گے زکوۃ بھی دیں گے جہاد بھی کریں گے۔ ایمان کی برکت سے ایک نور قلب میں پیدا ہوگا جس سے سب اعمال واجبہ کی توفیق ہو جائیگی تو دیکھئے حضور نے اس وقت سختی نہیں فرمائی۔

ایک مثال اور لیجئے ایک بی بی کو حضورؐ نے نوحہ سے توبہ کرائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول

اللہ! ایک نوحہ میرے اوپر قرض چڑھا ہوا ہے اسے اتارنے کی اجازت دیدیجئے پھر توبہ کرلوں گی، اور پھر کبھی نوحہ نہ کروں گی۔ کوئی عورت ان کے کسی عزیز کے مرنے پر آ کر روئی ہوگی اس کے بدلے میں رونے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اس اجازت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ اٹھ کر چلی گئیں تو راستہ ہی سے لوٹ آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے بھی توبہ کرتی ہوں۔

مرید و شیخ کے انشراح سے نفع ہوتا ہے

فرمایا کہ سب سے اقوال وافعال کی تاویل کی اجازت نہیں تاویل یا سکوت وہاں ہے جہاں شاذ و نادر ایسے اقوال وافعال صادر ہوں اور غالب حالت صلاح کی ہو۔ اور جہاں ایسے ہی منکرات کا غلبہ ہو اور اس کا ہر قول و فعل محتاج تاویل ہو اس سے تعلق تو چھوڑ دینا واجب ہے لیکن اس میں پھر ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس زمانہ کے بزرگ اس کے ساتھ ادب کا معاملہ کرتے ہوں تو باوجود تعلق نہ رکھنے کے اعتراض نہ کرے ورنہ اس پر نکیر واجب ہے باقی ہر حال میں چھوڑ دے کیونکہ اگر تعلق رکھے گا تو دل تنگ رہے گا اور نفع ہوتا ہے انشراح سے۔ اور اگر ہر حال میں تاویل ایسی ہی سستی ہو تو ہندوؤں کی بت پرستی کی بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ وحدت الوجود کے غلبہ میں بتوں کو پوجنے لگتے ہیں لہذا ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ یہ تو مرید کیلئے حکم ہے۔ اور پیر پر بھی واجب ہے کہ بلاضرورت ایسا کوئی فعل نہ کرے جس سے مرید کو شبہ ہو خلاف شرع ہونے کا۔ واقعی اس کا اہتمام تو نہیں چاہیئے کہ سب ہمارے معتقد رہیں۔ لیکن اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بلاضرورت ایسا کام نہ کرے جس سے خلاف شرع ہونے کا شبہ ہو اور دوسرے لوگ سوء ظن غیبت و بہتان کے گناہ میں مبتلا ہوں دلیل حضرت صفیہؓ والی حدیث ہے جو زیارت کیلئے حاضر ہوئی تھیں جب حضور ﷺ اعتکاف میں تھے۔

مخصوص بننے اور بنانے کی خرابیاں

فرمایا کہ کسی کو نہ مخصوص بنانا چاہیے نہ کسی کو مخصوص بننا چاہیئے بس خادم رہنا چاہیے۔ آجکل یہ باعتبار نتائج کے بہت ہی برا ہے اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اہل تعلق کو رنج ہوتا ہے۔ کہ ہم سے خصوصیت نہیں۔ دوسری خرابی خود اس کے حق یہ ہے کہ اور لوگ اس کے اضرار کے درپے ہو جاتے ہیں تیسری خرابی یہ ہے کہ لوگ اس کو واسطہ حاجات کا بناتے ہیں جس سے اس کا دماغ خراب ہوتا ہے۔

ہمت کے لئے کامیابی لازم ہے

عرض کیا گیا ہے کہ ہمت تو اصلاح نفس کی کی جاتی ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی۔فرمایا وہ ہمت ہی نہیں ہوتی ہمت کی نیت سے ہوتی ہے ہمت کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب فرماتے ہیں خود ارشاد ہے کان سعیھم مشکوراً ورنہ لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا کے خلاف ہوتا۔

شریعت کی رعایت مقدم ہے

ایک بار حضرت والا نے فرمایا کہ باطنی مقام سے محرومی اچھی بہ نسبت اس کے خلاف شریعت ہونے کا اندیشہ ہو۔سالک کو چاہیے کہ جو حالت قرآن وحدیث پر منطبق نہ ہو اس سے درگذرے مثلاً ہم نے اعلیٰ درجہ کا دودھ برف ڈال کر رکھا لیکن شبہ ہو گیا کہ اس میں سے کچھ دودھ سانپ آ کر پی گیا ہے تو اسلم یہ ہے کہ اس دودھ ہی کو چھوڑ دے۔

اخلاق رذیلہ کی اصلاح المکتوبات ملقب بہ عبادۃ الرحمان سے

غصہ کا علاج

ایک سالک نے لکھا کہ غصہ کی حالت بحمداللہ ایسی نہیں ہوتی کہ بحالت غضب نفس قابو میں نہ رہے اور جنون جیسی حالت ہو جائے مگر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ غصہ کا اثر قلب پر زیادہ دیر تک رہتا ہے اور غصہ کی زیادتی کی وجہ سے بسا اوقات طبیعت کھانے پینے سے رک جاتی ہے اور نیند بھی کم ہو جاتی ہے اور قلب پر اضطراراً ایک قسم کی پریشانی ہو جاتی ہے قلب کو اگر اس سے دوسری جانب متوجہ کیا جائے تو متوجہ نہیں کر سکتا اور غصہ کے بعد ندامت ہوتی ہے اور طبیعت اس کے لئے بے قرار ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ شخص جس پر غصہ ہوا جلد راضی ہو جائے فرمایا جس غصہ کے آثار معاصی ہوں وہ واجب العلاج ہے اور جو آثار یہاں تحریر فرمائے ہیں وہ معاصی نہیں لہذا واجب العلاج نہیں البتہ چونکہ اس سے طبعی کلفت اور ضرر ہوتا ہے اس حیثیت سے اس کی تدبیر کرنا چاہیے مگر یہ تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں ہر تجربہ کار بتلا سکتا ہے۔ سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ اس مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جائے اور فوراً کسی ایسے شغل میں

لگ جائے جس سے فرحت ہو۔

حال:- اور جس غصہ کے آثار معاصی ہوں ان آثار سے اور ان کے علاج سے بھی متنبہ فرمایا جائے ۔تحریر فرمایا ایسے غصہ کے وہ آثار اختیاری ہوں گے کیونکہ معصیت کوئی غیر اختیاری نہیں۔ جب اختیاری ہیں تو اس سے رکنا بھی اختیاری ہے اور اصل علاج بھی کف ہے لیکن اس کف کی اعانت کے لئے امور ذیل مفید ہیں۔

(۱) معاصی پر جو وعید ہیں ان کا استحضار۔

(۲) اپنے ذنوب وعیوب یاد کر کے یہ سوچنا کہ جس طرح میں اپنے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف فرمادے اسی طرح مجھ کو چاہیے کہ اس شخص کو معاف کردوں۔ اور ایک تدبیر مشترک وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جائے۔

حسد کا علاج

جس پر حسد ہوتا ہو اس کے ساتھ احسان واکرام کا معاملہ کرنا۔ یہ ایک مختصر اور موثر تدبیر ہے امید ہے کہ مفصل تدبیر کی حاجت نہ ہوگی۔ اگر کسی عارض سے اکرام واحسان اس شخص سے جس پر حسد ہوتا ہے دشوار ہو مثلاً وہ شخص بالفعل پاس موجود نہ ہو بلکہ کہیں دور دراز مسافت پر ہو یا اس سے تعارف نہ ہو یا ایسا عالی قدر ہو جس سے اکرام واحسان کرنے کی ہمت نہ ہو تو ایسی صورت میں مجمع میں اس کی خوبیاں بیان کی جائیں۔

ریا کا علاج

بسا اوقات ریا کے اندیشہ سے عمل بھی چھوڑ دیتا ہوں۔ فرمایا ایسا نہ کیا جائے ۔بس اتنا کافی ہے کہ قصداً ریا نہ ہو اس سے زیادہ کا انسان مکلف نہیں۔

معیار قساوت

فرمایا کہ ایک تاثر طبعی ہے ایک تاثر عقلی یا اعتقادی وعملی۔ اول کا فقدان قساوت نہیں ثانی کا فقدان قساوت ہے۔ بس یہ معیار ہے۔

مواظبت علی الاعمال

فرمایا کہ مواظبت علی الاعمال سے خود ترقی ہو جاتی ہے گواور .ائد نہ ہوں۔

تعلق ومحبت

دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہٗ کے ساتھ تعلق ومحبت زیادہ کریں اور اس زیادت تعلق کے لئے کوئی علاج بھی تجویز فرمائیں۔ فرمایا کہ جو محبت مطلوب ہے وہ بلکہ اس سے زائد حاصل ہے اور جس کی تمنا ہے وہ مطلوب نہیں یہ مسئلہ الضروری تیقدر بقدر الضرورۃ کی فرع ہے۔

ریا فعل اختیاری ہے

بہت سے اعمال میں ریا کے وساوس پیش آتے ہیں خصوصاً جہر میں۔ اگر ریا کی حقیقت کلیہ سے اور اس کے مذموم ہونے کے واقع سے مطلع فرمایا جائے۔ تو شاید اس قسم کے وساوس سے بچنے میں سہولت ہو۔ تحریر فرمایا کہ ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین کا کام کرنا غرض دنیوی کے لئے ہو گو وہ غرض مباح ہو۔ یا دنیا کا کام کرنا غرض مباح کے لئے جیسے بڑے پیانہ پر خرچ کرنا شہرت ونمائش کے لئے غرض ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قصداً اس کام سے اسی غرض کا ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ریا فعل اختیاری ہے اور یہ فعل جب ہوگا قصد سے ہوگا۔ پس اگر بلا اختیار کوئی ناجائز غرض قلب میں آجائے اور اس کو اختیار سے باقی نہ رکھا جائے تو وہ وسوسہ ریا ہے، جس پر اجر ملتا ہے ریا نہیں جس پر مؤاخذہ ہوتا ہے۔

حال:- علاج جو حضرت سلمہٗ نے تجویز فرمایا ہے وہ کافی شافی ہے اس کے ساتھ اگر کچھ اور معین بھی ارشاد فرمایا جائے تو بچنے میں اور سہولت ہوگی۔ تحریر فرمایا ان **اللہ ینظر الی قلوبکم** کا استحضار، اس سے غیرت آئیگی کہ اللہ تعالیٰ قلب میں غیر مرضی خیال دیکھیں۔

حال:- بندہ کے اخلاق بہت ہی ناشائستہ ہیں اخلاق کی اصلاح کیلئے دعا فرمائیں تحریر فرمایا یہی خیال انشاء اللہ اصلاح کی علت تامہ کے مثل ہے۔

کبر کا علاج

(۱) کبر کی حقیقت سے متنبہ فرمایا جائے تاکہ انطباق علی الافراد میں سہولت ہو۔ تحریر فرمایا کہ

کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح باطل سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔

علاج:- یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل، دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلاقصد ہے لیکن اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت وعقوبت کا ہے اور اگر زبان سے اس کی مدح وثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم تو اعون فی العلاج ہے۔

(ب) نیز اس سے آگاہ فرمایا جائے کہ کبر میں اور تکبر وحب وجاہ رعونت وشہرت میں کیا فرق ہے۔

تحریر فرمایا عبارا اتنا شتی و حسنک واحد کی طرح معتد بہ فرق نہیں۔

(ج) اگر طبیعت میں صرف اپنے کو بڑا سمجھتا ہو فرمایا کہ یہ عجب ہے جو حرمت میں مثل کبر کے ہے۔

(د) یا صرف دوسرے کو حقیر وذلیل سمجھنا (جو اپنے کسی کمال کی وجہ سے ہو) اس کو بھی شرعاً کبر کہا جائیگا یا نہیں اور اس پر مواخذہ ہوگا نہیں فرمایا کبر میں اصل یہی ہے۔

(س) اور اس کا شرعاً کوئی خاص نام ہے یا نہیں فرمایا اول عجب ثانی کبر۔

(ص) نیز کبر سے اجتناب کیلئے کوئی معین ہو تو مطلع فرمایا جائے تو فرمایا اپنے عیوب کا استحضار دوسرے کے کمالات کا استحضار۔

(ط) رعونت وشہرت وجاہ ونخوت وتکبر کا کبر سے اگر کچھ تغائر ہے اس کو ظاہر فرمایا جائے اور یہ پانچوں اگر آپس میں متغائر ہیں تو رعونت کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے اور اگر سب متحد ہیں تو سب کے لئے مشترک علاج تجویز فرمایا جائے فرمایا خواہ لغۃً کچھ فرق ہو مگر محاورات میں سب متقارب ہیں اور اگر تفاوت ہو تب بھی عجب وکبر کے علاج سے ان کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔

بخل کا علاج

(ا) حب مال اگر طبعاً ہو مگر اس کے مقتضا پر کہ (کسب حرام وامساک عن الواجب ہے) عمل نہ ہو معصیت نہیں اور اگر عقلاً ہو کہ مقتضائے مذکور پر عمل ہو تو معصیت ہے اور یہ مقتضا پر عمل کرنا چونکہ اختیاری ہے تو اس کی ضد بھی اختیاری ہے ضد پر بہ تکلف عمل کرنا اور بار بار عمل کرنا اس داعیہ کو ضعیف کر دیتا ہے اور یہی علاج رہے۔

(ب) بسا اوقات طبیعت پر انفاق گراں ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر انفاق کیا جائے تو ثواب نہیں

ہوتا کیونکہ خلوص نہیں ہوتا اور اگر انفاق نہ کیا جائے تو بخل ہے اس کے لئے حضرت سلمہٗ کچھ تحریر فرمائیں تا کہ اطمینان ہو۔ فرمایا بشاشت اور خلوص میں تلازم نہیں۔ بشاشت نہیں ہوتی خلوص ہوتا ہے بلکہ بوجہ گرانی مجاہدہ کا اجر بھی ملتا ہے اس لئے انفاق کرنا چاہیے۔

(ج) دفع بخل کے لئے اگر کچھ اور معین ہوتو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے فرمایا مراقبہ واستحضار فنائے مال کا اور رجائے اجر انفاق کا۔

حب دنیا کا علاج

(۱) محبت جو بدرجہ میلان ہے وہ ذمیمہ نہیں اور جو اس میلان کے مقتضاء پر عمل ہو۔ اگر وہ عمل مباح ہے تو اس میں صرف انہماک مذموم ہے۔ اور اگر غیر مباح ہے تو نفس عمل ہی مذموم ہے اور انہماک اور عمل دونوں اختیاری ہیں ان دونوں کی مخالفت بار بار کرنا اس میلان کو مضمحل کر دیتا ہے یہی علاج ہے۔

انہماک کی تعریف

کسی فعل مباح کا خاص اہتمام کرنا کہ وقت کا معتد بہ حصہ اس میں صرف ہو یا ایسی رقم خرچ ہو جس کے خرچ کے بعد قرض یا حقوق واجبہ میں تنگی ہو جائے یا قلب اس میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے یہ انہماک ہے۔

(ب) دفع حب دنیا کے علاج میں اگر اور کچھ معین ہوتو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے تحریر فرمایا تذکرہ موت بکثرت۔

عدم توکل علی اللہ کا علاج

(۱) اسباب پر نظر زیادہ رہتی ہے، اسباب کے فوت ہونے سے پریشانی ہوتی ہے قلب میں گویا اسباب ہی پر بھروسہ رہتا ہے تحریر فرمایا یہ طبعی کیفیت ہے جس کا منشا اعتبار بالاسباب ہے اس پر ملامت نہیں، نہ انسان اس کے ازالہ کا مکلّف ہے بلکہ ایسا شخص اس کا مامور ہے کہ اسباب کا تہیہ رکھے تا کہ قلب مشوش نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ نے سال بھر کا ذخیرہ کر کے اس کو سنت کر دیا۔

(ب) توکل کا یہ درجہ کہ اسباب پر نظر زیادہ نہ ہو مستحب ہے واجب نہیں اول تمام اخلاق واجبہ سے فراغت کر لی جائے پھر مستحبات کا سلسلہ شروع ہونے کا وقت ہوگا۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ ان کا زیادہ حصہ

تو واجبات کے ساتھ ہی ساتھ حاصل ہوگا۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ ان کا زیادہ حصہ تو واجبات کے ساتھ ہی ساتھ حاصل ہوگیا اور بہت ہی کم حصہ باقی رہ جائیگا جو ادنیٰ اہتمام سے راسخ ہو جائے گا۔ اس وقت صرف اس حصہ کا طریق عرض کر دیا جائیگا۔

تحصیل خوف مامور بہ کا طریقہ اور اس کی حقیقت

(ا) احتمال المکروہ من العتاب والعقاب اصل ہے خوف کا اور اس کا استحضار اختیاری ہے اسی طرح اس کے مقتضاء پر عمل کرنا یعنی کف عن المعاصی اختیاری ہے اس کف میں اولاً تکلف ہوتا ہے مگر اس کے تکرار سے تکلف کم ہو کر عادت ہو جاتی ہے پھر اس کا ملکہ ہو جاتا ہے کہ کف عن المعصیۃ سہل ہو جاتا ہے۔

(ب) حق تعالیٰ کا خوف قلب میں بالکل نہیں اور قلب میں ضعف اور بے چینی بیحد زیادہ ہے خوف الٰہی پیدا ہونے کی جو تدابیر ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے۔ فرمایا کیا قلب میں یہ احتمال بھی نہیں کہ شاید معاصی پر عقاب یا عتاب ہونے لگے چوں کہ یہ احتمال ضرور ہر مومن کے قلب میں ہے اس لئے خوف حاصل ہے اسی احتمال کا استحضار اور کف عن المعاصی بالاستمرار یہ خوف کو ملکہ بنا دیتی ہیں اور یہی استحضار و کف عن المعاصی خوف کا قوی معین بھی ہے۔

تحصیل صبر کا طریق

(ا) مصائب کا تحمل قلب پر بہت ہی گران ہوتا ہے بلکہ کوئی بات خلاف طبع پیش آجائے اس سے قلب میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کی وجہ سے طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کے لئے علاج مرحمت فرمائیں گے۔ تحریر فرمایا نہ سبب مذموم ہے، نہ مسبب، دونوں غیر اختیاری ہیں ولا یذم مالا اختیار فیہ۔ اس لئے ضرورت معالجہ کی نہیں البتہ حدود شرعیہ سے بالاختیار تجاوز کرنا یہ مذموم ہے اور بے صبری اسی کا نام ہے۔

(ب) صبر کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمائیں گے تحریر فرمایا حبس النفس علیٰ ما تکرہ عما یکرہ شرعاً یعنی نفس کی ناگوار باتوں کو تحمل کرنا اس طرح کہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہونے پائے یعنی جزع فزع اور خلاف شرع اقوال سے بچنا۔

(ج) بے چینی اور طبعی اضطراب گو شرعاً مذموم نہیں مگر نفس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تحریر فرمایا کہ اس تکلیف کا معالجہ فن کی غرض سے خارج ہے۔

(د) بسا اوقات اس کی وجہ سے دینی امور فرائض و واجبات میں خلل واقع ہونے لگتا ہے فرمایا خلل غیر اختیاری یا اختیاری۔

(س) جو مصیبت قلب پر عادۃً شاق ہوتی ہے جیسے والدین یا اولاد کا انتقال۔ اگر کسی کو بوجہ قساوت کے ایسے مصائب پر کچھ گرانی قلب پر نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ اس کو تکلیف ہوگی اور نہ صبر اور نہ اس پر ثواب۔ ایسی صورت میں تحصیل ثواب کی کیا صورت ہے۔ یا وہ شخص اس مصیبت پر صبر کے ثواب سے محروم رہے گا۔ تحریر فرمایا کہ یہ عزم رکھنا کہ اگر مصیبت پر قلق ہو تو صبر کروں گا۔ یہ بھی تحصیل ثواب صبر کے لئے کافی ہے۔

(ص) مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل کبھی تو اختیاری ہوتا ہے فرمایا کہ اس کا تدارک تو اختیاری ہے۔ تدارک کرنا چاہیئے۔

(ط) کبھی غیر اختیاری کہ قلب ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ذہول اور غفلت کی وجہ سے دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ فرمایا تو اس سے کوئی ضرر دینی نہیں اور مہتمم بالشان ایسے ہی ضرر سے بچنا ہے۔

میرے نزدیک قساوت کی تفسیر یہ ہے کہ

(ا) طاعت کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں تحریر فرمایا طبعی یا قصدی استحضار سے۔

(ب) اور نہ معاصی سے طبیعت میں نفرت ہے۔ تحریر فرمایا طبعی یا قصدی استحضار ہے۔

(ج) بلکہ بسا اوقات طاعات واجبہ مخلوق کے خوف سے اور ان کے طعن و لعن کے ڈر سے ادا ہوتی ہے۔ فرمایا یہ تو ریا ہے۔

(س) اور طاعات کی طرف نہ طبعی رغبت ہوتی ہے اور نہ قصدی استحضار سے اور ایسے ہی معاصی سے نفرت۔ فرمایا رغبت و نفرت طبعیہ غیر مطلوب ہے، رغبت و نفرت اعتقادی کافی ہے اور یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضاء پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت و نفرت بھی ہو جاتی ہے اگر نہ ہو تو بھی مضر نہیں۔

(ص) قساوت سے مقصود بندہ کا یہ ہے کہ جیسے بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ حالت صلوٰۃ میں رونے

لگتے ہیں قرآن شریف پڑھنے میں رونے لگتے ہیں۔ وعظ میں وعید کے مضامین سن کر رقیق القلب ہو کر گریہ وبکا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احقر کو نہ نماز میں رونا آتا ہے نہ قرآن پڑھنے سننے سے رقت قلب ہوتی ہے یہ حالت اگر غیر محمود ہے تو حضرت والا اس کے لئے علاج ارشاد فرمائیں۔ فرمایا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں اور ایسے امور میں غیر محمود کا تعلق ہی نہیں ہوتا۔

شکر کی حقیقت

جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری اس حالت کو دل سے خدائے تعالیٰ کا عطیہ اور نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کو جو جوارح سے گناہوں میں نہ استعمال کرنا یہ شکر ہے۔

تحصیل شکر کا طریق

اس کی ماہیت کے اجزا سب افعال اختیاریہ ہیں ان کو بہ تکرار صادر کرنا یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریقہ تسہیل ہے۔

طریق تحصیل مراقبہ

زہد۔ اس کی ماہیت قلب رغبت فی الدنیا ہے۔ طریق تحصیل مراقبہ اس کے فانی ہونے کا اور غیر ضروری کی تحصیل میں انہماک نہ کرنا اور طریق تسہیل ہے۔ صحبت زاہدین کی اور مطالعہ حالات زاہدین کا۔

دعا اور توجہات

احقر کو حق تعالیٰ کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ حضرت کی دعا اور توجہات سے احقر ناکارہ خلائق کی اصلاح ان شاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی۔

جواب تحریر فرمایا کہ میں کیا چیز ہوں مگر حق تعالیٰ کے فضل ورحمت سے سب امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صدق واخلاق

جس طاعت کاارادہ ہواس میں کمال کادرجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اوراس طاعت میں غیر طاعت کاقصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے اور یہ موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت اور عمل خیر واجر رہ جاتا ہے اور یہ دونوں (نیت وعمل) اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہوگیا۔ آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ ووعید کا اور مراقبہ نیت کا۔ مثال صدق کی نماز کواس طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ وباطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے اس کو اختیار کرنا۔ مثال اخلاص کی نماز میں ریاء کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے اور اس کے متعلقات ظاہر ہیں۔

اخلاص اورخشوع خضوع کافرق

اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع خضوع سکون ہے جوارح وقلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ وباطنہ سے اگر چہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو پس اخلاص خشوع سے مفارق ہوسکتا ہے

نیت مراقبہ

یہ ہے کہ اسکو دیکھ بھال رکھی جائے کہ میری نیت غیر طاعت تو نہیں۔

وساوس

وساوس جو غیر طاعت کے بلا اختیار پیش آتے ہیں ان کے دفع کرنے کا کیا علاج ہے جواب تحریر فرمایا کہ وساوس مخل نہیں اخلاص میں اول تو وہ غیر اختیاری ہیں، دوسرے نماز سے وہ مقصود تو نہیں۔

ارادہ صلوٰۃ کے وقت وساوس کا آنا

ارادہ صلوۃ کے وقت قبیل از تحریمہ ہر چند اس کی کوشش کرتا ہوں کہ غیر طاعت کا وسوسہ قلب میں نہ آئے مگر پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی۔

تحریر فرمایا تو محذور کیا ہوا۔ اخلاص کے خلاف نہ ہونا او پر معلوم ہوا۔ البتہ اگر قصداً ہوں تو صدق کے خلاف

ہیں۔مگر جب بلاقصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

قطع تحریمہ کی نوبت

اور بسا اوقات قطع تحریمہ کی نوبت آ جاتی ہے فرمایا یہ تو حرام ہے۔

نیت فعل اختیاری ہے

اور مکرر سہ کرر نیت اور استحضار کرنا پڑتا ہے۔اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا یا تحریمہ کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔فرمایا نیت فعل اختیاری ہے اس وقت دوسری طرف توجہ قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہیئے اور بلا اختیار منافی نیت نہیں۔

اخلاص وخشوع کا فرق

جو حضرت اقدس کا ارشاد ہے (اگر چہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو) اس میں اتنا شبہ ہے کہ جب وہ حرکات منکرہ ہیں تو ان میں نیت طاعت کی ہو ہی نہیں سکے گی۔ان میں تو بہر صورت نیت غیر طاعت ہی کی ہوگی۔تحریر فرمایا لازم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ کسی چیز کی بھی نیت نہ ہو عبث حرکات ہوں جو بے پروائی یا عادت کے سبب صادر ہوں خواہ جوارح کے حرکات ہوں یا قلب کے۔

نماز کی حالت

کسی طاعت میں غیر طاعت کا تو قصد نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو جیسے نماز کی حالت میں ریا کا قصد نہیں اور نہ کسی اور فعل غیر طاعت کا قصد ہے مگر نماز کی حالت میں کوئی قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی اور سفر طاعت کا نظام قصداً سوچتا ہے۔(اگر چہ نماز سے قصد وغرض نظام سفر سوچنے کا نہ تھا) جواب تحریر فرمایا یہ مسئلہ دقیق ہے۔قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے صلی رکعتین مقبلا علیهما بقلبه۔دوسری موقوف حضرت عمرؓ کا قول جس میں یہ جزو ہے انی لاجهز جیشی وانا فی الصلوة مجموعہ روایتین سے اخلاص کے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگر چہ وہ بھی طاعت ہی ہو۔دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے (بلا قصد یعنی جیسے

نماز سے قصد تجہیز جیش کا نہ تھا اور ہو گیا، دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری کا اس طاعت مشغول فیہا سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا اور درجہ اول اکمل ہے اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے جیسے حضرت عمرؓ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے میرے ذوق میں بصورت عذر خلاف خشوع بھی نہیں اگر ضرورت ہو (اسی کو اوپر عذر کہا گیا ہے) اب اس پر سوال کو منطبق کر لیجئے۔

خشوع اور اخلاص کا دوسرا دقیق مسئلہ

یا نماز صرف اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کرے ایسی طاعت کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں۔ تحریر فرمایا اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کیلئے تو یہ خلاف اخلاص نہیں کیوں کہ وہ اس صورت تبلیغ کے مامور ہیں اور غیر شارع کے لئے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے اور خاص تعلیم کیلئے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

قبولیت ہدیہ میں حضرت والا کا طرز

کئی مرتبہ طبیعت کا تقاضا ہوا کہ حضرت سلمہ کیلئے کوئی تھوڑی سی چیز بطور ہدیہ حاضر خدمت کروں لیکن چونکہ حضرت کی طبیعت مبارک کے خلاف ہے اس لئے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ عرض کرنے کی ہمت ہوئی درخواست ہے کہ اگر حضرت والا اجازت فرمائیں تو صرف دو روپیہ کی کوئی چیز (جو حضرت سلمہ پسند فرمائیں) اپنے ساتھ لاکر حاضر خدمت کروں۔ یا اگر احقر کا حاضر ہونا کسی عذر سے ملتوی ہو گیا تو کسی ایسے شخص کے ہاتھ بھیجدوں جو حضرت سلمہ کا خادم ہو۔ تحریر فرمایا۔ حجاب بھی ہوتا ہے مگر آپ کے تبرک سے محرومی بھی گوارا نہیں کوئی خاص چیز ذہن میں نہیں بے تکلف عرض ہے کہ نقد انفع ہے مگر اس سے نصف یعنی ایک روپیہ۔

رضا بالقضاء

اس کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو طبعی رضا ہے اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے۔ تدبیر اس کی تحصیل کی استحضار رحمت و حکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع ہیں۔

توکل مستحب

اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے فطرۃً قوت قلب اور حقوق واجبہ کا ذمہ نہ ہونا۔ یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔ اگر کسی میں یہ شرائط متحقق نہ ہوں تو واجب پر اکتفا کیا جائے اور اس سے زائد کی دعا کی جائے خود قصد نہ کیا جائے۔

تعلیم فنا

مجلس حضرت والا میں ایک شخص نے حضرت والا کی تقریر پر بطور تصدیق کچھ کہہ دیا تھا تنبیہ فرمائی کہ بہت دن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر فنا کی شان بالکل نہیں۔ مجلس میں اپنے آپ کو بالکل فانی محض بنا کر بیٹھنا چاہیے جس کو آدمی بڑا سمجھے اس کے سامنے کسی قول کے تصدیق کرنے کے قابل بھی نہ سمجھنا چاہیے۔ دوسرے کے قول کی تصدیق بھی وہی کرتا ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے ؎

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است ۔۔۔ خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

لیکن اگر قرائن حالیہ سے خطاب کرنے والے کی اجازت متیقن ہو تو بقدر ضرورت مضائقہ نہیں۔

بعض امور

ایک صاحب نے بعض امور کی نسبت عرض کیا کہ سیکڑوں مرتبہ ان کے ترک کا ارادہ کیا اور ہر بار یہ ارادہ ٹوٹتا رہا حتیٰ کہ اب ارادہ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ جواب میں تحریر فرمایا، بے جی چاہے ہی کرنا چاہیے وہ خالی نہیں جاتا خدا جانے کس وقت اس کے اثر کا ظہور ہو جائے، یقین فرمایئے کہ الحمدللہ اس سے مردہ ہمت میں تازہ جان آ گئی۔

نمایاں وصف حضرت والا

حضرت والا کے عادات و اخلاق میں سب سے نمایاں وصف بے تکلفی اور ضبط انتظام ہے۔ محض تکلف یا عام رسم و رواج کی خاطر کوئی ایسی بات نہ پسند فرماتے ہیں اور نہ اختیار فرماتے ہیں جو اپنے یا دوسرے کیلئے بار خاطر یا حقیقی نفع کے منافی ہو۔ تکلف میں سراسر تکلیف کے باوجود لوگ اسی کو خوش اخلاقی سمجھتے ہیں۔ حضرت کو اس خوش اخلاقی سے نہ صرف بالطبع بُعد معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر صورتوں میں تعلیم و تربیت کے مصالح بھی اسکے مقتضی نہیں ہوتے۔ لیکن چونکہ لوگ عام طور سے تکلف و تصنع ہی کے عادی و طالب ہو گئے ہیں اسلئے حضرت کی معاشرت میں بعض باتیں غیر مانوس نظر آتی ہیں۔ اور غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہیں۔ مثلاً لوگ کثرت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی عام طور سے مہمانداری کا اہتمام حضرت والا نے اپنے ذمہ نہیں رکھا ہے ابتداء میں کچھ دن رکھا تھا مگر حضرت کی طبیعت و طریقہ سے جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ چھوٹا بڑا جو کام بھی اپنے ذمہ قبول فرما لیتے ہیں اس کا پورا اہتمام و حق بھی ادا فرماتے ہیں جس کا اثر لازماً ارشاد و افادہ کی ان خدمات پر پڑتا تھا جو حاضر ہونے والوں کا اصل مقصود ہوتا ہے۔

حضرت والا کی ہر بات میں حکمت

حضرت والا اکثر خصوصاً جب ایک سے زائد وقت کا مہمان ہو تو تکلف ہم طعامی کا نہیں فرماتے، تکلف پسند مہمانوں کو یہ بات گراں ہو سکتی ہے۔ ایک مرتبہ خود ہی فرمایا کہ میزبان کے ساتھ مہمان بے تکلف ہو کر نہیں کھاتا۔ اندازہ کرنا چاہیے کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایسی دقیق رعایتیں فرماتے تھے تو مہمات امور میں کیا کیا حکمتیں نہ پیش نظر رہتی ہونگی۔

رسمی تکلفات

جو لوگ ہر جگہ رسمی تکلفات یا مصنوعی خوش اخلاقیوں کی تلاش میں رہتے ہیں ان کو تو یقیناً حضرت کے ہاں بعض امور اجنبی معلوم ہوں گے جن کو وہ نافہمی یا غلط فہمی سے خدا جانے کس کس چیز پر محمول کریں گے لیکن جو شخص کسی اور طبیعت کی تلاش میں حاضر ہوتا ہے وہ تو (بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ) حضرت کی ساری معاشرت کو حکمت و مصلحت پر مبنی پائیگا اور نام نہاد تشدد کے بجائے ہر امر میں انتہائی

راحت و سہولت محسوس کرے گا۔

مکالمہ وقف کمیٹی متعلق تجویز قانون نگرانی اوقاف

حضرت والا نے اس کمیٹی سے صاف فرمادیا کہ چونکہ وقف مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دخل اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا اور کسی طرح سے اس کی مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا۔ جیسے کہ نماز ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل بنایا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا۔ کہ وقف میں کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جائے یا کوئی ایسی کوشش کی جائے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو۔ اس کے جواب میں ایک مشہور بیرسٹر صاحب نے جو وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے تجویز ہوئے تھے اور جو جرح کے اندر اس قدر لائق شمار ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں انہوں نے کہا معاف فرمایئے نماز میں اور وقف میں فرق ہے اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے۔ اور اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہورہی ہے اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑی کرتے ہیں۔ اس کی آمدنی مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں تو زکوۃ ہی کو لے لیجئے۔ یہ ایک خالص مذہبی فعل ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل ہے اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت جس قسم کی بھی ہونا جائز ہے بیرسٹر صاحب نے کہا اچھا صاحب نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے یا نہیں حضرت والا نے فرمایا جی ہاں۔

بیرسٹر صاحب نے کہا، بہت اچھا اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دے دی مگر اب وہ عورت اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے اور شوہر اس کو جانے نہیں دیتا بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس عورت کو جائز نہیں کہ عدالت غیر مسلم میں اس کے لائق استغاثہ دائر کردے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کرکے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا۔

وقوع طلاق اور اثر طلاق

حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں، ایک تو وقوع طلاق اور ایک اثر طلاق، یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دیدینے سے حاصل ہو گیا ہے اور مرد اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو اس کو حق آزادی حاصل ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے بیرسٹر صاحب نے کہ معاف کیجئے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے میں مساکین کا ضرر ہے تو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کا جائز رکھا گیا ہے اسی طرح یہاں اوقاف میں ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہیے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں، بلکہ صرف عدم النفع ہے۔ ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپیہ کا نوٹ تھا ایک شخص نے وہ آپ سے چھین لیا تو یہ آپ کا ضرر ہوا اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر کوئی اس نوٹ کو دینے سے منع کر دے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ صرف عدم النفع ہوا۔ اس پر سب لوگوں نے بیساختہ سبحان اللہ اور صل علیٰ کہنا شروع کیا اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے۔

نقل یادداشت متعلق تجویز قانون نگرانی جو بوقت مکالمہ وقف کمیٹی بماہ شوال ۴۸ھ ان کو لکھ کر دی گئی۔

(۱) وقف کرنا ایک مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے جیسے زکوٰۃ دینا مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے، رد المحتار و کذا علی العتق و الوقف و الاضحیہ الخ

(۲) گو وقف کا نفع بعض اوقات عباد کو بھی پہنچتا ہے جب کہ ان عباد کیلئے کوئی استحقاق مقرر کر دے مگر تب بھی وقف خالص عبادت رہے گا معاملہ نہ ہوگا جیسے زکوٰۃ خالص نفع عبادت کے لئے ہی موضوع ہے ہر دوسرے مصارف مساجد وغیرہ میں صرف نہیں ہو سکتی۔ بخلاف وقف کے کہ وہ ان مصارف میں بھی شرط واقف کے موافق صرف ہو سکتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق عباد کے ساتھ بہ نسبت وقف کے

زیادہ ہے مگر باوجود اس کے زکوۃ خالص عبادت ہے معاملہ نہیں، بس وقف خالص عبادت ہونے میں زکوۃ سے بھی زیادہ ہے اور بدرجہ اولیٰ معاملہ نہیں۔

(۳) جب وقف مثل زکوۃ کے بلکہ زکوۃ سے بھی زیادہ خالص عبادت ہے اس میں کسی خرابی کا ہونا ایسا ہوگا جیسے زکوۃ میں کسی خرابی کا ہونا اور اس خرابی کی اصلاح کیلئے گورنمنٹ کا دخل دینا ایسا ہوگا جیسے زکوۃ کی خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا۔

(۴) زکوۃ میں ایسا دخل دینا یقیناً فی المذہب ہے اسی طرح وقف میں دخل دینا دخل فی المذہب ہوگا خواہ خود دخل دیا جائے خواہ کسی کی درخواست پر دخل دیا جائے۔

(۵) باقی یہ سوال کہ پھر وقف کی خرابیوں کا کیا انسداد ہو، ایسا ہے جیسا یہ سوال کیا جائے کہ اگر کوئی نماز یا روزہ یا حج یا زکوۃ میں کوتاہی کرے، اس کا کیا انسداد ہے اس کے جواب میں کوئی شخص یہ تجویز کر سکتا ہے گورنمنٹ کو ان کوتاہیوں پر جرمانہ وغیرہ مقرر کرنے کا حق ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کا انتظام مسلمان بطور خود کر سکتے ہیں، خواہ اس کو افہام تفہیم کریں، خواہ اس کو تولیت سے معزول کریں جب کہ واقف نے ان کو اس قسم کے اختیارات دیئے ہوں خواہ اس سے قطع تعلق کریں، اگر ایسا نہ کریں تو ان کی کوتاہی ہوگی، گورنمنٹ کو پھر دخل دینے کا حق نہیں۔

نوٹ: نگرانی وقف کے متعلق جو سوالات دائر سائر ہیں، وہ اس پر مبنی ہیں۔ کہ وقف عبادت نہ ہو، جب اس کا عبادت ہونا محقق ہوگیا، اب سوالات کی گنجائش نہ رہی، اس لئے ان جوابات کی بھی حاجت نہ رہی۔

----------☆☆☆----------

معروضات متعلقہ تحقیق مسائل جو مکالمہ کیلئے بطور اصول موضوعہ ہیں

(۱) مسائل کا جواب عرض کرنے کیلئے میں حاضر ہوں مگر مشورہ ومصلحت کے متعلق کچھ عرض کرنے سے میں اس لئے معذور ہوں کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں۔

(۲) مسائل بعضے عین وقت پر مستحضر نہیں ہوتے ان کے جواب سے معذور ہونگا البتہ ان کی یادداشت لکھ کر مجھ کو دیدی جائے تو کتابیں دیکھ کر اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں۔

(۳) مسائل پر اگر کچھ شبہات ہوں تو ان کو جواب دینا ہم لوگوں کے ذمہ نہیں کیونکہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں، بانی نہیں، جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہ یا خدشہ ہو اس کا جواب مجلس قانون ساز کے ذمہ ہے، جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔

حب جاہ کا مرض بڑا خبیث ہے

فرمایا حب جاہ کا مرض بھی بڑا ہی خبیث اور منحوس مرض ہے اس کی بدولت یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ لوگ حسب نسب تک بدل دینے کو تیار ہیں، ان لوگوں کو خبط سوار ہے، ورنہ عزت اور ذلت تو کمال اور عدم کمال پر موقوف ہے۔

تعلیم استغناء عن الامراء

فرمایا کہ اہل علم سے پہلے زمانہ میں جو ہوئے ہیں ان میں استغناء کی شان ہوتی تھی۔ اب تو جس کو دیکھو امراء کے دروازوں پر نظر آتے ہیں پہلے فقر وفاقہ کو اپنا زیور سمجھتے تھے۔ دنیا سے نفرت اور دین سے رغبت اور اس میں مشغولی رہتی تھی۔ اسی کی برکت تھی۔ اب جب سے اپنے بزرگوں کا مسلک اور مشرب چھوڑا ویسے ہی ذلیل وخوار ہیں، ایک غلام مصطفیٰ نامی کانپور میں مولوی ہیں بڑے دلیر ہیں، ایک بڑے انگریز لفٹنٹ گورنر کے پاس پہنچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپ کے یہاں کوئی

حق نہیں، کیا یہ آپ کی رعیت نہیں لفٹیننٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے، حق کیوں نہ ہوتا۔ آپ فرمایئے بات کیا ہے، کہا کہ نوکری دلوایئے، کہا کہ نوکری بہت مگر آپ کو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں، آپ کو اللہ نے علم دین عطا فرمایا ہے، آپ ان کے بھروسہ پر کسی مسجد میں بیٹھ کر درس دیجئے، آپ کے شان کیلئے یہی شایاں ہے ہمارے یہاں کی نوکری آپ کی شان کے خلاف ہے، اللہ آپ کے کفیل ہوں گے اس کے بعد اپنے خدمت گار کو اشارہ کیا وہ ایک کشتی میں پچاس روپیہ لے کر حاضر ہوا، لفٹنٹ گورنر نے وہ کشتی اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت احترام وادب سے ان مولوی صاحب کے سامنے پیش کی، یہ قبول فرمالیجئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دیگا تو لوں گا، اس مشورہ پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں، اس لئے یہ نہ لوں گا کس قدر حوصلہ کی بات ہے، میں نے سن کر کہا کہ اتنی ہی کمی نکلی۔ میں اگر ہوتا لے لیتا۔ اس لئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے وہیں سے کفالت شروع کر دی۔ وہ بھی تو اللہ ہی دلوا رہے تھے وہ بیچارہ کیا دیتا۔ غرض کہ اہل علم کو استغناء کی سخت ضرورت ہے۔ خصوص امراء کے دروازوں سے تو ان کو بالکل ہی اجتناب چاہیئے اس میں دین علم دین اہل دین سب کی ذلت ہے مجھ کو تو بڑی نفرت ہے۔ میں تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں یہ اہل علم کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ مگر کس طرح دل میں ڈال دوں۔

فرمایا کہ خدمت سے اس وقت راحت ہوتی ہے جب کہ روح کو تکلیف نہ ہو۔

مرید کی آزمائش

فرمایا کہ اگر لوہار لوہے کی رعایت کرے اس کو بھٹی میں نہ دے اور اس پر گھن نہ بجالے تو پھر اس کے کھرپے پھاوڑے گنڈاسے پھالی کیسے بن سکتی ہیں۔ یا اگر سنار چاندی کے ساتھ رعایت کرے اور جنتری میں دے کر نہ کھینچے اور کٹھالی میں رکھ کر نہ دھونکے تو کیسے زیور بن سکتا ہے۔

وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں

فرمایا کہ ایک شخص پختہ قبر بنانا چاہتا تھا، میں نے سوال کیا کہ زمین ملک کس کی ہے کہا کہ وقف ہے، میں نے کہا کہ وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں، اگر کسی ایک شخص کی ملک ہوتی ہے تو جگہ اس کی اجازت سے گھیر سکتے ہیں، لیکن پختہ قبر بنانا پھر بھی ایک فعل زائد ہوتا ہے۔

زندہ دلی اور مردہ دلی کی شناخت

فرمایا کہ مسلمانوں کے شرکت سے ہر کام میں رونق ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ زندہ دل ہیں اوران کے زندہ دل ہونے کی ایک یہی پہچان ہے کہ اگر اس پر حوادث بھی آتے ہیں تب بھی ایمانی قوت کی وجہ سے ان کی زندہ دلی نہیں جاتی اور باقی جتنی اور قومیں ہیں وہ بوجہ محبت دنیا کے مردہ دل ہیں ان کے مردہ دلی کی ایک یہی پہچان ہے کہ حوادث کے وقت بدحواس ہو جاتے ہیں گھبرا جاتے ہیں۔

دین حق پر چلنا گراں گذرتا ہے

فرمایا کہ جس طرف عوام الناس ایک دم چل پڑیں سمجھ لو کہ دال میں کالا ہے کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے اس لئے عام طور پر لوگ اس سے گھبراتے ہیں۔

ہماری نالائقی سے سلطنت پر کفار حکمراں ہیں

فرمایا کہ یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ کفار ہم پر سلطنت کر رہے ہیں اوران میں کوئی لیاقت ہے، نہیں بلکہ ہمارے اندر نالائقی ہے اس وجہ سے مسلط کر دیے گئے ہیں اگر وہ نالائقی دور ہو جائے تو پھر وہی معاملہ ہے۔

اتفاق کا مدار اعمال صالحہ پر ہے

فرمایا کہ اتفاق کا تعلق تدابیر سے ہے ہی نہیں، اسی لئے میں نے اس اتفاق کا بیان آج تک وعظوں میں مستقلا بیان نہیں کیا اس لئے کہ بیکار ہے جو چیز اصل ہے اتفاق کی وہ اعمال صالحہ ہیں اگر مسلمان ان کو اختیار کریں خود بخود اتفاق ہو جائے گا دیکھئے حضور ﷺ جیسے مدبر اور اتنا بڑا سامان تدبیر کا کہ تمام مافی الارض کا اتفاق مگر ان سب تدبیروں کا نتیجہ اور حاصل دیکھئے کیا ارشاد ہے ھو الذی جمیعا ماالفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم۔

زندگی میں بے لطفی اور بے مزگی کا سبب

فرمایا کہ بڑے لطف کی بات ہے کہ چھوٹے یہ سمجھیں کہ ہم چھوٹے ہیں اور بڑے یہ سمجھیں کہ یہ چھوٹے نہیں۔ اگر سب ایسا کریں تو بہت ہی راحت ہے، اب جو بے لطفی اور بے مزگی ہے اس کا سبب

یہی ہے کہ چھوٹے تو اپنے کو چھوٹا نہیں سمجھتے اور بڑے ان کو چھوٹا سمجھتے ہیں پھر لطف کہاں، بے لطفی ہی ہوگی۔

سوئیاں پکانا کھانا عید کے روز بدعت نہیں

فرمایا کہ ایک بار مجھ کو عید کے روز شیر پکانے کے متعلق بدعت کا شبہ ہوا میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمتہ اللہ کو لکھا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ایسے امور میں زیادہ کاوش نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگ بدنام کرتے ہیں۔ اور عید کے روز سوئیوں کے پکانے کو کوئی عبادت اور دین نہیں سمجھتا جس سے بدعت کا شبہ ہو۔

تلدر معلم کا نتیجہ

فرمایا کہ یہ سم قاتل ہے کہ معلم کو مکدر کیا جائے اس حالت میں خاک نفع نہیں ہوتا بلکہ نفع بھی برباد ہو جاتا ہے۔

عقل کی ضرورت

فرمایا کہ اتفاق کیلئے عقل ضرورت ہے عقل سے کام لو، یہ تعویذ کا کام نہیں۔

اصل چیز یہی احکام ہیں

فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اور اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے قلب میں دین کی محبت اور عظمت پیدا فرمادی حق کے قبول کرنے میں اپنی کوئی مصلحت نظر میں نہیں رہتی۔ اور ہماری مصلحت ہے ہی کیا چیز۔ اصلی مصلحت تو احکام شرعیہ ہی کی ہے۔ اور اصل چیز یہی احکام ہیں اور ہم محض اس کے تابع ہیں۔

خلاصہ تعلیم انگریزی

فرمایا اس منحوس تعلیم انگریزی کا یہ اثر ہے کہ اس میں بجز کبر کے اور کچھ نہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں دوسروں کو چھوٹا سمجھتے ہیں یہ خلاصہ ہے اس تعلیم انگریزی کا۔

اہل تشیع کی درخواست بیعت کا جواب

بعض شیعوں نے بیعت کی درخواست کی میں سوچ میں پڑا کہ بدوں تشیع چھوڑے بیعت کیسے ہو سکتی ہے اور تشیع کے چھوڑنے کو خصوص جب کہ میں اس درخواست کو محض رعایت مہمانداری سمجھتا ہوں کیسے کہوں، آخر میں نے کہا کہ بیعت کے کچھ شرائط ہیں جو اس جلسہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتے، اس کی مناسب صورت یہ ہے کہ جب میں وطن پہنچ جاؤں اس وقت آپ مجھ سے خط وکتابت فرمائیں میں جواب میں شرائط سے اطلاع دوں گا اور خیال دل میں یہ تھا کہ اگر ان لوگوں نے وطن پہنچنے کے بعد لکھا تو یہ جواب دوں گا کہ اس طریق میں نفع کے لئے مناسبت شرط ہے۔ بدون مناسبت نفع نہیں ہوسکتا اور اختلاف مذہب ظاہر ہے کہ مناسبت کی ضد ہے تو نفع کی کیا ضرورت ہے خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ سنی ہو جاؤ تو بیعت ہو سکتے ہو۔

تقلید و بیعت کا فرق

ایک شیعہ نے سوال کیا کہ تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے فرمایا کہ تقلید کہتے ہیں اتباع کو، اور بیعت کہتے ہیں مجاہدہ اتباع کو۔

کسی کے قلب کی گرانی گوارا نہیں

فرمایا کہ مجھ کو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ ایک منٹ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری وجہ سے کسی کا قلب گرانی میں مشغول رہے۔

بدتمیزی کا سبب تعلیم ناقص ہے

فرمایا کہ اکثر بدتمیزی کا سبب بے تعلیمی نہیں بلکہ تعلیم ناقص ہے ورنہ یہ سب امور فطری ہیں اگر تعلیم بھی نہ ہو تب بھی ان بدتمیزیوں کا صدور نہ ہونا چاہیے یہ تعلیم ہی کا اثر ہے کہ بدتمیزی کرتے ہیں مگر ہے وہ تعلیم ناقص۔

نیچریت الحاد کا زینہ ہے

فرمایا کہ سرسید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی، نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی۔

اس سے پھر شاخیں چلی ہیں یہ قادیانی اس نیچریت ہی کا اول شکار ہوا آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا، غلام احمد ایسا بچہ نہ تھا۔ قصداً ایسا کیا شروع میں گو ممکن ہے کہ دھوکا ہوا ہو لیکن آخر میں تو اپنی بات کی پچ اور اس پر ہٹ اور ضد ہوگئی تھی غرض کہ ہے یہ نیچریت ہی سے ناشی۔

امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا

فرمایا کہ جس قوم کے مذہبی راہبر امیر ہوں گے وہ مذہب اور قوم گمراہ ہو جائیگی اس لئے کہ ان کو تو ضرورت قوم سے واسطہ رکھنے کی رہے گی نہیں۔ اور جب واسطہ نہ رہا تو گمراہ ہونا قریب ہے ہی، اس کا یہ سبب نہیں کہ اب واسطہ قوم سے مال کے سبب ہے بلکہ امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا۔

دل میں نہ کینہ ہے نہ بغض وعداوت

فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ باوجود بہت لوگوں کے ستانے کے اور بدنام کرنے کے میرے دل میں نہ کسی کے طرف سے کینہ ہے نہ کپٹ، نہ بغض وعداوت۔

اللہ تعالیٰ بلا زبان متکلم ہیں

ایک نوجوان ہندو نے ایک سوال کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دی کہنے لگا کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کلام اللہ خدا کا کلام ہے اور کلام ہوتا ہے زبان سے جو ایک عضو ہے اس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ جوارح اور اعضا سے منزہ ہیں، خدا تعالیٰ نے کلام کیسے کیا، میں نے کہا کہ زبان سے کلام کرتے ہیں تو ہم تو متکلم بواسطہ زبان کے ہوئے اور اصل متکلم زبان ہوئی تو اب اگر تکلم کے لئے زبان کی ضرورت ہے تو زبان جو متکلم ہے اس کیلئے بھی ایک زبان ہونا چاہیے مگر اس کے زبان نہیں اور وہ پھر بھی متکلم ہے اس سے ثابت ہوا کہ زبان کو تکلم کے لئے زبان کی ضرورت نہیں تو تعجب ہے کہ زبان جو کہ ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ اس پر قادر ہو کہ وہ بدون زبان کے متکلم ہو سکے اور خدا کو اتنی بھی قدرت نہ ہو کہ بدون زبان کے متکلم ہو سکیں۔ یہی تقریر آنکھ، کان سب پر حاوی ہو سکتی ہے۔

بہادری کی نئی قسم

فرمایا کہ آج کل بہادری کی نئی قسم نکلی ہے مار کھانا ذلیل ہونا بھوک ہڑتال کر کے مر جانا یہ سب کچھ اس لئے کہ حکومت مل جائے ایسے ذلیل کم حوصلہ لوگوں کو تو حکومت کا نام بھی نہ لینا چاہیے پٹتے تو خود ہی پھرتے ہیں کیا بدنصیبوں کو حکومت اور ملک کا مزہ ملے گا۔

محبت صدیقیہ کے مشابہ محبت قابل شکر ہے

ایک سالک نے لکھا ہے کہ الحمدللہ حضرت سے عقیدت تو بہت پاتا ہوں لیکن اپنے منعم و محسن سے کچھ نہ کچھ طبعی محبت ہو جانا بھی تو معمول انسانیت ہے، حضرت کے میرے دنیا و دین دونوں پر کتنے احسانات ہیں اور پھر کتنی شفقت ہے، اس کا خیال کرتا ہوں تو اپنی قساوت قلب کی شرم سے گڑ جاتا ہوں اتنی بڑی سنگدلی بھی بڑی بیماری ہے کہ مشکل سے کبھی رونا آتا ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ ایک محبت تھی صدیق اکبرؓ کی اور ایک حضرت فاروق اعظمؓ کی۔ اور آثار دونوں کے مختلف جو وفات شریف کے وقت ظاہر ہوئے اور روایات صحیحہ سے ثابت ہیں کیا حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت محبت نہ تھی یا غیر کامل تھی مگر اللہ تعالیٰ کسی پر فضل فرما کر محبت صدیقیہ کے مشابہ محبت عطا فرمادے تو محل شکر ہے یا محل شکایت۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ الوان کا اختلاف ہے جس کا منشا کبھی اختلاف استعداد ہوتا ہے کبھی دوسرے اسباب، اس تفتیش کی کوئی حاجت نہیں ؎

عبار اتنا شتیٰ وحسنک واحد　　　وکل الیٰ ذالک الجمال یشیر

تکبر و خجلت کا علاج

ایک سالک نے لکھا کہ مجھ میں حب جاہ کا مرض معلوم ہوتا ہے کہ بازار وغیرہ میں تنہا جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔

فرمایا کہ بے تکلف آباد راستوں سے تنہا بازار جایا کرو۔

ایک مرتبہ اپنے اعزا میں گیا بوجہ بارش وغیرہ راستہ خراب تھا گرنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سامان کو اپنے پشت پر خلاف عادت باندھ لیا۔ مگر جب ان اعزاء کے گھر کے قریب پہنچا تو حجاب محسوس ہونے لگا ناچار بغل میں دبایا۔ اس حجاب سے احقر کو خیال ہوا کہ کبھی نفس کا مکر نہ ہو، اور یہ بھی خیال ہوا کہ یہ عادت کے

خلاف ہونے سے ہے۔اب حضرت تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں کہ یہ کوئی مرض تکبر وغیرہ ہے یا خلاف عادت ہونے کا عار ہے نیز علاج تحریر فرمائیں۔تحریر فرمایا دونوں احتمال ہیں لیکن علاج تو شبہ مرض میں بھی احتیاط کی بات ہے اور علاج ہے وہی بہ تکلف خلاف نفس کرنا۔

تدارک کمیت میں تماثل ضرور نہیں

اپنے سارے اعمال میں عدم اخلاص کے شبہ وقلق کا جواب اپنے نفس سے سوال کرو کہ اس کوتاہی کا تدارک اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ظاہر ہے کہ اختیاری ہے ورنہ شکایت اور قلق ہی بے معنی ٹھہرتا ہے جب اختیاری ہے تو اب ماضی پر حسرت انفع واہم ہے یا مستقبل میں تدارک۔سو ظاہر ہے کہ شق ثانی ہی متعین ہے بس تو اس کے اہتمام میں مشغولی ہونا چاہیے اور شاید کسی کو پریشانی میں یہ وہم ہو کہ کوتاہی کی عمر تو اتنی دراز اگر تدارک کیلئے اتنا دراز وقت نہ ملا تو تدارک کیسے ہوگا۔سو حل اس کا یہ ہے کہ تدارک کا کمیت میں تماثل ضروری نہیں قوت میں تماثل کافی ہے اور وہ بھی اختیاری ہے اور اختیاری کے ساتھ سہل بھی۔اب اس تدارک کی تعیین باقی رہی اور اس میں کوئی کلام بھی نہیں ہوسکتا کہ عدم اخلاق کا تدارک صرف اخلاص ہے پس ماضی پر استغفار کر کے مستقبل میں اخلاص اختیار کیا جائے جو نہایت سہل تدبیر ہے بلا ضرورت مشقت وتعب میں پڑنے کی ضرورت نہیں ؎

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع   سخت می گیرد جہاں بر مرداں سخت کوش

چنانچہ حدیث شریف میں ہے من شاق شاق الله عليه میں بھی دعا کرتا ہوں تحصیل کی بھی تکمیل کی بھی تعدیل کی بھی تسہیل کی بھی۔

حال: جواب گرامی حسب توقع جامع بھی تھا اور شافی بھی تھا اب عرض یہ ہے کہ خود اخلاص کا معیار کیا ہے یعنی قلب کو یہ اطمینان کیسے ہو کہ فلاں عمل خالصۃً لوجہ اللہ صادر ہوا ہے۔

تحریر فرمایا جواب کے پسند آنے سے دل خوش ہوا اس کے ساتھ معیار اخلاص کے متعلق سوال کرنے سے ایک مشہور شعر یاد آ گیا ہے ؎

باسایہ ترانمی پسندم   عشق است وہزار بدگمانی

انطباق کی تقریر یہ ہے کہ اخلاص کی حقیقت معلوم چنانچہ سوال میں اس کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ فلاں عمل خالصاً لوجہ اللہ صادر ہوا ہے، پھر وہ حقیقت چونکہ مثل صفات نفس کے ہے جن کا علم حضوری ہوتا ہے،

خلافت طبع برداشت نہ کرنا

فرمایا کہ اس راہ میں قدم رکھنا اور پھر خلاف طبع برداشت نہ کرنا عجب ہے کوئی شخص ایک مردار کتیا بازاری عورت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کیا کچھ ناز دکھلاتی ہے اور کیسی کیسی تکلیفیں دیتی ہے مگر یہ سب کو سہتا ہے برداشت کرتا ہے۔

اللہ والوں کی شان

فرمایا اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے وہ اہل دنیا سے نفرت تو نہیں کرتے مگر اعراض رکھتے ہیں ان کو دوسری طرف مشغولی ہی سے کب فرصت ملتی ہے وہ تو ایک کے سوا دوسرے کسی کام ہی کے نہیں رہتے۔

تلبیس و تصنیع سے نفرت

فرمایا کہ میں کسی کی وجہ سے کسی حالت کا اخفا نہیں کرتا خواہ کوئی معتقد رہے یا نہ رہے مجھ کو اس تلبیس و تصنیع سے طبعی نفرت ہے کون مخلوق پرستی کرتے ،مسلماں کا ہر کام ہر بات اللہ کے واسطے ہونا چاہیے۔

اعتقاد میں حسن ظن

فرمایا کہ معاملات میں تو سوء ظن چاہیئے اور اعتقاد میں حسن ظن اور معاملات میں سوء ظن سے مراد یہ ہے کہ جس کا تجربہ نہ ہو چکا ہو اس سے لین دین نہ کرے روپیہ نہ دے تو اس معنیٰ کو معاملات میں سوء ظن رکھے باقی اعتقاد میں سب سے حسن ظن رکھے، کسی کو برا نہ سمجھے۔

مروجہ توکل ایک درجہ کی گستاخی ہے

فرمایا کہ آج کل بہت سے مسلمانوں کو توکل کا سبق یاد ہے کہ ہو رہے گا جو کچھ ہونا ہوگا، تدبیر نہ کرنا مریض کی دوا نہ کرنا ان کے نزدیک توکل ہے آدمی تدبیر کرے، دوا کرے اور پھر خدا پر بھروسہ رکھے یہ ہے اصل توکل، باقی صورت مروجہ توکل کی یہ تو ایک درجہ کی گستاخی ہے کہ خدا تعالیٰ کا امتحان لیتے

ہیں کہ دیکھیں بلا اسباب بھی کچھ کریں گے یا نہیں یہ تو توکل کہاں ہوا۔

حضرت والا کے تحریکات سے علیحدہ رہنے کی وجہ

فرمایا کہ بعض تحریکات سے ہمارا علیحدہ رہنا اس وجہ نہیں کہ وہ ہم کو دوست سمجھیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ بلاضرورت اور بدوں قوت کے خطرہ میں نہیں پڑنا چاہیے یہ علیحدگی تو انگریزوں کے ساتھ دوستی نہیں بلکہ اپنے ساتھ دوستی ہے ایک انگریز کلکٹر کا خط آیا، اس میں میری علیحدگی پر شکریہ لکھا تھا میں نے جواب میں لکھا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے بھائیوں کے واسطے کیا ہے اپنا مذہبی فرض سمجھ کر ادا کیا ہے، گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں اس لئے آپ کے شکریہ کا مستحق نہیں لیکن اگر اس پر بھی آپ شکریہ ادا کرتے ہیں تو میں آپ کے شکریہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اسی طرح علی گڑھ میں کلکٹر نے مجھ سے ملنا چاہا میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں آپ سے ملنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں جواب سن کر بہت شرمندہ ہوا اور کہا کہ واقعی میری غلطی تھی باوجود اس قدر اعراض اور خشک برتاؤ کے ہم کو حامی موالات کہا جاتا ہے اور خود شب و روز ان میں گھسے رہتے ہیں، صورت، سیرت، لباس رفتار، گفتار سب ان کی سی اور پھر تارک موالات عجیب بات ہے۔

عورتوں کے پردہ میں رہنے کا عجیب ثبوت

فرمایا حق تعالیٰ نے المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا اور یوں نہیں فرمایا کہ المال والبنات اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز عام منظر پر لانے کی نہیں ہوتی، وہ حیوۃ دنیا کی زینت میں نہیں بلکہ زینت کے لئے تو ظہور ضروری ہے، اس لئے بنون فرمایا کہ یہ ہے حیوۃ دنیا کی زینت، اس لئے عورتوں کے پردے میں رہنے کا ثبوت ہوتا ہے۔

مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے

فرمایا کہ مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا سوائے قیل وقال کے اور تضیع اوقات کے اور کچھ نتیجہ نہیں، اظہار حق کی نیت تو کسی کی بھی نہیں ہوتی اور ماشاءاللہ بس یہ نیت ہوتی ہے کہ ہیٹی نہ ہو سبکی نہ ہو، صرف ہٹ دھرمی، سخن پروری ہوتی ہے۔

حقائق کا نہ جاننا باعث پریشانی ہے

فرمایا کہ حقائق نہ جاننے کی وجہ سے عالم پریشان ہے، بدوں حقائق کی واقفیت کے بڑی پریشانی ہوتی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بقدر ضرورت ہر چیز موقع کی قلب میں پیدا فرمادیتے ہیں ضرورت کے وقت کوئی پریشانی یا الجھن نہیں ہوتی۔

حضرت والا کی تین رائیں

فرمایا میرے پرانی رائے ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاکخانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ مدارس اسلامیہ جیسے دیوبند سہارنپور کی طرف سے ہر جگہ مبلغ رہیں تمام ملک کے ہر حصہ میں مستقل طور پر ان کا قیام ہو، باضابطہ نظام ہو اور دیگر ممالک میں مبلغ تیار کر کے بھیجے جائیں، تیسرے یہ کہ مدارس اسلامیہ کے ماتحت صنعت وحرفت کا شعبہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ فراغ کے بعد کسی طرح محتاج نہ ہوں۔

صلوٰۃ اللیل وتہجد کی تعریف

فرمایا کہ عشاء کے بعد قبل ازنوم تو نوافل کا نام صلوٰۃ اللیل ہے اور تہجد بعد النوم ہے، ان دونوں کی ایک مشترک فضیلت ہے اور ایک خاص فضیلت تہجد کی ہے مگر صلوٰۃ اللیل قائم مقام تہجد کی ہو جاتی ہے۔

چالاکی کی تعریف

فرمایا چالاکی تو وہ ہے جس کو کوئی سمجھ نہ سکے ورنہ وہ تو پھوہڑ پن ہے جب پتہ لگ گیا ہو تو ہوشیاری اور چالاکی ہی کیا ہوئی۔

معافی کے بعد دل ملنا غیر اختیاری ہے

فرمایا کہ معافی کے دو درجے ہیں ایک تو معافی یعنی انتقام نہ لینا نہ دنیا میں نہ آخرت میں دوسرے معافی کے بعد دل ملنا اول اختیاری ہے ثانی غیر اختیاری جس پر ملامت نہیں۔

پڑوس کی حد

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پڑوس کی حد کہاں تک ہے۔فرمایا کہ عرف میں جہاں تک پڑوس کہلاتا ہے پھر اس میں جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ حق زائد ہے اور جتنا دور ہے اتنا ہی کم

اہل عقل واہل دین واہل فہم کی مشکل

فرمایا کہ اگر کچھ مشکل ہے تو اہل حق ،اہل عقل، اہل فہم ،اہل دین ہی کو ہے، کیونکہ ان کو آخرت کی فکر ہے اس لئے وہ حدود سے گذر کر نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔

محسن کشی کی وجہ بد دینی ہے

فرمایا کہ محسن کشی آجکل مرض عام ہو گیا ہے بڑا ہی نازک زمانہ ہے یہ سب بد دینی کی بدولت ہو رہا ہے۔

ہم لوگوں کے خواب بعض پریشان خیالات ہیں

فرمایا کہ خواب ہوتے ہیں انبیاء کے،صحابہؓ کے اولیاء کے ہم جیسوں کے بھی بھلا کوئی خواب ہیں ہم لوگوں کے خواب،خواب ہی نہیں ہوتے جس کی تعبیر ہو، پریشانی خیالات کا نام خواب رکھ لیا ہے پھر ان کی تعبیر ہی کیا ہو۔

نقطہ نظر

مسلمانوں کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے کہ باستثناء ضرورت شدیدہ ایک ہی کے طرف مشغول رہے اور یہ حالت رہے۔

ماقصہ سکندر و دارانہ خواندہ ایم　　　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

دنیوی یا دینی ضرورت

فرمایا کہ گو دینی یا دنیوی ضرورت سے کسی سے تعلق شغل مع اللہ کے منافی نہیں مگر بعض اوقات اس تعلق کا اثر ضرورت پر غالب ہوتا ہے البتہ یہ قابل ترک ہے۔

تقدیر کا مسئلہ

فرمایا کہ تقدیر کا مسئلہ اس لئے تعلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان کو ناکامی پر حسرت نہ ہو اور حسرت میں ہمت نہ گھٹے تو یہ مسئلہ ہمت بڑھانے کو سکھلایا گیا تھا، اب لوگ الٹا سمجھ گئے کہ کچھ نہ کرو، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاؤ یہ سب کم علمی کی ہے۔

کبھی صورت بھی سیرت تک پہنچا دیتی ہے

فرمایا کہ جو عمل خلوص اور محبت سے خالی ہوگا وہ بے مغز کا بادام ہے، بے رس کا آم ہے اس کے پیدا کرنے کی تو کوشش کرتے رہنا چاہیے مگر جب تک نہ اس وقت تک اس کی نقالی کو بھی بے کار نہیں سمجھنا چاہیے اس لئے کہ کبھی صورت بھی سیرت تک پہنچا دیتی ہے، اصل میں تعمیر الظاہر والباطن کی ضرورت ہے اگر اجتماعاً نہ ہو تو تعاقباً سہی، ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عمل ریا سے بھی ہو اس کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے کرتا رہے اس لئے کہ ریا سے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے عبادت۔

جوش کا نہ ہونا نقص نہیں

فرمایا کہ لوگ جوش نہ ہونے کو نقص سمجھتے ہیں یہ تو محض خیال ہی خیال ہے بعض کو محبت ہوتی ہے عمل میں خلوص بھی ہوتا ہے مگر جوش نہ ہونے کی وجہ سے احساس نہیں ہوتا مگر جوش کوئی مقصود چیز نہیں یہ اختلاف فطری ہے بعض میں ضبط ہوتا ہے اور بعض میں جوش و خروش۔

فضیلت کی حقیقت

فرمایا کہ کسی صفت میں اپنے کو دوسرے سے اکمل سمجھنا جائز ہے کیونکہ وہ حسی چیز ہے مگر افضل سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ وہ غیبی چیز ہے فضیلت کی حقیقت ہے کثرت ثواب عنداللہ جس کا حاصل مقبولیت ہے مثلاً ایک شخص کے ایک آنکھ ہے اور دوسرے کے دو تو دو والے کو یہ سمجھنا کہ میں اکمل ہوں، میرے پاس خدا کی دی ہوئی نعمت ہے یہ جائز ہے مگر اس سے افضل سمجھنا جائز نہیں کیونکہ آنکھ کو قرب عنداللہ میں کوئی دخل نہیں یا ایک شخص عالم ہے اور ایک جاہل تو یہ اکمل اکمل تو ہے مگر افضل ہونا خدا ہی کو معلوم ہے افضل جاہل ہے یا عالم کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ عالم کے لئے افضل ہونا بھی لازم ہے ممکن ہے اس جاہل

کے قلب میں ایسی کوئی چیز ہو کہ وہ علم سے کہیں زیادہ خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو تو اپنی اکملیت کے بنا پر اپنے کو افضل سمجھنا یہ برا ہے یہی علوم ہیں جو باخبر کی صحبت میں میسر ہوتے ہیں۔

صاحب استعداد ہونا

فرمایا کہ کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو بدون صحبت شیخ کامل کے بصیرت نہیں ہوسکتی، ہاں بصیرت کے بعد پھر خواہ شیخ سے بڑھ جائے یہ ممکن ہے۔

خداداد صفات

فرمایا کہ بعض بندوں میں کوئی ایسی خداداد صفات ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے سامنے دوسروں کے کمالات گرد ہوتے ہیں اس لئے کسی کی کمی کو دیکھ کر اس کو ناقص اور اپنے کو کامل سمجھنا غلطی ہے ممکن ہے اس کا نقص عارضی ہو اسی طرح تمہارا کمال اس عارض کے ارتفاع کے بعد عکس کا ظہور ہو جائیگا تو حتمی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

طریق مستقیم شریعت کا پل صراط ہے

فرمایا کہ بعض اہل لطائف نے لکھا ہے کہ یہ طریق مستقیم شریعت جو ہے یہی پل صراط ہے یہی بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اس کی توجیہ یہ لکھی ہے کہ طریق مستقیم کی حقیقت ہے ہر چیز میں اعتدال اور اعتدال کی حقیقت ہے وسط حقیقی اور وسط حقیقی متجزی نہیں ہوتا تو بال سے باریک ہوا کیونکہ بال عرض میں متجزی ہوسکتا ہے نیز حقیقی وسط میں عمل مشکل بھی ہے اس لئے تلوار سے تیز ہوا پھر فرمایا کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے یہ دشوار راہ طے ہوسکتی ہے، بدون رہبر کامل کے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔

صاف صاف کہنا فطری امر ہے

فرمایا کہ کثرت سے غلطی یہ کرتے ہیں کہ صاف بات نہیں کہتے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو تعلیم نہیں ہوئی اور میں کہتا ہوں کہ یہ تکلفات تعلیم ہی کی وجہ سے ہیں مگر تعلیم فاسد ورنہ فطری امر ہے کہ آدمی صاف بات کہہ دے۔

اسرار طریقت عرائس باطنی ہیں

فرمایا کہ اسرار باطنی کے اخفا کی بڑی زبردست تاکید ہے جیسے اپنی دلہن اغیار کو دکھلانے سے غیرت آتی ہے اسی طرح اس میں غیرت آتی ہے یہ اسرار عرائس باطنی ہیں۔

انسان دوستی

فرمایا کہ انسان ایسے فکروں میں کیوں پڑے کہ کافر جہنم میں ابدالآباد کے لئے کیوں جائیں گے ایسے عبث فکروں میں پڑ کر انسان دوست کی مشغولی سے رہ جاتا ہے مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہیے کہ جن سے ان کی صلح ہماری بھی صلح، جن سے ان کی جنگ ہماری بھی جنگ، اس صلح و جنگ کے علل کی تفتیش کیوں کی جاتی ہے اسی طرح ان امور میں بلکہ خود اپنے متعلق بھی رائے تجویز کیوں لگائی جائے۔

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست — کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

عقل زوال پذیر ہے

فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ ایک روپیہ ایک عقل دو روپیہ دو عقل تجربہ کے خلاف اور بالکل غلط ہے تجربہ تو یہ ہے کہ روپیہ ہونے سے عقل کو اور زوال ہوتا ہے اور یہ خود اہل اموال کی اقراری ڈگری ہے۔ وہ اس کے مقر ہیں اور عام طور سے زبان زد ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے اگر کسی کے پاس ہزار روپیہ ہو تو دس بوتلوں کا نشہ ہوا اور جب ایک چلو شراب میں آدمی الو بن جاتا ہے تو دس بوتلوں میں بھلا عقل کہاں، ہاں بجائے عقل کے اگر یوں کہا جائے کہ پیسہ پاس ہونے سے اکل بڑھتا ہے تو بالکل مناسب ہے۔

فتح و نصرت کا مدار قلب و کثرت نہیں

فرمایا کہ فتح و نصرت کا مدار قلت و کثرت پر نہیں وہ چیز ہی اور ہے مسلمانوں کو صرف ایک چیز کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی رضا، پھر کام میں لگ جانا چاہیئے اگر کامیاب ہوں تو شکر کریں ناکامیاب ہوں تو صبر کریں اور مومن تو حقیقتاً کبھی ناکامیاب ہوتا ہی نہیں گو صورۃً ناکام ہو جائے اس لئے کہ اجر آخرت تو ہر وقت حاصل ہے جو ہر مسلمان کا مقصود ہے حضرت خالدؓ نے ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں

تیں آدمی تجویز کئے تھے، حضرت عبیدہؓ نے فرمایا کہ امت محمد یہ کو ہلاک کراؤ گے تب ساٹھ آدمی تجویز کئے یعنی ایک ہزار کے مقابلہ میں ایک آدمی۔ قلت وکثرت کی طرف ان حضرات کا خیال ہی نہ تھا۔

تنعم اور تعیش

فرمایا کہ تنعم اور تعیش کا اکثری خاصہ ہے کہ حدود محفوظ نہیں رہتے۔ ہاں اگر تنعم کے ساتھ دین ہوا اور کسی کامل کی صحبت میسر آ گئی تب تو حدود کا خیال رہتا ہے اس لئے کہ اس سے ہر چیز کو اعتدال کے ساتھ قلب میں رسوخ ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی فراست

فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم فرمایا تھا کہ ہمارے بازار میں صرف وہ لوگ خرید وفروخت کریں جو فقیہ ہوں اس سے تمام ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا اس لئے کہ سب خریداروں کو ان ہی کے ساتھ سابقہ پڑتا تھا عجیب فراست تھی۔

محبت کا مدار بے غرضی پر ہے

فرمایا پیر بھائیوں میں آپس میں سب سے زیادہ محبت ہونا چاہیے اس لئے کہ محبت کا مدار بے غرضی پر ہے اور بے غرضی اس طریق والوں میں اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

فرمایا کہ ہم کو بندہ بن کر رہنا چاہیے خواہ رعب ہو یا نہ ہو، فرعون بن کر نہ رہنا چاہیے اگر چہ اس سے رعب ہی ہو۔

فرمایا کہ نہ اس کی فکر چاہیے کہ کوئی اپنا بنے اور نہ اس کی کہ کوئی برگشتہ رہے۔ بس اپنے کام میں مشغول رہے۔

جی کے بندہ نہ بنو اللہ کے بندے بنو

فرمایا کہ جو کام ضروری ہیں ان کو کرنا چاہیے خواہ جی لگے یا نہ لگے یہ تو حالت ہی بری ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جائے کیا اپنے جی کی پرستش کرنا چاہیے ہو جی کے بندے ہو یا اللہ کے۔

فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ صاف بات رہی ہی نہیں، دھوکہ دے کر کام نکالنا چاہتے ہیں

ہر چیز میں مکاری و چالاکی پیدا ہوگئی ہے دوسرے شخص کو گدھا اور بیوقوف بنانا چاہتے ہیں۔

فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں اپنے ذمہ تو کوئی کام رکھتا نہیں، نہ دوسرے کو بھروسہ دیتا ہوں مگر فکر ذمہ داروں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

فرمایا کہ دوستوں میں جب تک شکایت ایک دوسرے کی باقی رہے دوستی باقی ہے کیونکہ شکایت اسی وقت ہوتی ہے جب تعلق کا باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اور قطع تعلق کے بعد شکایت کو بے کار سمجھتے ہیں اسی سے کہا گیا ہے **ویبقی الود مابقی العتاب** ۔

بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے
بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے

فرمایا کہ مسلمان خوف سے تو مغلوب نہیں ہوتے مگر طمع سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور میرا یقین ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میں کچھ روز رہے تو یہ طمع کا مادہ مغلوب ہو جاوے گا پھر اس سے بھی مغلوب نہ ہوگا۔

خوش آوازی کی تعریف

فرمایا کہ قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنے کی تعریف سلف سے یہ منقول ہے کہ جب تم اس کو پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ یہ خدا سے ڈر رہا ہے۔

تبلیغ میں تشدد کا لہجہ مناسب نہیں

فرمایا جس شخص کو احکام پہنچ چکے ہوں اس کو تبلیغ کرنا کوئی فرض نہیں واجب نہیں محض ایک مستحب فعل کی وجہ سے اپنے کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں اور طبعی بات ہے کہ حکومت کی سختی لوگ ہر طرح برداشت کر لیتے ہیں مگر بدون حکومت کے کوئی کسی کا دباؤ سہہ نہیں سکتا۔ اس لئے تبلیغ میں تشدد کا لہجہ ہرگز مناسب نہیں، مناسب طرز ہمارے لئے یہی ہے کہ نرمی اختیار کریں۔

زور سے نہیں ترغیب سے کام چلتا ہے

فرمایا کہ آدمی کا اپنا برتاؤ عمر بھر ساتھ دے سکتا ہے اپنے برتاؤ سے امن اور عافیت حاصل ہو سکتا ہے دوسرے کی امداد سے کام نہیں چلتا۔ اگر سختی کرنے پر کسی نے نا قابل برداشت تکلیف پہنچا دی

اور اس میں کسی نے امداد بھی کر دی تو کہاں تک اس کا نباہ ہوسکتا ہے بس آج کل ترغیب سے کام کرنا مصلحت ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ بیٹے پر تو حکومت ہے ہی نہیں زور سے کام نہیں چلتا۔

امراء کو نفع شیخ کے استغنا سے ہوسکتا ہے اگر امراء کو نفع دینی پہنچانا ہو تو ان سے استغناء برتو۔

ہدیہ قبول کرنے کے شرائط

فرمایا کہ میں مخالف سے ہدیہ قبول کرنے میں شرائط کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اس میں کسی دھوکہ کا شبہ نہیں ہوتا، البتہ دوستوں سے ہدیہ لینے میں ہچر مچر کرتا ہوں۔ کیونکہ ان میں احتمال دھوکہ کا ہے کہ شاید بزرگ سمجھ کر دیتے ہوں اسی طرح ایسی جگہ بھی بدل لینے میں احتیاط کرتا ہوں جہاں ذلت کا شبہ ہوتا ہے اسی طرح اجنبی شخص سے ہدیہ نہیں قبول کرتا کہ غیرت آتی ہے اور نہ اجنبی شخص سے خدمت لیتا ہوں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے اس کی کوئی خدمت ابھی تک تو کی نہیں اس سے کیا خدمت لی جائے۔

بدعت

فرمایا کہ بدعتی وہ ہے جس کے عقیدے میں خرابی ہو اور جس کے صرف عمل میں ہوتا ہی ہو اس کو بدعتی نہ کہو۔

عاجزی، انکساری کی ترغیب

فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ کو عربی میں خط لکھا میں نے پوچھا کہ عربی میں خط کیوں لکھا جب کہ اردو میں لکھ سکتے تھے جواب میں لکھا کہ جنتیوں کی زبان عربی ہی ہوگی اس لئے برکت کیلئے عربی میں لکھا کہ قسم کھا کر لکھو کہ اگر تم یہاں پر کبھی آئے تو کیا تم عربی میں گفتگو کرو گے۔ اس لئے کہ جیسے عربی تحریر میں برکت ہے ایسے ہی عربی تقریر میں بھی برکت ہے۔ اجی تفاخر بڑائی اور اظہار علم و قابلیت کے سوا اور کچھ نہیں، عاجزی، انکساری۔ پستی اور شکستگی تو رہی ہی نہیں۔

دیکھنے کی چیز درحقیقت قلب ہے

فرمایا زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ دل میں دین کی وقعت ہو عظمت ہو، لوگ اعمال کو دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کی چیز درحقیقت قلب ہے کہ اس کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت اور عظمت کس قدر ہے۔

بے کاری میں شیطان قلب میں تصرف کرتا ہے

فرمایا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ ہر شخص کام میں لگے چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا۔ جو شخص مشغول ہوتا ہے وہ بہت سی خرافات سے بچا رہتا ہے۔ ایک بزرگ اپنے خدام کے ساتھ جا رہے تھے ایک شخص اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ بزرگ نے اس کو سلام نہیں کیا اور جب اسی راستہ سے لوٹے تو وہ شخص زمین کرید رہا تھا۔ ان بزرگ نے اسکو سلام کیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اس میں کیا راز تھا کہ اس شخص کو آپ نے پہلے تو سلام نہیں کیا اور اب کیا فرمایا کہ پہلے وہ بے کار بیٹھا تھا اسلئے اس کے قلب میں شیطان تصرف کررہا تھا۔ اور اب مشغول ہے گو بیکار ہی فعل میں صحیح۔ جو معصیت بھی نہیں، اس لئے شیطان اس سے دور ہے۔

ہم لوگوں کے خواب اضغاث واحلام ہیں

ایک سالک نے اپنا خواب لکھا۔ فرمایا کہ مجھ کو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں اور اگر ہے بھی تو اکثر لوگوں کے خواب خواب نہیں ہوتے جن کی تعبیر دی جائے۔ بعض پریشان خیالات کا نام خواب رکھا ہے خواب تو ہوتے ہیں انبیاء کے صحابہؓ کے اولیاء کے، ہم جیسوں کے بھی کوئی خواب ہیں۔

اللہ کا نام دنیا کے لئے نہ لو

ایک شخص نے لکھا کہ میں وظائف پڑھتا ہوں ہفت ہیکل شش قفل۔ مگر افلاس پھر بھی نہ گیا۔ اگر آپ فرمائیں تو ان وظائف کو چھوڑ دوں۔

فرمایا کہ میں نے لکھ دیا ہے کہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے مگر اللہ کا نام آخرت کے لئے پڑھا جاتا ہے نہ دنیا کے لئے تم بھی دنیا کے لئے نہ پڑھو۔

نصیحت کرنا عالم کا کام ہے

فرمایا ناصح اگر عالم نہ ہوگا اور نصیحت کریگا تو اس میں تکبر ہوگا کیونکہ وہ اس خیال سے نصیحت کرے گا کہ میں اس سے اچھا ہوں تو اس کا اثر نہ ہوگا۔ مناسب طریق سے نصیحت کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے۔ دوسرے فطری طور پر مخاطب کے قلب میں اس کی عظمت ومحبت ہوتی ہے اس کی سختی بھی گوارا کرلی

جاتی ہے مگر بے علم کو ہرگز نہ چاہیے کہ تبلیغ میں تشدد کرے۔

ذہانت بھی عجیب چیز ہے

فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے۔ایک شیعی نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ آج یہ جس قدر نئے نئے فرقے بنتے ہیں یہ سب سنیوں میں سے بنتے ہیں آپ نے شیعوں میں سے کوئی فرقہ باطلہ بنتے نہ دیکھا ہوگا۔مولوی صاحب نے اس شیعی کو جواب دیا۔ بنتے دیکھنا کیا معنی سنا بھی نہیں یہ تو واقعہ ہے جو بالکل صحیح ہے لیکن اس کی وجہ جناب کو معلوم نہیں مجھ کو معلوم ہے اور وہ یہ کہ یہ تو آپ کو تسلیم ہوگا کہ شیطان اپنا وقت بے کار نہیں کھوتا پھرتا جو اس کا فرض منصبی ہے شب و روز اس کی انجام دہی میں مصروف رہتا ہے۔ شیعی نے کہا یہ تو مسلم ہے۔مولوی صاحب نے کہا اب سنیئے کہ شیطان شیعوں کو انتہائے مرکز گمراہی پر پہنچا چکا ہے اور اس سے آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا نہیں اس لئے ان کو اور کہاں لے جائے۔باقی سنیوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لئے رات دن ان کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔اس کو بہکا دیا، اس کو بہکا دیا۔وہ شیعی بے چارہ مبہوت رہ گیا۔

بدعتی کی تعریف

فرمایا کہ بدعتی وہ ہے جس کے عقیدے میں خرابی ہو اور وہ نہیں جس کے عمل میں خرابی ہو۔ اور عقیدہ میں نہ ہو۔

ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب چاروں سلسلے میں اس لئے بیعت فرماتے تھے کہ دوسرے سلسلوں کی تحقیر اور بدگمانی، بدظنی کا قلب میں وسوسہ نہ آسکے کیونکہ حاصل مقصود تو سب سلسلوں کا ایک ہی ہے۔صرف طریق تربیت کے اعتبار سے فرق ہے معنوں میں ایک ہے،عنوان میں فرق ہے اگر ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے گا وہ اس طریق میں بھی محروم رہے گا کیونکہ ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے

تعجیل بیعت کی حد

ایک شخص کی درخواست بیعت پر حضرت والا نے فرمایا تعجیل مناسب نہیں، پھر اس نے لکھا کہ

تعجیل کی حد کیا ہے تا کہ اس وقت تک کچھ نہ بولوں۔ فرمایا کہ جس وقت تک میرے چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو اور بیس مرتبہ خط و کتابت نہ کر لو اور دس بار ملاقات نہ کر لو۔ بس یہی حد ہے۔

شیخ کا تو بس ایک کام ہے

فرمایا کہ میں تو صرف ایک کام کا ہوں وہ یہ کہ اللہ کا راستہ معلوم کرو۔ یعنی اللہ کا نام اور اس کے احکام پوچھ لو اس سے آگے مجھے کچھ آتا جاتا نہیں۔

حال: ایک صاحب نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے جب وہ بیمار ہوتی ہے تو میں بدحواس ہو جاتا ہوں قلب میں دنیا کی اس قدر محبت ہے۔

تحقیق: اولاد دنیا نہیں ہے ہاں دنیا میں رہتی ہے مگر ان کے حقوق ادا کرنا دین ہے۔

حال: وطن چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تب اس بلا سے نجات ملے گی۔

تحقیق: بلا سے بھی نجات ملے گی لیکن ثواب سے بھی نجات ملے گی۔

حال: اولاد نے بندہ کو تباہ کر دیا۔

تحقیق: بندہ کو تباہ کر دیا لیکن بندے کے دین کو تباہ نہ کیا۔

حال: بندہ کی مشکل حضرت کی توجہ اور دعا سے آسان ہوگی۔

تحقیق: اگر مشکل مشکل ہی رہے تو ثواب زیادہ ملے گا۔

صحبت بزرگان دین فرض عین ہے

فرمایا کہ یہ زمانہ نہایت ہی پرفتن ہے اس میں تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں اس وجہ سے میں نے بزرگان دین کی صحبت کو فرض عین قرار دیا ہے اور اس میں شبہ کیا ہو سکتا ہے اس لئے کہ جس چیز پر تجربہ سے تحفظ دین تحفظ ایمان موقوف ہو، اس کے فرض ہونے میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔

فلاح دارین

فرمایا کہ مسلمانوں کی غفلت شعاری کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ حالانکہ آخرت کے لئے اپنے اعمال کی اصلاح اور دنیا کے لئے اپنے قوت کا اجتماع اور آپس میں اتحاد و اتفاق یہ سب ان کا فرض تھا اور یہ جو مسلمانوں کو اپنی فلاح سے استغناء ہے اس کا منشاء چند غلطیاں ہیں۔

(۱) ایک غلطی استعمال توکل کا۔ سوتوکل تو فرض ہے ہر مسلمان کو براہ راست خدا تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق رکھنا چاہیے کہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرے یہی اعتقاد رکھے کہ جو خدا کو منظور ہوگا وہی ہوگا کوئی کچھ نہیں کر سکتا لیکن توکل کا استعمال خلاف محل کرتے ہیں۔

(۲) دوسری غلطی یہ کہ جو کام کرتے ہیں جوش کے ماتحت کرتے ہیں، اگر ہوش کے ماتحت کریں تو بہت جلد کامیاب ہوں۔

(۳) تیسری غلطی یہ کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لینا واجب ہے کہ شریعت مقدسہ کا اس کے متعلق کیا حکم ہے پھر اللہ و رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر پر عمل کرے۔

حاصل نظام صحیح یہ ہوا کہ جوش کے ماتحت کوئی کام نہ کرے ہوش کے ماتحت کیا کرے اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کر لیں۔ تیسرے آپس میں اتحاد و اتفاق رکھیں۔ احکام کی پابندی کریں جن میں توکل بھی داخل ہے۔

اگر ایسا کریں تو میں دعوے کے ساتھ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے۔ بہت جلد مسلمانوں کے مصائب اور آلام کا خاتمہ ہو جائے۔

نیز جو کام کریں اس میں کامیابی کے لئے خدا سے دعا کریں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے مگر اس وقت کام کی ایک بات نہیں محض ہڑ بونگ ہے۔

اسلامی سلطنت کی تعریف

فرمایا کہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہی ہوتا ہے تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت مرکب ہوگی وہ غیر اسلامی ہوگی پس جب کہ ترکی میں (یورپ کی تقلید میں جمہوریت) قائم ہوگئی ہے جو مسلم اور غیر مسلم سے مشترک ہے تو وہ اسلامی سلطنت نہ ہوئی، لیکن مسلمانوں پر اس کی نصرت واجب ہے کیونکہ دوسری غیر مسلم سلطنتیں اس کا مقابلہ اسلامی سلطنت سمجھ کر کرتی ہیں۔

دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں

فرمایا کہ دعا بڑی چیز ہے تمام عبادات کا مغز ہے اور سب سے زیادہ اسی سے غفلت ہے اور دعا ایسی چیز ہے کہ دنیا کے کاموں کے واسطے بھی دعا مانگنا عبادت ہے بشرطیکہ وہ کام شرعاً جائز ہوں۔

یہ غلطی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین ہی کے کاموں کے واسطے اور آخرت ہی کی فلاح اور بہبود کے لئے دعا عبادت ہے بعض لوگ بجائے درخواست دعا کے لکھتے ہیں کہ فلاں کام کیلئے کوئی مجرب عمل اور کوئی وظیفہ بتلا دیجئے ۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ اس قدر (مجرب) کے ساتھ مجھ کو عمل معلوم نہیں اور دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں ۔

عربی زبان میں شوکت ہے

فرمایا کہ واقعی عربی زبان میں ہے ہی شوکت ۔ دیکھئے عطاء اللہ کس قدر پرشوکت نام معلوم ہوتا ہے اور اللہ دیا میں وہ بات نہیں اسی طرح عائشہ کا ترجمہ ہے جیونی مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور ترجمہ میں وہ بات نہیں ۔

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک استاد الاستاد بزرگ کا قول نقل فرماتے تھے کہ کسی لڑکے کو دین کا بنانا ہو تو درویش کے سپرد کرو ۔ اور دنیا کا بنانا ہو تو طبیب کے سپرد کرو اگر دونوں سے کھونا ہو تو شاعر کے سپرد کرو ۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھی ایک صورت اور رہ گئی کہ اگر دونوں کا بنانا ہو ۔ فرمایا یہ ہو نہیں سکتا ۔ واقعی حضرت مولانا نے صحیح فرمایا، اسی کو فرمایا گیا ہے ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دوں　　　　ایں خیال است محال است وجنوں

دنیا کی ناپائیداری کی مثال

دنیا کی طرف کامل توجہ کرنے سے حقیقت دنیا کا انکشاف ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ ناصحین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی طرف التفات نہ کرو ۔ اور میں کہتا ہوں کہ خوب التفات کرو ۔ خوب توجہ کرو تا کہ اس مردار کی حقیقت واضح ہو جائے اور پھر کامل درجہ کی اس سے نفرت ہو ۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد　　　　چوں باز کنی مادر، مادر باشد

یہاں کے جو لذات ہیں ان میں بھی کدورت ہے کھانا ہے پینا ہے بیوی کے ساتھ عیش وعشرت ہے اس میں بھی ساتھ کے ساتھ کدورت ہے گو بوجہ مستی محسوس نہ ہو، اب چاہے وہ مستی دولت کی ہو یا جوانی کی ہوا س سے حس پر پردہ پڑ جاتا ہے ۔

ضعف سر بیند ازاں وتن پلید　　　　آہ ازاں نفس پدید و ناپدید

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہ گفت یا خوابے ست یا بائے ست یا افسانہ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درو ے بہ بست گفت یا غولے ست یا دیوست یا دیوانہ

مال و جاہ کی مقدار مطلوب

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بس مال تو اتنا ہو کہ بھوکوں نہ مروں، اور جاہ اتنی ہو کہ کوئی مارے پیٹے نہیں بس کافی ہے اسی کو فرماتے ہیں ۔

از بہر خورش ہر آنکہ نانے دارد وز بہر نشست آستانے دارو
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

حسن و جمال کا فرق

حسن اور چیز ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت میں وارد ہے اور جمال جس میں حضور اقدس ﷺ سب سے افضل ہیں اور چیز ہے اور حسن سے جمال بڑھا ہوا ہے حسن کو دیکھ کر تو ایک گونہ تحیر ہوتا ہے اور جمال کو دیکھ کر کشش ہوتی ہے اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اگر حضور ﷺ کو اجمل کہا جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو احسن کہا جائے تو نہ کسی نص کی مزاحمت ہے اور نہ کسی کی تنقیص ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے کہ حسن میں حضرت یوسف علیہ السلام سب میں فائق تھے اور جمال میں حضور ﷺ تو کیا حرج ہے۔

حجب نورانی اشد ہیں حجب ظلمانی سے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے کہ ''انوار ملکوتی حجابات نورانی ہیں اور کائنات ناسوتیہ حجابات ظلمانی ہیں اور حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے اس لئے کہ انسان ان کو مقصود سمجھ کر آگے کی ترقی سے رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ اسے مجوبی ہو جاتی ہے اور حجابات ظلمانی کو ہر شخص نا قابل التفات اور حجاب مذموم سمجھتا ہے اسی طرح اشغال وغیرہ اس طریق میں تدابیر کے درجے میں ہیں۔ یہ سب دوائیں ہیں غذا نہیں اور دوا کبھی مقصود نہیں ہوا کرتی ہاں مقصود کی معین ضرور ہوتی ہے مقصود تو تندرستی ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ یہ تدابیر مقصود نہیں بلکہ مقصود اعمال واجبہ کی اصلاح و رسوخ ہے اور وہ تدابیر اس کی طرف معین۔

غلو فی الدین

فرمایا توحید اور رسالت وعقائد اصل ہیں اور قطعی دلائل اس پر قائم ہیں اس میں مذاہب حقہ سب شریک ہیں آگے فروع ہیں جس کے دلائل خود ظنی ہیں۔ان میں کسی جانب کا جزم کرنا غلو فی الدین ہے۔اس لئے مذہب حنفی کے کسی مسئلہ کو اس طرح ترجیح دینا کہ شافعی مذہب کے ابطال کا شبہ ہو، طرز پسندیدہ نہیں۔

جو کام کرو شرعی اصول کے ماتحت کرو

فرمایا کہ ان نیچریوں سے اگر کہا جائے کہ کچھ تعلیم دینی پڑھ کر پھر بعد میں انگریزی پڑھو تو کہتے ہیں کہ انگریزی کو منع کرتے ہیں اسی طرح مدارس کی حالت ہے کہ اگر ان کو شرعی اصول کے ماتحت تحصیل چندہ کا طریقہ بتلاؤ تو کہتے ہیں کہ چندہ وصول کرنے کو منع کرتے ہیں۔اسی طرح تحریک خلافت کے زمانے میں میں نے تصریحاً کہہ دیا تھا کہ میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اسلامی حکومت کے خلاف نہیں ہوں مجھ کو صرف طریق کار سے اختلاف ہے۔کہا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور سی۔آئی۔ڈی سے تنخواہ پانیوالا ہے یہ لوگوں کا دین ہے۔

خطبہ فرمان شاہی ہے اس کا عربی میں ہونا واجب ہے

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل اردو میں خطبہ جمعہ پڑھنے پر بڑا زور دیا جارہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے، کہتے ہیں خطبہ سے مقصود نصیحت ہے، جس کو سامعین سمجھ سکیں۔فرمایا کہ نصیحت ضرور ہے مگر اس میں دلیل سے عربی ہونے کی قید ہے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) شریعت چونکہ زبان عربی میں ہے اور یہ شاہی زبان ہے اس لئے اسی میں اس کا نفاذ ہونا چاہیے۔دیکھو قانوناً ہر وائسرائے کو واجب ہے کہ فرمان شاہی کا انگریزی زبان میں اعلان اور تقریر کی جائے۔وائسرائے کو اجازت نہیں اردو میں تقریر کرنے کی اسی طرح یہ خطبہ فرمان شاہی ہے۔اس کا عربی میں ہونا واجب ہے۔

(۲) اگر سامعین میں بعض ہندی ہوں، بعض عربی، بعض ترکی، بعض مصری تو اس صورت میں خطبہ کیا ہوگا معجون مرکب ہوگا اور اس میں وقت کتنا صرف ہوگا۔ممکن ہے کہ نماز ہی کا وقت ختم ہو جائے

تو خطیب کس کس کا تابع ہو پس خطیب کو کیوں مجبور کیا جائے کہ سامعین کی رعایت سے خطبہ کو عربی سے اردو میں کر دیا جائے اور سامعین سے کیوں نہ کہا جائے کہ بقدر ضرورت دین کی تعلیم حاصل کریں۔ عربی سیکھیں۔ دین کو اپنا تابع کیوں بنا دیں اور خود دین کے کیوں نہ تابع بنیں۔

(۳) دوسری قومیں اپنی اپنی زبانوں کی بقا کوشش میں ہیں اور بقاء قوم کا ایک جز و بقاء زبان پر بھی سمجھتے ہیں تم اس میں ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔

چالاکی، مکاری سے انتقام لینا

فرمایا عقل اور فہم لوگوں میں ہے نہیں محض پالیسی چالاکی، مکاری ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ سب ہی کو آتی ہیں مگر جن کو نفرت ہے وہ اس کو عمل میں نہیں لاتے جیسے سور کو گو کھانا آتا ہے انسان کو بھی آتا ہے مگر آخر کون کھاتا ہے۔ اگر میں بھی ان چیزوں سے کام لیتا تو لے سکتا تھا مگر میں انتقام میں بھی اس سے کام نہیں لیتا۔

شریعت کو طبیعت ثانیہ بنانے کی ترغیب

فرمایا کہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اور اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی برکت سے شریعت مثل میری فطرت کے بن گئی ہے۔ میں ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کے لئے بھی اپنے مسلک اور مشرب سے نہیں ہٹ سکتا۔ میں تو انشاء اللہ ایک انچ احکام شرعیہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں جیسے تمہیں دنیا کی فکر سے فراغ نہیں رات دن اس میں کھپ رہے ہو اسی طرح مجھ کو آخرت کی فکر سے فراغ نہیں، ہر وقت اسی کی فکر ہے۔ مقید دونوں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک محبوب کا مقید ہے اور ایک غرض کا مقید ہے مگر ہیں دونوں مقید، فرصت نہ تمہیں نہ ہمیں ؎

تمہیں غیروں سے کیا فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم کو خالی نہ ہم خالی

(۱) لزوم عملی تکرار اور کثرت سے ہوتا ہے۔ (۲) رطوبت فضلیہ مقلل شہوت ہے۔

(۳) تقلیل رطوبت اصلیہ معین شہوت ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مجھے شہوت کا غلبہ رہتا ہے اور نکاح کی وسعت نہیں۔ فرمایا کہ کثرت سے روزہ رکھو اس سے شہوت مغلوب ہو جائیگی۔ دو، چار روزے کافی

نہیں کیونکہ خود حدیث میں ہے علیہ بالصوم علیہ لزوم کے لئے ہے اور یہ لزوم اعتقادی تو ہے نہیں، عملی ہے، اور لزوم عملی تکرار و کثرت سے ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ رمضان کے اول روزوں میں شہوت بڑھتی ہے کیونکہ رطوبت فضلیہ مقلل شہوت ہے اور حرارت غریزیہ معین شہوت ہے۔ اول روزوں میں رطوبت فنا ہو کر حرارت بڑھتی ہے اور آخر روزوں میں بوجہ کثرت جب رطوبت اصلیہ گھٹنے لگتی ہے اس سے شہوت گھٹتی ہے۔

فرمایا اگر کسی کو لکھنا آجائے اور علمی لیاقت ہو نہیں تو یہ بھی ایک عذاب ہے کیونکہ اس سے دوسرے کو اذیت پہنچتی ہے۔

پردہ میں عورتوں کو رکھنا قید نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ قید نہیں بلکہ حفاظت ہے جو ہر نفس چیز کے لئے عقلاً تجویز کی جاتی ہے دیکھو ریل کے سفر میں کوئی اپنے روپے پیسے کو کھول کر عام منظر پر دکھلاتا ہوا نہیں چلتا، ایسے ہی عورت کا عام منظر پر لانا ظاہر ہے کہ خطرات سے خالی نہیں۔ پس جو اندیشہ وہاں ہے وہی اندیشہ یہاں ہے۔ دوسرا اعتراض کیا جاتا ہے کہ پردہ میں رکھنے کی مصلحت یہ کہی جاتی ہے کہ عفت محفوظ رہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ میں بھی خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی نہ ہوگی جب خرابی ہوگی بے پردگی سے ہوگی جب تک وہ پردہ رکھیں گی خرابی ہو ہی نہیں سکتی۔

بدعتی حقائق سے کورے ہوتے ہیں

فرمایا کہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے علوم اور حقائق سے کورے ہوتے ہیں ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر مثلاً یہ کہ حضور ﷺ کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ کو قدرت نہیں۔

معقولیوں کی سزا

فرمایا کہ یہ جو اکثر معقولیوں کو خبط ہے کہ جاہل فقیروں کے معتقد ہو جاتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ علماء حق سے بداعتقاد ہونے کی سزا ہے کہ ان کو جہلا کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے۔

تقسیم ترکہ کی ترتیب

فرمایا کہ ترکہ میں سب سے پہلے دیکھنے کی ضروری چیزیں یہ ہیں کہ مرحوم کے ذمہ قرض تو نہیں۔ اگر قرض ہے تو فرض ہے کہ پہلے اس کو ادا کیا جائے۔ اگر قرض نہیں یا ادا ہو کر کچھ ترکہ بچ گیا! یہ دیکھو کہ مرحوم کی کچھ وصیت تو نہیں، جب اس سے بھی یکسوئی ہو جائے اور ترکہ خالص وارثوں کا قرار پایا جائے تو پھر دوسرے خیر خیرات خصوص متعارف رسومات سے مقدم یہ دیکھنا ہے کہ میت کے ذمہ کچھ نماز روزہ تو قضا نہیں اگر ہے تو اس کا فدیہ دیں۔ اگر اس کے ذمہ زکوۃ ہو اس کو ادا کریں محلہ میں جو غرباء یتیم بیوہ محتاج ہوں ان کو تقسیم کر دیا جائے یہ تطوع ایصال ثواب سے بڑھ کر ہے۔

ایصال ثواب کیلئے کھانا کھلانا

ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانے کے متعلق فرمایا کہ اگر ایک دم کھانا پکا کر کھلایا جائے تو اس صورت میں تو زیادہ برادری ہی کھا جائے گی جیسے کہ رسم ہو رہی ہے، اس سے وہ صورت بہتر ہے جو میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی تین صورتیں ہیں (۱) پکا کر کھلایا جائے (۲) خشک جنس دیجائے۔ (۳) نقد تقسیم کیا جائے تو سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہی ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کر دیا جائے کیونکہ معلوم نہیں ان کو کیا ضرورت درپیش ہو دوسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ خشک جنس دے دی جائے کہ جب جی چاہے گا اور جس طرح جی چاہے گا پکا کر خود کھالے گا تیسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جائے اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ ایک دو خوراک پکا کر مستحقین کو پہنچا دی جائے ایک دم پکانے سے مستحق اور غیر مستحق سب جمع ہو جاتے ہیں بلکہ ہر گاؤں میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ مستحق رہ جاتے ہیں اور غیر مستحق کھا جاتے ہیں۔

ایصال ثواب میں قرآن پڑھنے کا طریقہ

فرمایا کہ جس طریق سے آجکل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں ہاں احباب خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچا دیں۔ باقی اجتماعی صورت اس میں بھی مناسب نہیں۔ چاہے تین بار قل ھو اللہ احد ہی پڑھ کر بخشدیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائیگا یہ اس سے اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں اس

سے اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا، خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کو ہوگا وہ غیر صحابی کو ہو نہیں سکتا۔

شیخ کا فن دان ہونا شرط ہے

فرمایا کہ جیسے طبیب جسمانی کا بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں صرف فن دان ہونا شرط ہے اسی طرح طبیب روحانی میں شیخ کا فن دان ہونا شرط ہے بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں۔ اگر بزرگ ولی قطب غوث ہو مگر فن دان نہ ہو تو وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔

سالک کو دستور العمل تضرع وزاری کی فضیلت

فرمایا کہ خوب دیا رکھو کہ جب تک کسی کے قلب میں اس کی ہوس ہے کہ ہم کچھ ہو جائیں یہ شخص محروم ہے چاہیے کہ ہوسوں کو فنا کرے اور خدمت میں مشغول رہے اور فضل کا امیدوار رہے اور مایوس نہ ہو، اور اپنی نا قابلیت پر نظر کر کے ہراساں نہ ہو ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ☆ با کریماں کارہا دشوار نیست

لیکن طلب شرط ہے طلب ہو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ☆ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب است

اگر طلب کی حقیقت نہ ہو تو صورت تو ہو وہ صورت پر بھی فضل فرما دیتے ہیں بڑی کریم رحیم ذات ہے چنانچہ یہی طلب و نیاز ہے جسے مولانا گریہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست ☆ اے خوشا آں دل کہ آں ترسان اوست

درتضرع باش تاشاداں شوی ☆ گریہ کن تابے دہاں خنداں شوی

درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست ☆ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

نیاز کے ساتھ تضرع وزاری

اگر نیاز نہیں تو نرے رونے سے کچھ نہ ہوگا۔ جب تک قلب اس کے ساتھ ساتھ نہ ہو، کیونکہ

آنکھ سے رونا۔ سو بعض کو رونا آ جاتا ہے اور بعض کو نہیں آتا یہ فعل غیر اختیاری ہے جس کا منشاء محض ایک غیر اختیاری کیفیت ہے جو مقصود نہیں گو محمود ہے۔ چنانچہ بعض کو ساری عمر رونا نہیں آتا اور سب کام بن جاتا ہے اور اسی نرے رونے کو بدون نیاز کے کہتے ہیں ۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال   صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

غرض یہ کہ یہی نیاز کے ساتھ گریہ وزاری کامیابی کا مقدمہ ہے اسی کو مولنا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

تانہ گرید کو دک حلوا فروش ☆ بحر بخشائش نمی آید بجوش
تانہ گرید طفل کے جوشد لبن ☆ تانہ گرید ابر کے خند دچمن
کام تو موقوف زاری دل است ☆ بے تضرع کامیابی مشکل است
ہر کجا پستی است آب آنجارود ☆ ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا رنجے شفا آں جارود ☆ ہر کجا دردے دوا آنجا رود

طریق کی دو غلطی

فرمایا کہ آج کل مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے چنانچہ اوراد اور وظائف کو تو طریق سمجھتے ہیں اور کیفیات ولذات کو اس کا ثمرہ مقصودہ، کس قدر دھوکہ ہے حالانکہ اعمال مقصود ہیں اور رضائے حق ثمرہ ہے۔

اہل باطن کا مطمح نظر

فرمایا کہ درویشی صرف خدا سے صحیح تعلق کا نام ہے آگے سب عبث فضول ہے، طریق کی بھی یہی حقیقت ہے باقی یہ بناؤ سنگار اور تن آرائی وہ شئی ہے جس کی نسبت ایک دانشمند کا قول ہے ۔

عاقبت ساز دترا از دیں بری   ایں تن آرائی وایں تن پروری

جن کے قلوب میں حق تعالیٰ کی محبت ہے اور اس طرف کا تعلق ہے ان کو بناؤ سنگار کی کہاں فرصت ان کی تو یہ حالت ہے ۔

نباشد اہل باطن درپے آرائش ظاہر   بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

دلفریبان بناتی ہمہ زیور بستند دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

عقل سلیم کیا ہے

فرمایا کہ ایسی عقل جو محبوب سے دوری پیدا کردے وہ عقل نہیں بلکہ پرلے درجے کی بدعقلی ہے اور جو محبوب سے واصل کرے وہ دیوانگی بھی ہے تو ہزار عقلوں سے افضل ہے، نری عقل وذکاوت سے کیا کام چل سکتا ہے جب کہ اطاعات ومحبت نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

صراط مستقیم بس ایک ہے

بس راستہ صرف ایک ہی ہے کہ محبت اور اطاعت کے ساتھ احکام شریعت کے سامنے اپنے کو پیش کر دو اور بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کیونکہ ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہو کہیں راستہ نہ ملے گا۔

فرمایا کہ بزرگوں کی شان میں بدزبانی یا ان کی طرف بدگمانی کرنا نہایت ہی خطرناک چیز ہے میں یہ نہیں کہتا کہ بزرگوں کے معتقد بنو۔ معتقد ہونا فرض نہیں مگر بدزبانی اور بدگمانی سے بچنا البتہ فرض ہے

ایک ادب مجلس طعام

فرمایا کہ یہ مجلس طعام کے آداب کے خلاف ہے کہ ایسا کیا جائے کہ جس سے دماغ پر تعب ہو، کھانے کا وقت فراغ اور تفریح کا وقت ہوتا ہے اس وقت تفریح ہی کی باتیں کرنا مناسب ہے اسی طرح میزبان کو یہ حق نہیں کہ مہمان سے ایسا کوئی سوال کرے جس سے اس کے قلب پر بار یا گرانی ہو۔

نصف سلوک

فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ بات ایسی نہ کرے کہ جس سے دوسرے کو اذیت پہنچے۔ یہ نصف سلوک بلکہ ایک معنیٰ کر کل سلوک ہے۔

ایک خاص حالت میں ہر چیز کو زوال ہے

فرمایا کہ حکومت ہی کی کیا تخصیص ہے ایک خاص حالت میں ہر چیز کو زوال ہے چاہے وہ حکومت ہو یا قوت اور شجاعت ہو مال ہو، عزت ہو، جاہ ہو، علم ہو، کمال ہو۔ اور وہ خاص حالت یہ ہے کہ یہ

شخص اس کو اپنا کمال سمجھنے لگے، عطیہ خداوندی نہ سمجھے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس کو اپنا کمال سمجھ کر اس میں حقوق کی ادائیگی کی طرف نظر نہیں رہتی۔ اس لئے امانت سے برطرف کر دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کل ہمارے پاس کچھ تھا آج کچھ بھی نہیں۔

مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا

فرمایا کہ میں جو منع کرتا ہوں کہ مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا اندیشہ کی چیز ہے اس سے بدعتی ہی مراد نہیں بلکہ اہل حق بھی مراد ہیں وجہ یہ کہ مزاج کا اختلاف۔ طبائع کا اختلاف۔ وجوہ تربیت کا اختلاف یہ تو سب میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اہل حق میں بھی اس لئے طالب تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے سب سے منع کرتا ہوں۔

شرط فاسد

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مدارس کی طرف سے کمیشن پر سفیر رکھے جائیں۔ یہ جائز ہے؟ فرمایا کہ شرط فاسد ہے مگر بکثرت مدارس والے اس بلا میں مبتلا ہیں جائز ناجائز کوئی نہیں دیکھتا اسی لئے ثمرات و برکات ویسے ہی پیدا ہوتے ہیں، نہ اساتذہ کو طلباء پر شفقت اور محبت ہے نہ طلبا کو اساتذہ کا ادب و احترام ہے نہ ظاہراً ان پر علم کی شان معلوم ہوتی ہے نا باطناً ان میں استغناء ہے۔

غیر مشروع آمدنی کے پھل پھول

یہ سب غیر مشروع آمدنی کے پھل پھول لگ رہے ہیں اسی طرح چند دن میں قطعاً احتیاط نہیں رہتی کہ وصول کرنے والے کیسی رقم وصول کر کے لائے کہ نہ تحقیق نہ تفتیش۔ وہ وصول کر کے لائے اور مدرسہ والوں نے داخل کر لیا۔

فرمایا کہ غیر قوموں میں تو کبھی علوم ہوتے ہی نہیں۔ علوم ہمیشہ مسلمانوں میں رہے اور اب بھی ہیں۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کے علوم کا دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے باقی یہ ایجادات سو ان کو علم سے کیا تعلق یہ تو صنعت و حرفت ہے۔

وبال کا سبب

فرمایا کہ اگر سالک کو اپنی بزرگی کا شبہ اس سے ہو کہ ہماری مخالفت ہی سبب ہوئی مخالف کی ابتلاء (وبال پڑ جانے) کا تو اس کا تدارک ضروری ہے۔ اور اس کا تدارک اپنے ذنوب وعیوب کا استحضار ہے، اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ کوئی مقبول نہیں لیکن بعض اوقات ان کے مخالف کو بھی دنیا میں عقوبت ہوئی۔ اگر پھر بھی اس تسبب کا غلبہ ذہن میں ہے تو یہ تسبب کچھ بزرگی ہی میں ہیں مظلومیت سے بھی تسبب ہوسکتا ہے۔

نعمت کی رغبت کا احساس

ایک شخص نے لکھا کہ بظاہر کھانا پینا اور آرام کی چیزوں سے رغبت نہیں، جواباً فرمایا کہ جب نعمت موجود ہوتی ہے بالقول یا بالفعل رغبت محسوس نہیں ہوتی لیکن فقدان کے بعد اس کا احساس ہوتا ہے۔ لہذا رغبت کی نفی کے دعوے سے بچنا چاہیے۔ اور اگر ایسا احساس بھی ہو اس کا امتیاز نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ دعا کرنا چاہیے کہ اے اللہ جتنی رغبت دیں وہ دین میں معین ہو مانع نہ ہو کما روی عن عمرؓ

غیبت کا علاج

استحضاء وہمت اور بعد صدور صاحب حق سے معاف کرا کر تدارک اور یہ جزو اخیر سب اجزاء سے زیادہ ضروری اور موثر ہے۔ فرمایا کہ ذکر موت سے مقصود صرف کف عن المعاصی ہے اگر اس کا ملکہ ہو جائے تو اس کے بعد ذکر موت ہی کی ضرورت نہیں۔

خیال عمل کا مقدمہ ہے

ایک سالک نے لکھا کہ خیال وفکر تو ہر وقت اس بات کی رہتی ہے کہ آخرت کا سامان کرنا چاہیئے لیکن صرف خیال ہی ہوتا ہے عمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اپنے عیوب کا احساس تو بہت زیادہ ہے لیکن ان کی اصلاح کی کوشش نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ خیال مقدمہ ہے عمل کا۔ مقدمہ کی توفیق بھی نعمت ہے نعمت کا شکر کرنے پر مزید کا وعدہ ہے اور اس مزید میں عمل بھی داخل ہے مگر عمل چونکہ اختیاری ہے لہذا ضم ہمت کی بھی ضرورت ہے اس شکر کا یہ اثر ہوگا کہ استعمال اختیار میں سہولت ہو جائے گی مگر بدون قصد اس

مزید کا وعدہ نہیں۔

فرمایا کہ واجب میں مشکل ہونا عذر نہیں۔

تبلیغ میں تشدد کا علاج

فرمایا کہ تبلیغ دین میں اقویاء کے مذاق پر کلام کیا گیا ہے جس کا تحمل اس وقت کے ضعفاء کو نہیں اور علاج اس مذاق میں منحصر نہیں لہذا اس کو مقصود بالذات نہ سمجھنا چاہیے۔

ڈھول کا علاج

ایک صاحب نے لکھا کہ میرے اندر فضول گوئی کا مرض ہے ہر چند میں اسے ترک کرنے کا تہیہ کرتا ہوں دل میں عہد کرتا ہوں مگر پھر وہ سرزد ہو جاتی ہے عین وقت پر اپنا عہد معاہدہ سب بھول جاتا ہوں گو بعد کو افسوس ہوتا ہے اس کا کیا علاج ہے۔

تحریر فرمایا کہ ''بہت احباب کو یہ تدبیر بتلائی گئی ہے اور نافع بھی ہوئی کہ ایک پرچہ پر اس کی یادداشت لکھ کر کلائی پر باندھ لیں سامنے ہونے سے یقیناً یاد آ جائیگا آگے عمل اپنی ہمت پر ہے۔

شکر نعمت خوش تر از نعمت بود

فرمایا کہ حضرت مولانا رومی صاحبؒ فرماتے ہیں۔

''شکر نعمت خوش تر از نعمت بود''

یعنی نعمت کا شکر خود نعمت سے بھی اچھا ہے اس لئے کہ شاکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحب نعمت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اس کا قالب۔ اور یہ فرق اس لئے کہ شکر تم کو حق سبحانہ تک پہنچانے والا ہے، برخلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے کیونکہ نعمت سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے۔ پس شکر نعمت افضل ہوا نفس نعمت سے اچھا ہم نے مانا کہ نعمت ہی اچھی چیز ہے کیونکہ نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے۔ پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اس کی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اس لئے بھی شکر ضروری ہے شکر جو کہ نعمت ہے اگر تم کو حاصل ہو جائے تو تم سیر چشم اور دولت مند ہو جاؤ گے کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے اور غذائے جسمانی کا زیادہ کھانا اور اس کی تکلیف تم سے دور ہوگی۔

عمل کا بار بار تکرار کرنا بدون تکمیل عمل کے بے کار ہے

جب تک سوال نہ کیا جائے مسئلہ بتلانا واجب نہیں۔

اعمال کی نگہداشت

ہر ذمہ دار کو اپنے ماتحت لوگوں کے اعمال کی نگہداشت کرنا چاہیے چنانچہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ میں جب معتبر اہل شخص کو کوئی عہدہ دیتا ہوں تو یہ کافی ہے کہ عہدہ دینے سے پہلے اس کی اہلیت، لیاقت دیانت وامانت کی تحقیق کرلوں، پھر میں سبک دوش ہوں یا مجھے عہدہ دینے سے کے بعد اس کے کام کی بھی تحقیق کرنا چاہیے کہ جیسا میرا گمان تھا وہ ویسا ہی ثابت ہوا یا میرا گمان غلط نکلا سب نے جواب دیا کہ عہدہ دینے سے پہلے پوری طرح تحصیل کرلینا کافی ہے اس کے بعد آپ سبکدوش ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ جواب صحیح نہیں بلکہ مجھے اس کے کام کی بھی تحقیق کرنا چاہیے کہ جب میرا گمان تھا اس نے اسی طرح کام کا حق ادا کیا یا میرا گمان اس کے متعلق غلط ثابت ہوا۔ بدوں اس کے میں سبکدوش نہ ہونگا محققین صوفیہ کا بھی یہی خیال ہے کہ جس کو کوئی خدمت سپرد کی جائے اس کے اعمال کی بھی جانچ کرنا چاہیے۔ کہ جو خدمت اس کے سپرد کی گئی ہے وہ اس کا اہل ثابت ہوا یا نہیں۔

تکبر وشرم

طالب علم کی محرومی کی وجہ تکبر وشرم ہے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم صرف دو وجھوں سے محروم رہتا ہے یا تکبر کی وجہ سے یا شرم کی وجہ سے کیونکہ دین میں تکبر یا شرم کا کام نہیں نہ حق بات کہنے میں، نہ اس کے بتلانے میں نہ معلوم کرنے میں اسی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ نعم النساء نساء الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین یعنی انصار کی عورتیں بہت اچھی عورتیں ہیں کہ ان کو مسائل دین کے دریافت کرنے میں حیاوشرم نہیں آتی۔

نفس کشی کی تعریف

نفس کشی تصوف کی اصطلاح میں تکبر دعویٰ، عجب و پندار خودرائی، خود بینی زائل کرنے کا نام ہے جب تک یہ رذائل نفس کے اندر موجود ہیں وہ زندہ ہے جس دن ان سے پاک ہوگیا مردہ ہوگیا مگر اس موت کے بعد اس کو جو زندگی ہوتی ہے وہ روحانی حیات ہے اور لازوال حیات ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

تصوف میں کامیابی کا انحصار اتباع سنت پر ہے

صوفیہ متبعین سنت کو جماعت کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا ہے ہم نے اپنے اکابر کو اسی قدم پر پایا ہے اور حضرات سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔افسوس کہ آج کل کے جاہل صوفی جماعت کا تو کیا اہتمام کرتے نماز کی بھی پوری پابندی نہیں کرتے۔نہ معلوم ان لوگوں نے تصوف کس چیز کا نام رکھ لیا ہے جو مخالف سنت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتا ہے۔

حال: ایک صاحب نے لکھا کہ گھر میں بڑی اذیت چھوٹے بھائی سے ہے ان کے لئے روزانہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی جھوٹ اور خباثت کی عادت چھوڑا دے دین و دنیا دونوں اپنی برباد کرر ہے ہیں حضرت سے بھی دعا و تدبیر کی درخواست ہے۔

تحقیق: دعا سے کیا عذر ہے باقی تدبیر سو ہم جیسے ناقصین کے لئے تو دوسرے کیلئے تدبیر کرنے سے اپنے لئے تدبیر اسلم ہے،اور وہ تدبیر اسلم یہ ہے کہ "فکر خود کن فکر بے گانہ مکن"۔اور ایک وقت وہ آتا ہے جس میں کاملین کے لئے بھی یہی تجویز فرمایا گیا ہے **علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم الایۃ** اور وہ وقت ہے جب باوجود سعی کے دوسرا نہ مانے کذافی بیان القرآن،اور اس کے ساتھ بھی اگر فکر بے گانہ کا ہجوم ہو جائے وہ مجاہدہ اضطراریہ اور موجب قربت ہے۔خلاصہ یہ کہ زیادہ حصہ حالات موجودہ کا مجاہدات اضطراریہ ہیں نہ انبیاء خالی ہیں نہ اولیاء نہ دوسرے مومنین۔گو الوان سب کے مختلف ہوتے ہیں لیکن قدر مشترک سب کے لئے نعمت ہے اور سب سے بڑی اور مختصر اور جامع اور ہر وقت کے استحضار کے قابل اور ہر حالت پر منطبق اور اس کے مناسب چیز یہ ہے کہ جس حالت سے دین کا ضرر نہ ہو خیر محض ہے،خواہ طبیعت کے کیسے ہی خلاف ہو،اور وہ عمر بھر لازم رہے۔بس قلب میں اس کو راسخ کر لیا جائے اور اپنے دل کو مشغول بالذکر رکھا جائے اور اس کو اصل شغل سمجھا جائے اس کے ہوتے ہوئے کسی سعی کے فوت ہونے کا افسوس نہ کیا جائے کیونکہ علاوہ عبادت موظفہ کے اور اشغال عارض کے سبب ہیں،اور یہ (مشغولی بالذکر) سب عوارض کے انصرام اور اختتام کے بعد باقی ہے بس اس نظام کے بعد فکر اور سوچ اور تمنا اور انتظار کو دل سے نکال دیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ حیٰوۃ طیبہ کا صرف حصول ہی نہیں بلکہ مشاہدہ ہو جائے گا اور بعد چندے نفس مطمئنہ ہو کر اس پر راضی بلکہ لذت گیر ہو جائے گا بقول ایک صاحب

حال کے ۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

ومن لم یزق لم یدر رزقنا اللہ ھذا الذوق فی حیاتنا ووقت مما تنا و نختم الکلام مستعینین برحمۃ اللہ العلام.

توکل کا درجہ مامور بہ

ایک صاحب خیر نے جو اپنے فرزندان کے ناکامی ذرائع معاش سے پریشان تھے لکھا کہ ''اپنی اولاد کے معاملات سے اس قدر وابستگی رہتی ہے کہ دن رات اسی خیال میں مستغرق رہتا ہوں نماز کے بعد نیز سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، بس بچوں کی کامیابی فلاح و بہبود کے علاوہ سب دعائیں کرنا چھوڑ دیں۔ اس خیال سے بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ خدانخواستہ اگر مرتے وقت بھی بچوں کا خیال رہا تو میں نہ دین کا رہوں گا نہ دنیا کا۔ توکل میرے اندر نہیں رہا۔ قلب میرا تاریک ہوگیا۔ حالت میری بد سے بدتر ہوگئی حضور اپنے ذلیل وخوار غلام کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔

تحقیق: یہ احساس وفکر خود علامت ہے ایمان کامل کی۔ اللہ تعالیٰ مزید تکمیل و رسوخ عطا فرمائے اور توکل کے نقص کا شبہ بھی محض وہم ہے توکل کامل کے درجات ہیں، کاملین کا سا نہ سہی مگر جو درجہ توکل کا مامور بہ ہے (کوئی مامور بہ ناقص نہیں ہوتا) وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہے جس کی کھلی علامت ہر حالت میں دعا کرنا ہے اگر کارساز پر نظر نہ ہوتی تو دعا ہی کیوں کی جاتی اور یہی نظر توکل مامور بہ ہے اور اس سے آگے کے درجات زیادہ کمال کے ہیں مگر یہ بھی ناقص نہیں۔ بالکل اطمینان رکھا جائے رہا یہ شبہ کہ اولاد سے شدید تعلق ہے اور یہ کہ اگر آخری وقت میں اس کا استحضار رہا تو محض تباہی ہے یہ خوف علامت ایمان کی ہے اور اس خوف پر بشارت ہے ایمان کی کما فی قولہ تعالیٰ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کریم اور ظاہر ہے کہ مغفرت ہے ایمان کے محفوظ رہنے پر تو خوف پر اس طرح بشارت ہے حفاظت ایمان کی، پھر تباہی کا وہم کیوں کیا جائے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اولاد کے مصالح وفلاح کا اہتمام طاعت اور ان کا حق مامور بہ ہے تو مامور بہ کا اہتمام سوء خاتمہ کا سبب کیسے ہوسکتا ہے البتہ ان کی ایسی محبت کہ اس میں دین کی بھی پروا نہ رہے اور اس محبت میں معصیت کا بھی ارتکاب کرلیا جائے یا احکام ضروریہ میں خلل ہونے لگے یہ ہے غیر اللہ کی محبت مذمومہ۔ یہ تو ضابطہ کا جواب ہے اور بالکل صحیح وحقیقت

لیکن اس کے ساتھ عادت اللہ ہے کہ مومن کے اخیر وقت میں یہ جائز محبت بھی فنا کر دی اور اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں دم نکلتا ہے۔

افسوس کے حدود

حال: خادم کی یہ حالت ہے کہ نماز تہجد کو بھی آنکھ نہیں کھلتی اور اگر کھلتی ہے تو وہ سستی ہے کہ اٹھا نہیں جاتا اپنی حالت پر افسوس ہے۔

تحقیق: افسوس تو علامت ہے محبت کی جو مطلوب ہے مگر افسوس کے حدود ہیں جو چیز اختیاری ہو، وہاں افسوس کے ساتھ اختیار سے بھی کام لینا مثلاً تہجد اگر اخیر شب میں نہیں ہوتا تو بعد نماز عشاء پڑھ لیا جائے جو چیز اخذ نہ ہو وہاں صبر استغفار و دعا کرنا چاہیئے۔

صرف دعا پر اکتفا نہ کرنا چاہیے

حال: حضرت والا کی دعا اگر ہوئی تو یہ مشکل آسان ہو جائے۔

تحقیق: دعا سے انکار کب ہے لیکن ہر امر میں صرف دعا پر اکتفاء کرنا ضعف علمی و عملی ہے اوپر کی تفصیل کی ضرورت ہے۔

ترک تعویذ کا انتظام

فرمایا کہ اصل تو یہ ہے کہ تعویذ گنڈے کو بالکل حذف کیا جائے لیکن اگر غلبہ شفقت سے کسی مصلح شفیق کو یہ گوارا نہ ہو تو تدریج سے کام لیا جائے جس کا نظام یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ظاہراً جاری رکھا جائے لیکن ہر طالب سے یہ بھی ضرور کہہ دیا جائے کہ میں اس کام کو نہیں جانتا۔ مگر تمہاری خاطر سے کئے دیتا ہوں چند روز کے بعد یہ سمجھا جائے کہ لوگ اس کو جس درجہ کی چیز سمجھتے ہیں یہ اس درجہ کی چیز نہیں ہے۔ اس کے بعد ایسا کیا جائے کہ کسی کو دیدیا کسی سے عذر کر دیا مگر نرمی سے۔ پھر بالکل حذف کر دیا جائے۔

کثرت اساتذہ مناسب نہیں

وہ محض دو چار روز کے لئے کیونکہ کثرت میں سب کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے۔ کیسے کام کی بات ہے۔

فرمایا کہ میرا دل ذرہ برابر گوارا نہیں کرتا کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے البتہ جب مجھ کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو اس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہوں۔

اسراف کی مذمت

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت مسلمان اس زمانہ میں فضول اخراجات کی بدولت تباہ برباد ہیں مگر اب تک یہ حالت ہے کہ فضول اخراجات سے نہیں رکتے فرمایا کہ یہی ہو رہا ہے پھر جب پیسہ پاس نہیں رہتا جھوٹ فریب کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔

امر بالمعروف کی ادنیٰ شرط

فرمایا کہ ادنیٰ شرط امر بالمعروف کی یہ ہے کہ جس کو نصیحت کرے عین نصیحت کے وقت یہ سمجھے کہ میں اس سے کم درجہ کا ہوں اور وہ مجھ سے افضل ہے۔

طریق میں پریشانی ہے ہی نہیں

فرمایا کہ اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جائے تو کوئی بھی پریشانی نہیں خصوص اس طریق میں تو پریشانی ہے ہی نہیں، دین میں تو پریشانی ہے ہی نہیں خواہ وہ احکام ظاہرہ ہوں یا باطنہ لوگوں نے بوجہ اپنی لاعلمی کے اور فن سے ناواقف ہونے کے خود اپنے اوپر پریشانیاں لے رکھی ہیں اور اگر کوئی بات نفس کے خلاف بھی ہو تو جب اس میں عبد کا سراسر نفع ہے تو پھر اعتراض اور شبہ پریشانی کا کیا۔

فرمایا کہ ہر چیز میں خدا کی حکمتیں اور اسرار ہیں جن کو بندہ سمجھ نہیں سکتا اسلئے خود تمناؤں کو فنا کر کے تفویض اختیار کرے۔

طلب صادق

فرمایا کہ طلب صادق ایسی عجیب چیز ہے کہ بڑے بڑے سخت کام کو سہل بنا دیتی ہے۔

اصرار علی البیعت کی وجہ

فرمایا کہ جب بدون بیعت ہوئے ہی (اتباع شیخ سے) وہ کام ہو جائے جو بیعت ہونے سے ہوتا تو پھر بیعت پر کیوں اصرار ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کالا ہے کوئی نفسانی غرض قلب

میں بیٹھی ہوئی ہے اور میں اس کو بتلائے دیتا ہوں کہ کام کرنا مقصود نہیں نام کرنا مقصود ہے کہ ہم بھی فلاں سے تعلق رکھنے والے ہیں جس کا منشاء جاہ ہے اور یہ ناشی ہے کبر سے، جیسے ایک عورت ہے اس کو شہوت تو ہے نہیں مگر نان نفقہ کی ضرورت ہے، وہ ایک شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے اس نے کہا بیوی نکاح تو میں کرتا ہی نہیں، ہاں پچاس روپے ماہوار تجھ کو دیا کروں گا تو اس عورت کا اس میں کیا حرج ہے لیکن اگر نکاح ہی پر اصرار ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں شہوت ہے۔

حق تعالیٰ انفعال سے منزہ ہیں

ایک شخص نے کہا کہ حضرت دشمن کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر ہم کو بھی رحم آجاتا ہے تو کیا حق تعالیٰ کو رحم نہ آئیگا۔ جب کفار دوزخ میں جلیں گے، فرمایا کہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے آپ میں تو انفعال ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے منزہ ہیں وہاں تو جو بھی ہوتا ہے ارادہ سے ہوتا ہے پھر وہ ارادہ بھی حکمت سے ہوتا ہے۔

رعایا کے مطیع بنانے کی تدبیر

فرمایا کہ جب تک شفقت نہ ہو پرورش کا خیال نہ ہو کوئی اور طریقہ اور کوئی تدبیر رعایا کے مطیع بنانے کی نہیں۔

سرسید کے متعلق حضرت والا کی رائے

فرمایا کہ سرسید سے ایک رئیس میرٹھ نے پوچھا کہ تم چاہتے کیا ہو، دنیا یا دین، جواب دیا کہ میں نہ دنیا چاہتا ہوں نہ دین، صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے بھائی ننگے بھوکے نہ رہیں۔ مگر بندہ خدا نے یہ نہ دیکھا کہ ننگے بھوکے تو دین پر عمل کرتے ہوئے بھی نہ رہتے، ایسے جواب کا سبب عقل کی کمی، دین کی کمی ہے۔ غرض یہ کہ سرسید کی نیت تو بری نہ تھی مسلمانوں کا ہمدرد مگر عقل و دین کی کمی کی وجہ سے جو راہ مسلمانوں کی فلاح اور بہبودی کے لئے نکالی وہ مضر ثابت ہوئی۔

ذہانت بھی عجیب چیز ہے

فرمایا کہ سلطان عبدالحمید سے کسی یورپین بادشاہ نے کہا تھا کہ آپ یورپ کے درمیان ایسے

ہیں جیسے بتیس دانتوں کے درمیاں زبان۔ اس سے تعریض تھی عجز وضعف کی طرف۔ جس کو سلطان سمجھ گئے اور برجستہ کہا بالکل ٹھیک ہے مگر قدرتی سنت یہ ہے کہ دانت پہلے فنا ہو جاتے ہیں اور زبان باقی رہتی ہے۔

خواص مسلمان

فرمایا کہ استغناء، حسن ظن ترحم، اعتماد، یہ سب شجاعت کے لوازم سے ہے اور مسلمانوں کے خواص ہیں، اور یہ دوسری قوموں میں نہیں۔

انگریزی خوانوں کا معیار مقبولیت

فرمایا کہ انگریزی خوانوں کے یہاں معیار مقبولیت صرف یہ ہے کہ وہ چیز نئی ہو چاہے کتنی ہی بعید از عقل ہو مگر ہو نئی اس کو قبول کر لیتے ہیں اور کوئی بات کتنی ہی قریب از عقل ہو مگر ہو پرانی اس کو قبول نہ کریں گے چنانچہ غلام احمد قادیانی کو دیکھ لیجئے اس نے پہلے مجدد ہونیکا دعویٰ کیا پھر محدث ہونے کا پھر مہدی ہونے کا پھر کرشن ہونے کا، پھر نبی ہونے کا پھر الہام کے لفظوں میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعوی کیا کبھی عورت بنا، پھر اس کو حمل قرار پایا۔ کیا اس کو ہذیان نہ کہیں گے مگر انگریزی خواں ہیں کہ معتقد ہیں۔

مناظرہ بہت خطرناک چیز ہے

فرمایا کہ ہر شخص کو مناظرہ کرنا مناسب نہیں اس کے لئے بڑے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ میں نے خود بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ مناظرہ کرتے کرتے خود بگڑ گئے اور بددین ہو گئے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ سیدھا سیدھا اپنے روزہ نماز میں لگا رہے اور ان جھگڑوں میں نہ پڑے۔

معراج کا اثبات

وقوع معراج کے متعلق فرمایا کہ یہ واقعہ عقلاً ممکن اور نقلاً ثابت اور جس ممکن کے وقوع پر نقل صحیح دال ہو وہ ثابت۔ بس اس کا وقوع ثابت ایک انگریزی خواں صاحب نے کہا کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر بھی ہے۔ فرمایا کہ آپ جو نظیر مانگتے ہیں تو اس نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اسی طرح اس نظیر کی بھی ضرورت ہوگی۔ آخر کہیں جا کر آپ کو کوئی واقعہ بلا نظیر کے ماننا پڑے گا تو معلوم ہوا کہ ہر واقعہ کے ماننے

کے لئے نظیر کی ضرورت نہیں لہذا اس کو ہی بلانظیر کے مان لیجئے جو کام آخر میں جا کر کرنا پڑیگا وہ شروع ہی میں کر لیجئے۔

انگریزی پڑھنا ضروری ہے یا نہیں

فرمایا کہ ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا ہے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے۔
(۱) انگریزی پڑھنے سے نیت کیا ہے۔ (۲) انگریزی پڑھنے کے قواعد کیا ہیں (۳) کورس کیا ہے
(۴) بادشاہ وقت کے حامی ہوتے ہوئے اس کی ضرورت کیا ہے۔

تقویٰ کی برکت کا اثر

فرمایا کہ ذہن کے بڑھنے کا کوئی طریقہ نہیں اور حافظہ کی قوت کیلئے تقویت دماغ کی ضرورت ہے پھر فرمایا کہ تقویٰ کی برکت سے علوم صحیحہ ذہن میں آسکتے ہیں مگر خود ذہن تقویٰ سے بڑھتا ہے جیسے کسی شخص کی بینائی کمزور ہو تو تقویٰ سے نہیں بڑھتی۔

مقصود طریق رضائے حق ہے

فرمایا کہ طریق سے لوگوں کی عدم مناسبت کا سبب اس کی حقیقت سے بے خبری ہے، رسوم کا نام ان جاہلوں نے تصوف رکھ لیا ہے، حالانکہ طریق کی حقیقت اعمال ہیں، اور مقصود طریق رضاء حق ہے اس سے آگے یا تو بے تعلق چیزیں ہیں یعنی ان کو طریق سے کوئی تعلق نہیں یا ان کا درجہ مثل تدابیر طبیہ کے تدابیر کا درجہ ہے یا اگر وہ غیر اختیاری کیفیات ہیں تو یہ مقصود نہیں۔ گو محمود ہیں اور مقصود میں معین بھی ہیں ان تدابیر کو بدعت کہنا اصول سے ناواقفی ہے جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔

ایک صاحب کا خط آیا جو نہایت ہی بدخط تھا اور اصلاح اور نفس کی اصلاح چاہی تھی۔ تحریر فرمایا کہ نفس کی اصلاح سے پہلے ضرورت ہے اصلاح خط کی کہ اس کا تعلق دوسرے کی راحت وکلفت سے ہے اگر اس میں شبہ ہو تو لفافہ پر جو پتہ لکھا ہے اسی کو دیکھ لو۔ غالب یہی ہے کہ ڈاک خانے والے بھی پریشان ہوئے ہوں گے۔

فرمایا اسی طریق میں سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ کسی کامل کے سامنے اپنے کو پامال کردے، مٹادے، فنا کردے۔

حال را بگذار مرد حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو

جائے بزرگاں بجائے بزرگاں سے مراد برکت ہے

اور یہ واقعہ ہے کہ اس میں برکت ضرور ہے چنانچہ مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ پر بیٹھ کر جب ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار و برکت محسوس کرتا ہوں۔فرمایا کہ کثرت تکلم کا منشاء کبر ہے کہ اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ اسے کچھ نہیں آتا اسلئے بولتا ہے۔

مشورہ حضرت والا برائے مدرسہ دیو بند

فرمایا کہ میں نے مشورہ یہ دیا تھا کہ مدرسہ کو ایک دم مقفل کر دیا جائے اور ملک میں اعلان کر دیا جائے کہ ان وجوہ سے مدرسہ کو بند کئے دیتے ہیں۔فضا خوش گوار ہونے پر کھول دیں گے اور سب مفسدوں کو نکال باہر کر دیا جاتا اور پھر جو داخل ہوتا وہ ایک تحریری معاہدہ کے ساتھ داخل کیا جاتا کہ اگر ان شرائط کے خلاف کیا تو مدرسہ سے خارج کر دیئے جاؤ گے اور یہی شرائط مدرسین کے ساتھ ہوں باقی اب تو مدرسہ کو اکھاڑہ بنا رکھا ہے میں نے مہتمم صاحب سے صاف کہد یا تھا کہ مدرسہ کی حالت یہ ہے کہ جیسے بے روح کے جسم ہوتا ہے اب اگر اس صورت میں مدرسہ کو ترقی بھی ہوئی تو یہ ترقی ایسی ہوگی۔جیسے مر جانے کے بعد لاش پھول جاتی ہے اور اندیشہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں پھول کر جب پھٹے گی تو محلّہ بستی کو بھی مارے بدبو کے سڑا دیگی۔اس پر مہتمم صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔اب سنا جاتا ہے کہ طلبہ کا تو بالکل ہی طرز بدل گیا،یہی پتہ نہیں چلتا دیکھنے سے کہ یہ علی گڑھ کالج ہے یا دینی مدرسہ۔اپنے بزرگوں کا طرز چھوڑ دیا۔پھر نور و برکت کہاں۔یہ سب اسی کمبخت نیچریت کی نحوست ہے،طلباء کے لباس میں طرز معاشرت میں نیچریت کی جھلک پیدا ہوگئی،منتظمین اساتذہ سب کے سب طلباء سے مغلوب ہیں محض اس وجہ سے کہ اگر یہ نہ رہے تو ہماری مدرسی بھی جاتی رہے گی۔

اصول صحیحہ

فرمایا کہ لوگوں نے اصول صحیحہ کو چھوڑ دیا ہے جس سے ایک عالم کا عالم پریشانی میں مبتلا ہے حتیٰ کہ حکومت اپنی رعایا سے۔باپ اپنے بیٹے سے استاد اپنے شاگرد سے پیر اپنے مرید سے،خاوند اپنی بیوی سے،آقا اپنے نوکر سے،اور اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جائے اور ہر چیز کو اپنی حد پر رکھا جائے تو کوئی

پریشانی یا تکلیف نہیں ہوسکتی۔

خادمانِ دین کے لئے چند تجربہ کی باتیں

فرمایا کہ خادمانِ دین یعنی جن کے متعلق افتاء و تبلیغ و تعلیم و تربیت کا کام سپرد ہو وہ کسی کی گواہی نہ دیں نیز کسی کے معاملہ میں حکم یعنی فیصلہ کنندہ بھی نہ بنیں۔ کیونکہ ایسے کرنے سے وہ ایک جماعت سے شمار کرلیا جائیگا۔ اور دوسری جماعتوں کے مسلمان اس کے فیوض اور برکات سے محروم رہ جائیں گے غرض ایسے خادمانِ دین کو ہرگز ایسے معاملات میں نہ پڑنا چاہیے۔ اس میں بڑی مضرت کا اندیشہ ہے خصوص دین کا ضرر کیونکہ اس زمانہ میں ہر شخص آزاد ہے نہ کسی کا کسی پر اثر۔ نہ کسی کے اعتقاد اور محبت کا اعتماد۔ صرف مطلب اور اغراض تک سب کچھ ہے اور ان کے خلاف کوئی بات پیش آجائے اسی وقت اثر اور اعتقاد و محبت سب ختم ہوجائے یہ تجربہ کی باتیں ہیں۔

فرمایا کہ اکثر جھگڑے کے جب استفتاء آتے ہیں تو یہاں سے یہ جواب آتا ہے کہ دونوں فریق جمع ہوکر آؤ اور دونوں زبانی واقعہ بیان کرو سننے کے بعد حکم شرعی ظاہر کردیا جائیگا ظاہر ہے کہ اس سے کون خوش رہ سکتا ہے۔

سلوۃ الکیب بخلوۃ الحبیب

ایسا شخص تلاش کیا جائے جس میں یہ صفت ہوں۔

(۱) دل سے اپنا خیر خواہ و محب و ہمدرد ہو۔ (۲) عاقل ہو اور اگر صاحب تجربہ بھی ہو تو سونے پر سہاگہ (۳) راز دار یعنی حافظ اسرار ہو۔ (۴) بے تکلف ہو کہ اگر اس کی رائے میں آپ کی کوئی غلطی ہو تو اس کو محبت سے ظاہر کردے (۵) اور اگر دیندار ہو تو نور علی نور۔

ایسے شخص کے مل جانے کے بعد کسی غم و فکر کا بوجھ اپنے دل پر نہ رکھا جائے۔ بلکہ ہر واقعہ کو جس سے خلجان بڑھنے لگے اس پر ظاہر کردیا جایا کرے خود اس اظہار میں ہی خاصیت ہے کہ غم خفیف ہوجائے گا۔ اور اگر وہ کچھ تسلی کردے یا کوئی مناسب تدبیر بتلادے تو اور اخف ہوجائے گا۔ اگر ایسے شخص سے روزانہ ملاقات ممکن ہو تو غم بڑھنے ہی نہ پائے اور کسی فصل سے ملاقات ہوسکے تو بڑھنے کے بعد گھٹ جائیگا۔ یہ تو مادی تدبیر ہے اور اگر اس کے ساتھ روحانی علاج کو اس سے زیادہ اہم سمجھ کر اس کا التزام

کیا جائے۔ اور درودو استغفار کی کثرت ہے خصوص یہ دعا **ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به** تو اس سے یا غم کا وقوع ہی نہ ہوگا یا وہ موثر نہ ہوگا۔ اور اگر بقدر تحمل و سہولت اجزاء ذیل کو بھی منضم کرلیا جائے تو قوی اور مقوی بدرقہ کو کام دے گا۔

(الف) غیر ضروری تعلقات کی تقلیل (ب) دوسروں کے مصالح کے اہتمام میں اعتدال یعنی ترک (ج) افعال غیر مقدر یا غیر کے مقدور کی عدم تعدی (د) اجمالی مراقبہ خدا کے حاکم اور حکیم ہونے کا (س) کوئی شغل تفریح کا جس میں کچھ قوت دماغیہ کا بھی صرف ہو مگر تعب کا درجہ نہ ہو اور اپنے اختیار کا ہو اور سب سے بہتر تصنیف ہے۔

نوٹ: ایک شخص نے اپنے ضیق و پریشانیوں کا حال لکھا تھا کہ (۱) جس سے نفع کی توقع ہے وہ نقصان واذیت کے درپے ہوتا ہے۔ (۲) نوکروں، چاکروں کی سخت دقت ہے اور اوسطاً ۱۲، ۱۵ آدمیوں کا کھانا رہتا ہے۔ (۳) والدہ دائم المریض ہیں۔ بیماری میں کوئی پانی اٹھا کر دینے والا نہیں۔ (۴) معلم کوئی ڈھنگ کا ملتا نہیں لڑکے خراب خستہ مارے مارے پھرتے ہیں۔ (۵) نہ گھر میں کسی کو راحت نصیب نہ مجھ کو فکر و تردد میں ہر وقت گرفتار رہتا ہوں۔ (۶) خواجہ صاحب پر بڑا رشک آتا ہے۔

فرمایا کہ عمل کیلئے دعاء اہم ہے و اکسیر۔

شریعت کو چھوڑ کر طبیعت کے اقتضاء پر عمل کرنا ایسا ہے جیسا سونا چھوڑ کر تانبے کو لینا کیا یہ خسارہ نہیں۔

ضیاع نعمت پر بالکل رنج نہ ہونا بھی مذموم نہیں بلکہ **لکیلا تاسوا علی مافاتکم** سے اس کا مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے نعمت کی بے قدری کا شبہ ہو تو بے قدری نعمت کی یہ ہے کہ اس کو غیر مصرف میں صرف کیا جائے۔

بھائی کے انتقال سے قلب پر وحشت تھی اس کے متعلق علاج دریافت کیا گیا تھا۔ فرمایا کہ طبعی وحشت کوئی معصیت نہیں جس کی تدبیر بتلائی جائے۔ لیکن تبرعاً لکھتا ہوں وہ دو جز سے مرکب ہے ایک مرحوم کا بلا ضرورت تذکرہ نہ کرنا نہ سننا دوسرے اپنے کو کسی جائز کام میں لگائے رکھنا خواہ دنیوی کام ہو یا دینی، اپنے کا فارغ نہ رکھنا۔

ایک شخص نے معاصی شہوانیہ کا علاج پوچھا، فرمایا بجز ہمت و مقاومت نفس کے اور کوئی علاج

نہیں۔اس معاملہ میں تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر دوزخ کی تکلیف سے کم ہے۔

فرمایا کہ بے تکلفی کا مدار مناسبت پر ہے بعض سے پہلی ہی ملاقات میں بے تکلفی ہو جاتی ہے بعض سے عمر بھر بھی نہیں ہوتی اس کی کوئی خاص تدبیر نہیں۔

فرمایا کہ سالک کیلئے یہ مبارک اعتقاد ہے کہ مجھے دنیا میں اپنا دشمن کوئی نظر نہیں آتا سوا اس کے کہ میں خود اپنا دشمن ہوں نیز اس کا استحضار رحمت ہے۔

فرمایا کہ پھل آنے سے پہلے باغ بیچنے میں دو گناہ ہیں۔ایک عقد باطل جس کا تدارک بجز فسخ عقد اور استغفار کے اور کچھ نہیں۔دوسری چیز حرمت ثمر ہے جس کا تدارک یہ ہے کہ بائع زبانی کہے کہ میں نے موجودہ پھل اتنی قیمت کو فروخت کیا اور مشتری کہے کہ میں نے قبول کیا۔

فرمایا کہ ذکر کے برکت کی شرط توجہ ہے اور توجہ عام ہے چاہے ذکر کا تصور کرے یا مذکور کا یا ذاکر (یعنی قلب کا)

مبتدی کو اس کی ضرورت ہے کہ جس قدر چیزیں قلب کو مشوش اور پریشان کرنے والی ہیں ان سے حتی الامکان اجتناب کرے یعنی اپنے اختیار سے اپنے قلب کو ایسی باتوں میں نہ پھنسائے۔

عمل کے نفع کا مدار نیت پر ہے۔دیکھئے نماز بدون نیت کے نہیں ہوسکتی۔زکوۃ بدون نیت کے ادا نہیں ہوسکتی۔ایمان جو سب کی جڑ ہے۔بدون نیت کے نہیں ہوسکتا۔

فرمایا کہ جو متواضع ہو اور اپنے متواضع ہونے پر اس کو نظر ہو وہ متواضع نہیں متکبر ہے۔



ضمیمہ

(۱)وحدۃ الوجود کی حقیقت

وحدۃ الوجود مقاصد تصوف سے ہے نہ مقامات سلوک میں اس کا شمار ہے چنانچہ سلف میں اس کا مفصل تذکرہ تحریراً یا تقریراً نہ تھا۔ ابہام کے درجہ میں کہیں کہیں اس کے آثار کا ظہور ہو جاتا تھا جس کا حاصل یہ ہے کہ معنون تھا عنوان نہ تھا پھر خلف میں اس کا عنوان مختلف تعبیرات سے ظاہر ہوا، وحدۃ الوجود ان حضرات کی خاص حالت اور کیفیات کا نام ہے جو غلبہ عشق و محبت الٰہیہ سے ان پر وارد ہوتی ہے جیسا عشاق مجازی پر بھی اس قسم کی کیفیت بعض دفعہ طاری ہوتی ہے کہ محبوب کے سوا کسی چیز پر التفات نہیں ہوتا، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی کا دھیان لگا رہتا ہے اسی طرح حضرات صوفیہ کو غلبہ محبت و عشق اور غلبہ استحضار محبوب کی وجہ سے حضرت حق کے سوا کوئی بھی موجود نہیں معلوم ہوتا۔ قلب پر سلطان حق کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کے سوا ہر چیز حتیٰ کہ خود اپنی ذات بھی معدوم نظر آتی ہے ۔

چو سلطان عزت علم بر کشد جہاں سر بہ جیب عدم در کشد

بدون اجازت مشائخ شیخ نہ بنے

اگر کوئی از خود دیا تنا اپنے کو مشیخت کا اہل سمجھتا ہو تو گو شرعاً اس صورت میں شیخ سے اجازت حاصل کرنیکی ضرورت نہیں مگر اسلم یہی ہے کہ بدون اجازت مشائخ کے ایسا نہ کرے تاکہ مشائخ کے دل میں کدورت پیدا نہ ہو، اوران کے دل میں اس کے مدعی ہونے کا خیال نہ آئے۔ اوراس طریق میں اسباب تکدر شیخ سے احتراز بہت زیادہ ضروری ہے کہ استقامت اور تمکین کامل رضائے شیخ ہی سے حاصل ہوتی ہے تکدر شیخ سے گو اخروی ضرر نہ ہو مگر دنیوی ضرر یہ ہوتا ہے کہ جمعیت قلب فوت ہو جاتی ہے اور پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ ابن منصور کو یہ سب کچھ پیش آیا اللھم انی اسئلک رضاک ورضینا اولیاء ک واعوذ بک من سخطک وسخط اولیاء ک

(۳) کثرت ریاضت اور شدت مجاہدات

کی وجہ سے حسین ابن منصور حلاج کی گذری میں بہت بڑی بڑی جوئیں ہو گئیں تھیں اور ان کو اپنے شغل سے اتنی فرصت نہ تھی کہ کپڑوں کو صاف کریں یا جوئیں ماریں۔

(۴) قصداً دھوپ میں ذکر و شغل خلاف سنت ہے

اگر قصداً ایسا کیا جائے کہ سایہ کو چھوڑ کر دھوپ میں ذکر و شغل کیلئے جائے تو واقعی مذموم وخلاف سنت ہے اور قصداً ایسا نہ کیا جائے بلکہ ذکر و شغل سایہ میں شروع کیا ہو پھر دھوپ آ گئی ہو مگر ذکر یا مذکور کے ساتھ غایت دلبستگی کی وجہ سے دھوپ کی خبر نہ ہوئی تو یہ حالت نہ مذموم ہے نہ خلاف سنت۔ مگر محققین کے نزدیک کیفیات کا اتنا اہتمام شدید اور نفس پر اتنا تشدد محمود نہیں من شاق شاق اللہ علیہ حدیث ہے۔

(۵) سب سے بڑی کرامت ولی کی یہ ہے کہ شدائد و مصائب میں بھی محبت الٰہی پر قائم رہے۔

(٦) عارف کی تعریف بقول امام قشیری

بقول قشیری معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ پہچانے۔ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص وصدق اختیار کرے، اخلاص رو یہ اور آفات باطنہ سے پاک ہو جائے اللہ کے دروازہ پر جما رہے اور دل کو ہمیشہ اس کی طرف لگائے رکھے پھر اللہ تعالیٰ بھی اچھی طرح اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور تمام گناہ چھوڑ کر اللہ کے لئے صادق و مخلص بن جائے اور خواطر نفسانی منقطع ہو جائیں اس کا دل کسی ایسے خاطر کی طرف مائل نہ ہو جو حق کی طرف داعی ہو۔ جب یہ مخلوق سے اجنبی اور آفات نفس سے بری اور مخلوق پر نظر کرنے سے پاک ہو جائے اس کا باطن ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے مناجات میں لگا رہے ہر لحظہ اسی کی طرف رجوع کرتا رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ سزاوار ہے۔ کہ اسرار بطور الہام کے منکشف ہوتے رہیں جو تقدیر کی گردشوں میں جاری وساری ہیں اس وقت اس کو عارف اور اس کی حالت کو معرفت کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص نہ غیر اللہ پر نفع وضرر اور تاثیر کی حیثیت سے نظر کر سکتا ہے نہ اس حیثیت سے اس کا ذکر کر سکتا ہے چنانچہ یہی مطلب ہے۔ حسین بن منصور حلاج کے اس قول کا کہ لایجوز لمن یری غیر اللہ ویذکر غیر اللہ ان یقول عرفت اللہ الاحد الذی

ظهر عنه الاحاد ۔

(۷) چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے ہیں ان میں رحم وکرم زیادہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے تمام مختلف فرقوں سے ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ ان کو اپنی جماعت میں داخل سمجھتا ہے اور ان کا فیض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رہتا کفار بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں جس طرح اطبائے اجسامیہ کی طرف ہر فرقہ اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے۔

(۸) حسین بن منصور حلاج فرماتے ہیں کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتیں ہیں۔

(۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیر حال کا خوف

(۹) عین الجمع اور جمع الجمع کی تحقیق

اس کی حقیقت اصلاح صوفیہ میں یہ ہے کہ سالک سے مخلوق کا مشاہدہ سلب کرلیا جائے حتیٰ کہ اپنی ذات کا بھی مشاہدہ فنا ہوجائے ۔سلطان حقیقت کے غلبہ وظہور کی وجہ سے غیر حق کا احساس بالکلیہ جاتا رہے وہ کسی کمال کو اپنی یا غیر کی طرف منسوب نہیں کرسکتا ۔کیونکہ سب اور مظہر وہی ہے (**الجمع بالحق لفرقة عن غيره والتفرقة عن غيره جمع به**) اور اس حالت کا پورا غلبہ ہوجائے تو جمع الجمع یا عین جمع کہلایا جاتا ہے اصطلاح صوفیہ میں۔

(۱۰) غیر مقبول سے حسن ظن مضر نہیں

(۱۱) سوءظن کے لئے دلیل قوی کی ضرورت ہے اور حسن ظن کیلئے سوءظن کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے جس شخص کی زبان یا قلم سے کلمہ کفر صادر ہوا گر وہ معنیٰ کفر کا التزام کرتے تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بلکہ اس پر حکم کفر کا لگا دیا جائے گا۔اور اگر معنیٰ کفر کا التزام نہ کرے بلکہ اس سے اپنی برأت ظاہر کرے اور کلام میں دوسرے معنیٰ کا احتمال بھی ہو یا وہ خود اپنے کلام کے دوسرے معنیٰ بیان کرے جس کا لغتاً یا عرفاً یا اصطلاحاً استعمال ہو تو اس صورت میں تکفیر جائز نہیں یا اگر اس سے برأت بھی منقول ہو لیکن کوئی وجہ اس میں صحت کی نکل سکتی ہو تب بھی تکفیر جائز نہیں اگر چہ وہ وجہ بعید ہو خصوص جب کہ اس کے قائل میں آثار قبول وصلاح

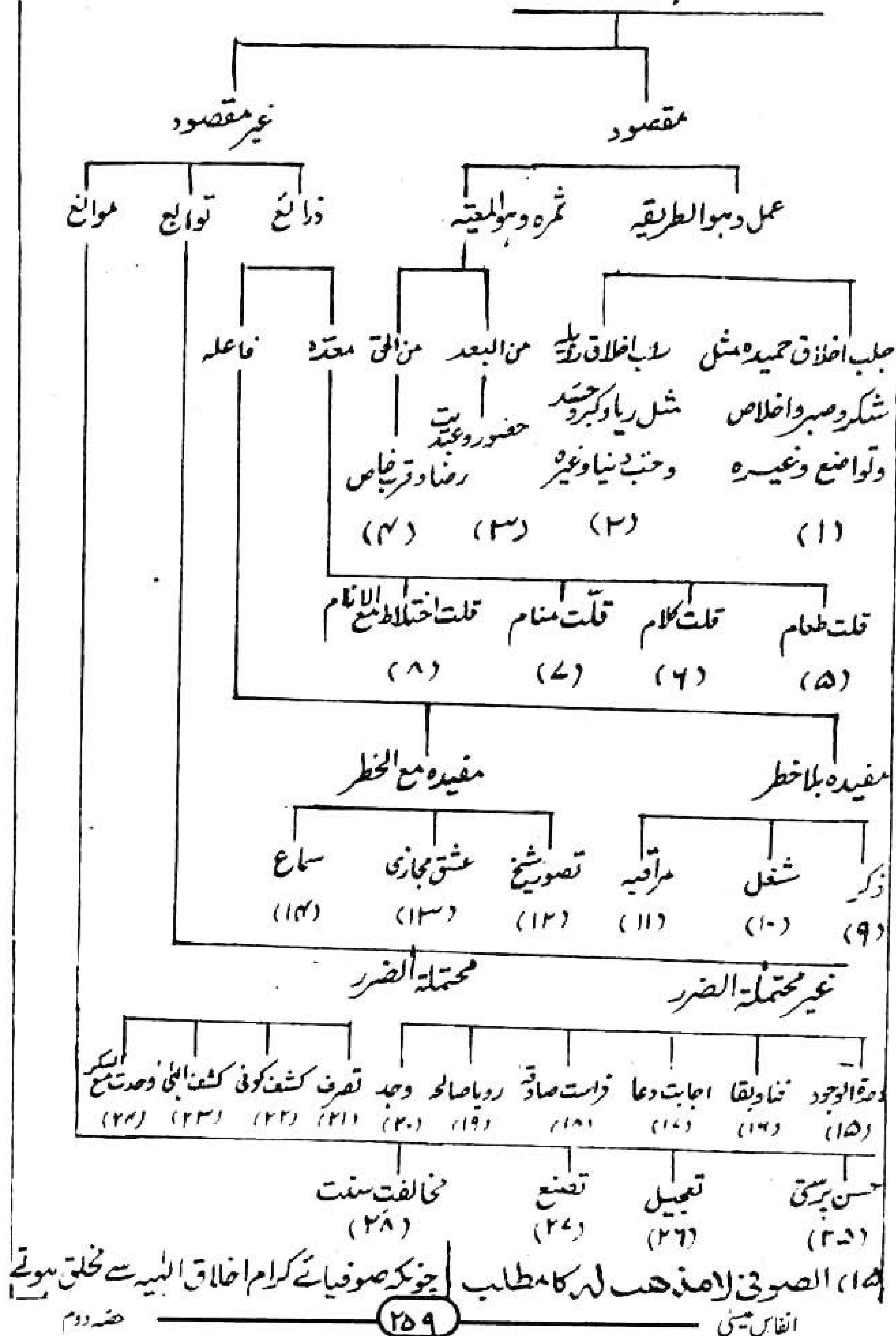
کے غالب ہوں، خلاصہ یہ کہ سوءظن کے لئے دلیل قوی کی ضرورت ہے حسن ظن کے لئے سوءظن کی دلیل کا ہونا ہی کافی ہے۔

(۱۲) ابن خفیف جیل خانہ میں ابن منصور کے پاس گئے اور کہا میں تم سے تین مسئلے تصوف کے پوچھنا چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ صبر کسے کہتے ہیں۔ابن منصور نے کہا کہ میں اپنی ان بیڑیوں کی طرف نظر کروں تو وہ ٹوٹ جائیں مگر باوجود اس قدرت تصرف کے رات دن پیروں میں بیڑیاں ڈالے رکھتا ہوں۔اور دیوار جیل خانہ کی طرف نظر ڈالوں تو دیوار پھٹ کر کھل جائے مگر بایں ہمہ ہر وقت جیل خانہ ہی میں رہتا ہوں۔ صبر یہ ہے پوچھا کہ فقر کیا ہے۔ابن منصور نے ایک پتھر پر نگاہ ڈالی تو وہ فوراً سونا اور چاندی بن گیا کہا یہ فقر ہے کہ باوجود اس قدرت تصرف کے میں ایک پیسہ تک کا محتاج ہوں۔ پھر پوچھا کہ فتوت ومردانگی کسے کہتے ہیں، ابن منصور نے کہا کہ اس کو تم کل دیکھو گے، چنانچہ ابن خفیف کہتے ہیں کہ جب رات آئی تو میں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہے اور ایک منادی پکار رہا ہے کہ حسین بن حلاج کہاں ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے گئے ان سے کہا گیا جو تم سے محبت رکھے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو تم سے بغض رکھے گا دوزخ میں جائے گا۔حلاج نے کہا نہیں یارب بلکہ سب کو بخش دیجئے اور پھر میری طرف ہوئے اور کہا فتوت یہ ہے۔

(۱۳) سب سے بڑی کرامت ولی کی یہ ہے کہ شدائد مصائب میں بھی محبت الٰہی پر قائم رہے اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہ رہے۔

(۱۴) فرمایا امور مجوث عنہا فی التصوف حسب ذیل ہیں۔

(۱۴) فرمایا امور مبحوث عنہا فی التصوف حسب ذیل ہیں۔



(۱۵) الصوفی لا مذہب لہ کا مطلب | چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے

(۱۵) الصوفی لامذھب لہ کا مطلب

چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے مخلق ہوتے ہیں ان میں رحم وکرم زیادہ ہوتا ہے وہ مسلمانوں کے تمام مختلف فرقوں سے ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ ان کو اپنی جماعت میں داخل سمجھتا ہے اور اپنے سے الگ بھی، اپنے ساتھ ان کی ہمدردی و بے تعصبی دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے گویا الگ ہیں۔ اس لئے بعض

لوگوں نے یہ کہدیا ہے الصوفی لامذھب لہ یعنی صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ مگر تصوف میں ایسا نہیں۔ صوفیائے کرام کامل متبع کتاب سنت ہوتے ہیں۔ مگر ان کی دعوت وتبلیغ کا وہ طریقہ نہیں ہے جو دوسروں کا ہے اس لئے صوفیہ کا فیض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رہتا۔ کفار بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں جس سے بعض دفعہ ان کو اسلام کی طرف ہدایت ہو جاتی ہے۔ صوفیہ اطباء روحانی ہیں پس جس طرح اطبائے جسمانی کی طرف ہر فرقے اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا، اسی طرح صوفیہ سے ہر فرقہ اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے۔ اس پر بھی کسی کو اعتراض کا حق نہیں بشرطیکہ وہ کتاب وسنت پر پوری طرح عامل ہوں اگر میلان کا منشاء مداہنت فی الدین ہو تو ایسا شخص صوفیہ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ مدارات اور شئی ہے مداہنت اور، دونوں میں فرق نہ کرنا جہل عظیم ہے۔

(۱۶) ابن منصور کا تواضع

ابن منصور کا قول ہے کہ میں جو بڑے بڑے شدائد کا تحمل کر لیتا ہوں اس میں میرا کچھ کمال نہیں کیونکہ طبیعت انسانیہ ہر حالت میں عادی ہو جاتی ہے اور عادت کے بعد تحمل آسان ہو جاتا ہے مقصود تواضع ہے کہ میرا کوئی کمال نہیں، یہ تحمل شدائد ہے۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ کی محبت کا طریقہ

ابن منصور نے فرمایا کہ واجبات اور فرائض کو ادا کرتے رہو اسی سے اللہ تعالیٰ کی محبت تم کو حاصل ہوگی۔

(۱۸) نفس کی نگہداشت کا طریقہ

ابن منصور نے فرمایا کہ اپنے نفس کی نگہداشت رکھو۔ اگر تم اسے حق کی یاد اور اطاعت میں نہ لگاؤ گے تو وہ اپنے شغل میں لگائے گا یعنی شہوت میں پھنسا دے گا۔

(۱۹) حسین ابن منصور نے فرمایا کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتیں ہیں

(۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل یعنی دنیا سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیرات حال کا خوف۔

(۲۰) حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کا فتویٰ

منصور معذور تھے بے ہوش ہو گئے تھے ان پر کفر کا فتویٰ دینا بے جا ہے ان کے باب میں سکوت چاہیے اس وقت رفع فتنہ کی غرض سے قتل کرنا ضرور تھا۔

(۲۱) حضرت اقدس حکیم الامت کا فتویٰ

میری رائے ابن منصور کے متعلق یہ ہے کہ وہ اہل باطل میں تو نہیں۔ اور ایسے اقوال احوال جن سے ان کے صاحب باطل ہونے کا وہم ہوتا ہے وہ میرے نزدیک ماول یا قبل دخول فی الطریق ایسے حالات ہوں مگر اس کے ساتھ ہی کاملین میں سے نہیں مغلوب الحال ہیں اس لئے معذور ہیں۔

(۲۲) وحدۃ الوجود کی اجمالی حقیقت یہ ہے

کہ ممکنات کا وجود نظر سے غائب ہو جائے یہ نہیں کہ ممکنات کو خدا مان لیا جائے ابن منصور نے صاف تصریح کر دی ہے کہ انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں کچھ نہیں، یہ معنی نہیں کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔

(۲۳) احوال و کیفیات کے آثار

ابن منصور نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام احوال و کیفیات پر غالب ہوتے ہیں اور ان کے مالک، وہ احوال و کیفیات کو پلٹ دیتے ہیں احوال ان کو پلٹ نہیں سکتے۔ انبیاء کے سوا دوسروں کی یہ شان ہے کہ ان پر احوال و کیفیات کی سلطنت ہوتی ہے احوال ان کو پلٹ دیتے ہیں اور وہ احوال کو نہیں پلٹ سکتے۔ اسی طرح اولیاء میں جو کامل متبع سنت ہوتے ہیں وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی طرح احوال پر غالب ہوتے ہیں، مگر درجہ کمال تک پہنچنے سے پہلے احوال و کیفیات ہی غالب رہتی ہیں۔

(۲۴) ابن منصور سے غلبہ حال کے وقت یہ کلمہ انا الحق بے ساختہ نکل جاتا تھا اور انہوں نے تو معنی بھی بتلا دیئے کہ اپنی ہستی کا دعویٰ نہیں بلکہ فناء کا اظہار ہے کہ ایک کے سوا میری نظر میں کچھ نہیں خود اپنی ہستی بھی کچھ نہیں۔

دل ہو وہ جس میں کہ کچھ نہ ہو جلوہ یار کے سوا   میری نظر میں خار بھی جام جہاں سے کم نہیں

(۲۵) فرمایا کہ اولیاء فانی صفت ہوتے ہیں یعنی ان میں نہ رنج اثر کرتا ہے نہ راحت۔ مطلب یہ کہ

وصول کے بعد مجاہدہ مجاہدہ نہیں رہتا بلکہ غذا بن جاتا ہے تمہارے نزدیک ہزار رکعت پڑھنا مجاہدہ ہے اور میرے نزدیک نہیں کیونکہ یادِ محبوب میری غذا بن گئی ہے میرے نزدیک جیل خانے اور حسخانہ برابر ہے کیونکہ اپنی صفات کا فنا اور صفات محبوب کا مشاہدہ مجھے ہر جگہ حاصل ہے۔

(۲۶) ترکِ تقلید

حسین بن منصور کی عمر جب پچاس برس کی ہوئی فرمایا کہ اب تک میں نے مذاہب مجتہدین میں سے کوئی مذہب اختیار نہیں کیا بلکہ جملہ مذاہب میں سے دشوار تر کو اختیار کیا ہے کہ خروج من الخلاف احوط ہے اور ایسی ترکِ تقلید بالاتفاق مذموم نہیں، ترکِ تقلید وہ مذموم ہے جس کا منشاء اتباعِ رخص ہے اور اب کہ میری عمر پچاس سال کی ہے ایک ہزار سال کی نمازیں پڑھ چکا ہوں اور ہر نماز غسل کر کے پڑھی وضو پر اکتفا نہیں کیا۔

(۲۷) توکل متعارف کا حال عدم اہتمام غذا ہے کہ اس چیز کی حرص نہ کرے اللہ پر نظر رکھے جو وہاں سے عطا ہو جائے لے لے۔

(۲۸) فرمایا کہ فانی فی التوحید ہو جاؤ مشاہدہ حق سے توکل بھی کامل ہو جائے گا۔

(۲۹) اپنے اعمال پر نظر نہ کرو

فرمایا کہ اپنے اعمال پر نظر نہ کرو، اعمال کو موصل نہ سمجھو کیونکہ وصول وہبی ہے کسبی نہیں گو عادتاً کسب ہی پر مرتب ہوتا ہے مگر ترتیب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو کامل نہ سمجھے جب تک اعمال پر نظر رہے گی وصول میسر نہ ہوگا۔

(۳۰) عارف ہر وقت مشاہدہ حق میں رہتا ہے

فرمایا کہ عارف کی شان یہ ہے کہ عارف ہر وقت مشاہدہ حق میں رہتا ہے واردات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ تفویض کلی کر دیتا ہے اگر کسی وارد کا حق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے ادا کر دیتا ہے ورنہ نہیں۔

(۳۱) فرمایا کہ محبوب کے عتاب سے بھاگنا محبت و عشق کے خلاف ہے۔

نہ شود و نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

چنانچہ جس شخص نے حسین بن منصور کے تازیانے مارے تھے اس نے یہ بیان کیا کہ ہر تازیانے پر غیب سے فصیح اور صاف آواز میں سنتا تھا کہ کوئی کہتا ہے کہ **یاابن منصور لاتخف هذا معراج الصادقين**

(۳۲) ابن منصور جب سولی پر چڑھا دیے گئے ان کے مریدوں نے پوچھا "ہمارے بارے میں کہ آپ کے ماننے والے ہیں، اور منکرین کے بارے میں جو آپ پر پتھر پھینکیں گے آپ کیا فرماتے ہیں"۔ فرمایا "ان کو دو ثواب ملیں گے اور تم کو ایک ثواب، کیونکہ تم کو مجھ سے حسن ظن ہے اور وہ توحید کی قوت اور شریعت پر مضبوط رہنے کی وجہ سے یہ حرکت کریں گے اور شریعت میں توحید اصل ہے اور حسن ظن فرع"

ف: سبحان اللہ یہ جواب ہزار کرامات سے بڑھ کر ہے جو مخلص صادق ہی کی زبان سے نکل سکتا ہے یہاں سے ان صوفیوں کو سبق لینا چاہیے جو شریعت کی عظمت نہیں کرتے۔

(۳۳) مشہور ہے کہ ابن منصور شیر پر سوار ہو جاتے اور سانپ کا تازیانہ بنا لیتے۔

(۳۴) تصوف کی حقیقت

تصوف کی حقیقت کتاب وسنت کی معرفت اور ظاہر و باطن کا ان سے رنگین ہونا ہے اور ورع وتقویٰ میں کمال حاصل ہونا ہے احوال وکیفیات وکشفیات والہامات نہ تصوف اسلامی کا جزو ہیں نہ اس طریق میں مطلوب ہر شخص کو اس کی تعداد کے موافق مجاہدات وریاضات وکثرت ذکر وفکر ومراقبات سے حاصل ہوتے ہیں پھر ان احوال وکیفیات میں بھی جو حالت اور کیفیت موافق سنت ہو وہ افضل ہے اور جو سنت کے موافق نہ ہو وہ مستحسن نہیں گو صاحب حال پر ملامت بھی نہیں کہ اس میں معذور ہے اسی طرح جو کشف الہام نصوص شریعت کے خلاف نہ ہو مقبول ہے ورنہ قابل رد ہے۔

(۳۵) وحدۃ الوجود کا غلبہ کب ہوتا ہے

جب کوئی شخص اللہ کی طلب میں مجاہدہ ریاضت کرے گا اور ہر وقت اس کے دھیان میں رہیگا اس پر فنا اور وحدۃ الوجود کی کیفیت کا غلبہ ضرور ہوگا بلکہ محبوب مجازی کی محبت بھی جب زیادہ غالب ہوگی اس میں بھی یہ کیفیت ظاہری ہوگی چنانچہ مجنوں کو لیلیٰ کی محبت میں درجہ فنا حاصل تھا اور اس سے آگے بڑھا

تو وحدۃ الوجود کی کیفیت طاری ہوگئی کہ جب کوئی پوچھتا کہ لیلیٰ کہاں ہے، کہتا کہ میں ہی لیلیٰ ہوں۔

(۳۶) احسان کی تعریف اور اس کے تحصیل کا طریق

احسان ظاہر اور باطن یعنی اسلام اور ایمان کی حقیقت اور روح ہے اسی کی تکمیل اور تحصیل کا نام تصوف ہے جو بدون کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی متابعت کاملہ کے حاصل نہیں ہوسکتا دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ علم عمل سے مقرون ہے اور عمل اخلاق سے مقرون ہے اور اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ علم و عمل سے اللہ تعالیٰ ہی کی رضا مقصود ہیں بس تصوف کی حقیقت اخلاص کی تحصیل و تکمیل ہے اور بدون ترک ''یعنی اور قطع علائق مانعہ کے اخلاص کا وہ رتبہ حاصل نہیں ہوسکتا جس کو حدیث میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۱) کام میں لگا رہنا چاہیئے اگر چہ ساری عمر کامیابی نہ ہو

ارشاد فرمایا کہ دین کے کام میں اگر کسی نے کوشش کی اور کامیاب بھی ہوگیا دوسرے نے کوشش کی لیکن ناکامیاب رہا تو دونوں کو ثواب برابر ملے گا بلکہ عجب نہیں کہ ایسے ناکامیاب کا اجر کہ جس نے کوشش میں کمی نہیں اس کامیاب سے بڑھ جائے چنانچہ مشکوۃ میں حدیث ہے عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماھر بالقران مع الکرام البررۃ والذی یقرء القران ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران متفق علیہ اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم سے لگاؤ کس کو ہے بس اس کی قدر ہے لہذا کام میں لگا رہنا چاہیے اگر چہ ساری عمر کامیابی نہ ہو۔

(۲) شاغل ذکر کیا کرے جب کوئی کام یاد آجائے

اگر ذکر کے اندر کوئی کام ایسا یاد آجائے جس کا انجام دینا فوراً مناسب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ ایسا اتفاق کبھی کبھی ہوتا ہے یا اکثر اگر کبھی کبھی ہو تو پہلے اس کام کو کرے اس کے بعد اپنا معمول ادا کرے اور اگر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتا ہے تب ہی کوئی نہ کوئی کام یاد آتا ہے تو ایسی حالت میں ہرگز ذکر کو ترک نہ کرے بلکہ اس کو وسوسہ سمجھے اور اپنا ورد پورا کرنے کے بعد اس کام کو انجام دے لے۔

(۳) مرض باطن کی تعریف یہ ہے کہ وہ معصیت ہو اور جو معصیت نہیں وہ مرض باطن ہی نہیں، مثلاً حب دنیا کو جب مرض کہا گیا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ حب دنیا کی ہر قسم مرض ہے بلکہ حب دنیا کی ایک قسم معصیت ہے مثلاً روپے پیسے کی اتنی محبت ہونا کہ اس کے پیچھے حلال وحرام کی تمیز نہ رہے یہ معصیت ہے اور حب دنیا کی یہی قسم مرض باطن ہے اسی طرح حرص کے تمام اقسام مرض باطن میں داخل نہیں بلکہ جو قسم معصیت ہے مثلاً کسی منکر اور منہی عنہ چیز کی حرص ہو یہ مرض باطن ہے اور کسی حلال چیز کی حرص ہو تو وہ لغتاً حرص ہوگی مگر حرص کی اس قسم کو امراض باطنہ میں داخل نہیں کریں گے۔

(۴) فرمایا کہ مؤمن تو کبھی اندیشہ سے خالی نہیں رہ سکتا کیونکہ اندیشہ کا بڑھنا تو بے فکری ہے جو مفضی الی الکفر ہو جاتی ہے۔

(۵) عقیدت کی تعریف

فرمایا کہ آج کل لوگ بزرگوں کی صحبت میں تو رہتے ہیں مگر جیسی عقیدت ان بزرگوں سے ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتی اسی لئے شیخ کے علوم ان کو عطا نہیں ہوتے عقیدت تو یہ ہے کہ بزرگوں کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے کو فنا کردے اور ایسی فنا کے تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ اول اول بہ تکلف اپنی رائے کو شیخ کی رائے کے مقابلہ میں فنا کرے یعنی ہیچ سمجھے پھر چندروز بعد یہ تکلف حال بن جائے گا۔

(۶) بدگمانی کی صورت میں احتیاط کاملہ کرنا جائز ہے

فرمایا کہ بلاوجہ کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا جائز ہے مگر بدگمانی کے ناجائز ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ دنیا بھر کو سچا ہی سمجھتا رہے بلکہ اگر کسی کی کوئی بات دل کو قبول نہ کرے اور اس کے قول کے سچا ہونے میں کسی وجہ سے شبہ پیدا ہو جائے تو وہاں پر گناہ سے بچنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس قائل کو یقیناً جھوٹا نہ سمجھے لیکن احتمال پیدا ہو جائے جس سے معاملہ احتیاط کا کرے۔

(۷) بدگمانی کا علاج اور احتیاط

فرمایا کہ تم کو جو لوگوں کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کے اندر فلاں فلاں عیب ہے اگر تم اس کا یقین نہیں کر لیتے نہ اس بدگمانی کے مضمون کو زبان سے بیان کرتے ہو نہ اس شخص کے ساتھ برتاؤ

ایسا کرتے ہو جیسا کہ تم کو اپنے متعلق گمان ہوتا ہے اگر ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ ہو تو پھر تم پر مواخذہ نہیں۔

(۸) تجربہ سے معلوم ہوا کہ شیخ کی بعض تدابیر اور تعلیم سے طالبین کی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے شیخ میں برکت کی ضرورت ہے اور اس برکت کا حصول تو محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے بندہ کے اختیار میں نہیں۔

(۹) شیخ کی رعایت وترجیح اعلیٰ درجہ کی حالت اور جامع بین الحب والعقل ہے اور یہ جامعیت سنت ہے صحابہؓ کی کہ اپنی محبت کو عقل سے مغلوب رکھتے تھے۔

(۱۰) فرمایا کہ یقیناً جو بُعد جسمانی قُرب روحانی کا سبب بن جائے وہ قرب کامل کی فرد ہے اگرچہ بصورت بُعد ہے۔

(۱۱) جو واقعہ اور حادثہ بلا اختیار عبد پیش آئے وہ سب خیر محض اور مصلحت محض ہے۔ گو وہ خیر اور مصلحت صاحب واقعہ کی سمجھ میں نہ آئے "در طریقت ہر چہ پیش سالک آید (نہ کہ آرد) خیر اوست"

(۱۲) فرمایا کہ تمام احیاء واموات کے لئے دعا کرنی چاہیے بلکہ اپنے لئے دعا کرنے سے افضل ہے، داعی کے لئے فرشتے دعا مانگتے ہیں ولک مثلہ۔ چنانچہ حضرت والا نے ایک صاحب کو ایک مرتبہ یہ دعا بتلائی تھی اللھم کل خیر لکل مسلم و مسلمة۔

(۱۳) فرمایا کہ دوسروں کے قول سے ایسی بے تعلقی کہ قادر ہو کر منکرات سے روک ٹوک نہ کرے مطلوب نہیں صرف غیر قادر کو تصدی نہ چاہیے۔

(۱۴) غیر اختیاری خیالات چونکہ مضر نہیں ہیں اس لئے ان کا دفع کرنا بھی ضروری نہیں صرف تکلیف دہ ہوتے ہیں جس کی تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں اگر تبرعاً اس سے تدبیر پوچھی جائے تو وہ تدبیر صرف یہ ہے کہ ایسے خیالات کی پروانہ کی جائے۔ اگر اس پر بھی دفع نہ ہوں تو عمر بھر صبر کرنے کیلئے آمادہ ہو جانا چاہیے۔ اگر کسی کو دمہ کی بیماری ہو جائے تو اس کا نسخہ بتلانا شیخ کا کام نہیں اور اگر وہ اپنے تجربہ سے کچھ بتلا

بھی دے مگر وہ نافع نہ ہو تو وہ ذمہ دار نہیں۔

(۱۵) انفعالات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور کوئی غیر اختیاری مقصود نہیں گو محمود ہوں ان کے ساتھ یہ معاملہ رکھنا چاہیے کیلاتاسوا علیٰ مافاتکم لاتفرحوا بمااتٰکم ۔

(۱۶) ذکر میں راجح کیا ہے۔ ذکر میں راجح فی نفسہ خفی ہے بعض مصالح کی بناء پر جہر غیر مفرط بھی مطلوب ہے اور مغلوبیت میں مفرط بھی عفو ہے۔

(۱۷) طریق ووسائل میں تحمل تعب نہ مجاہدہ ہے نہ موجب اجر

طریق ووسائل میں تعب بلاضرورت قصداً برداشت کرنا نہ مجاہدہ ہے نہ موجب اجر۔ مثلاً مسجد کے حمام میں سردی کے زمانے میں گرم پانی موجود ہو اور حوض میں ٹھنڈا پانی بھی موجود ہو تو گرم پانی چھوڑ کر حوض سے وضو کرنا مجاہدہ اور ثواب نہیں۔ ہاں مقاصد میں تعب برداشت کرنا مطلقاً موجب ثواب ہے مثلاً نماز کو طویل رکوع وسجود سے ادا کرنا ہر حال میں مجاہدہ وثواب ہے جب کہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔ کیونکہ امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم ہے اسی طرح فرض نماز کو جماعت سے ادا کرنا مجاہدہ اور موجب اجر ہے گو جماعت سے ادا کرنے میں تعب ہوتا ہو بشرطیکہ تعب تحمل سے زیادہ نہ ہو اور دوسروں کی پریشانی کا سبب نہ ہو کیونکہ یہ امور مقاصد میں سے ہیں مثلاً اپنے اوراد کا ایسا پابند ہونا کہ سفر میں رفقاء کی پریشانی کا خیال نہ کرنا شرعاً غیر محمود ہے کیونکہ رفقاء کی رعایت مقدم ہے اپنے معمولات کے رعایت ہے۔

(۱۸) حضرت والا کی رائے متعلق احکام جمعہ

مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور مجتہد فیہ میں کسی جانب قطع نہیں ہوسکتا صرف ترجیح ہوتی ہے اور وجوہ ترجیح میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے یہاں بھی باوجود اتحاد منشا قولین (یعنی احتیاط) کے صورت احتیاط میں اختلاف ہو گیا بعض نے جمعہ کو احتیاط سمجھا لان فیہ التیقن ببراءۃ الذمۃ اور بعض نے وجوہ اشتباہ کے ضعف کی بناء پر جمعہ کو عمل کے لئے اختیار کر کے عوام کے لئے ترک ظہر کو احتیاط سمجھا لان فیہ صونا لعقائد عوام الامۃ اور خواص میں کسی محذور کے متحمل نہ ہونے کے سبب ان کو دونوں احتیاطوں کے جمع کرنے کا طریق بتلا دیا یہ تنقیح ہے اختلاف کی۔ اب احقر اپنا مسلک عرض کرتا ہے کہ میں اپنے ذوق سے جو کہ

مستفاد ہے کلیات شرعیہ سے عقیدہ کی احتیاط کو عمل کی احتیاط سے اہم سمجھتا ہوں لہذا عوام کیلئے عمل جمع کو اور علم جمع (یعنی خواص کی جمع کی اطلاع) کو خلاف احتیاط سمجھتا ہوں اور جمع میں مانعین کی طرف سے جو شبہات ہیں ان میں جماعت ظہر کے شبہ کو بہت قوی اور اس کے جواب کو ضعیف سمجھتا ہوں اور جمعہ کا جامع جماعات ہونا تیقن صحت جمعہ کی صورت میں ہے اور جب ہر شق میں احتیاط ہی احتیاط پر عمل ہے تو ظہر کی ترک جماعت جس میں ترک واجب کا شبہ ہے کیا خلاف احتیاط نہیں؟

(۱۹) فرمایا کہ جو کہا جاتا ہے کہ بلا مجاہدہ تصرف کے ذریعہ سے دفعۃً حصول کمال ہو جاتا ہے وہ کمال نہیں بلکہ ایسے تصرف سے کچھ کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں جو مقصود نہیں کیونکہ ان سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا جو کہ مقصود ہے پھر یہ کیفیات بھی جو کہ توجہ سے پیدا ہوتی ہے دیرپا نہیں ہوتیں، تیسرے ایسی توجہ سے بوجہ ضعف قوئ طبعیہ بعض مرتبہ کوئی ضرر جسمانی پہنچ جاتا ہے۔

(۲۰) فرمایا کہ ایسا کوئی نہیں جس کو بلا مجاہدہ حصول کمال ہوا ہو (الا ماشاء اللہ) لہذا سالک کو چاہیے کہ صبر و استقلال و یکسوئی کے ساتھ اپنے شیخ کی تعلیمات پر عمل کرتا رہے جب وقت آئیگا تو مقامات و احوال میں سے جو کچھ اس کیلئے مناسب ہوگا وہ خود اس کو عطا ہو جائے گا۔

(۲۱) فرمایا کہ دیکھئے کہ ایک ہی بات ہوتی ہے کہ کسی کے کلام میں کچھ اثر رکھتی ہے اور کسی کے کلام میں کچھ، اگر کوئی کسی کافر کا نام لے زبان خراب کرنا کہا جائے گا لیکن قرآن میں بعض کفار کا نام آیا ہے جیسے فرعون، قارون ہامان وغیرہ تلاوت میں جب ان کا نام آتا ہے تو بجائے زبان خراب ہونے کے فی حرف دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(۲۲) قرآن کو تدبیر کے ساتھ پڑھنا چاہیے

فرمایا کہ لوگوں کو شکایات ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں لیکن اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن گو پڑھتے ہیں مگر تدبر کے ساتھ نہیں پڑھتے صرف الفاظ پڑھ لیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اثر کے لئے صرف شئی نافع کا وجود کافی نہیں بلکہ وجود مع الشرائط ہونا چاہیے۔

(۲۳) ہمارے اعمال من کل الوجوہ ہمارے قدرت میں نہیں صرف آلات ہمارے اختیار میں ہیں پس

ہمارے اعمال بھی جو موقوف ہیں آلات پر من کل الوجوہ ہمارے قدرت میں نہ ہوں گے۔

(۲۴) ہر علم کا معلوم جدا ہوتا ہے

فرمایا کہ علم کا شرف معلوم کے شرف پر موقوف ہے اور معلوم اس کو کہتے ہیں جس کے حالات اس علم میں بیان کئے جائیں اور ہر علم کا معلوم جدا ہوتا ہے جس علم کا معلوم جس درجہ میں ہے اسی درجہ میں علم بھی ہوتا ہے مثلاً علم فلاحت کا معلوم زراعت یعنی کھیتی کرنا ہے اور کناسی کا معلوم پاخانہ ہے جو نسبت ان دونوں معلوموں میں ہے یعنی کھیتی اور پاخانہ میں وہی نسبت ان کے علموں میں بھی ہوگی، ظاہر ہے کہ پاخانہ نجس اور ارذل چیز ہے اور زراعت صاف ستھری اور ذی شرف چیز ہے لہذا علم کناسی ارذل ہوگا اور علم فلاحت اشرف اور علم کناسی علم فلاحت کے سامنے علم کہلانے کا مستحق بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح علم دین کا معلوم حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور احکام ہیں تمام علم دین کا حاصل یہی ہے اور دیگر تمام علوم کا معلوم دنیا یا ماسوی اللہ ہے پس جو نسبت دنیا یا ماسوی اللہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہی نسبت علوم دنیویہ کو ہوگی علم دین کے ساتھ اور اس نسبت کے متعلق بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے ۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔

حق تعالیٰ کی ذات وصفات کو تو کسی چیز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں دی جا سکتی وہ باقی اور سب فانی وہ زندہ اور سب مردہ وہ غنی اور سب محتاج۔ وہ موجود اور سب چیزیں معدوم **کل شئی ھالک الا وجھہ** غرض دونوں چیزوں میں کوئی نسبت نہیں قرار دی جا سکتی۔ سوائے اس کے کہ علم دین پر موجود کا اطلاق کیا جائے اور دیگر علوم پر معدوم کا اب میرا دعویٰ قریب الفہم ہو گیا ہوگا کہ علوم دین کے سامنے دیگر علوم علم کہلانے ہی کے مستحق نہیں مقابلہ تو کیا کیا جائے علوم دنیا کو علم مت کہو فن کہو پیشہ کہو حرف کہو۔

(۲۵) جو چیزیں مفید ہوں ان کے سیکھنے کی اجازت ہے لیکن موجب فضیلت اور جزو دین نہ کہو دیکھئے

پڑوسی کے بھی حقوق ہوتے ہیں جن کو سب دنیا مانتی ہے لیکن اس بات کو کوئی عقل مند جائز نہیں رکھتا نہ شریعت یہ تعلیم دیتی ہے کہ اس کو باپ بنالو۔ اس کو میراث دو، ہاں یہ حکم ضرور ہے کہ اس کا ہر بات میں جائز لحاظ کرو اور قدر کرو اس کو احتیاج ہو اس کی مدد کرو لیکن اس کی حد رکھو جو پڑوس کے لئے مناسب ہے ذوی القربیٰ پر مقدم نہ کرو اسی طرح ان تمام چیزوں کو جو مفید ہیں سیکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ حدود کے اندر ہوں لیکن ان کو کوئی امر شرعی یا باعث فضیلت اور جزو دین مت کہو۔

(۲۶) عزم کی تعریف

عزم کہتے ہیں ارادہ قویہ کو یعنی ایسا پختہ ارادہ ہو کہ چاہے کیسا ہی عارض پیش آئے بشرطیکہ اختیار باقی رہے اس ارادہ میں زوال نہ ہو۔

(۲۷) فرمایا کہ انتفاع بالقرآن کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ دین کا علم ہو دوسرے یہ کہ عمل کرنے کا پختہ قصد ہو علم سے سیدھا راستہ معلوم ہوگا اور عزم سے اس راستہ پر چلنا نصیب ہو سکے گا۔

(۲۸) فرمایا کہ بس نیکی کرتے رہو کسی کو ستاؤ مت یہی دین ہے۔

(۲۹) فرمایا کہ دین کا کوئی جزو بھی زائد نہیں حتیٰ کہ مستحبات بھی اپنے درجہ میں غیر زائد ہیں گو اتنا تفاوت ہے کہ واجبات کی کمی میں خسران ہے اور مستحبات کی کمی میں نقصان و حرمان۔

(۳۰) مستحبات بھی قابل احترام ہیں

فرمایا کہ اگر آپ کو مستحبات کے ثمرات معلوم ہو جائیں تو ان کا بھی کافی اہتمام کرنے لگیں گو یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ مستحبات سے ضرورت کو اٹھالیا اس وجہ سے ہم لوگوں میں ہمت کم ہے اگر سب کو فرض کر دیا جاتا تو غالباً ہم مستحبات ہی کو نہیں بلکہ فرائض کو بھی چھوڑ دیتے، یہ مانا کہ ضرورت کو اسی سے اٹھالیا گیا مگر جو ثمرات اور درجات ان مستحبات پر بھی تو بلا ان کے نہ ملیں گے مستحبات کی مثال احکام کے اندر ایسی ہے جیسے دعوت کے کھانوں میں چٹنی کو چٹنی کسی معنی کر زائد ہی ہے نہ اس پر بقائے حیات موقوف ہے اور نہ پیٹ بھرنا موقوف ہے۔ پھر دیکھئے چٹنی کا بھی کتنا اہتمام ہوتا ہے کہ فرمائش کر کے چٹنی منگائی جاتی ہے۔ صرف فرائض و موکدات ادا کر لینے سے ضرورت کا مرتبہ تو پورا ہو جائیگا اور آخرت میں عذاب بھی نہ رہے گا لیکن بلا مستحبات کے جنت سونی سونی رہے گی اس کے جنت کا حصہ دوسروں کے حصہ کی نسبت ایسا رہے گا جیسا کہ کم درختوں کے باغ زیادہ درختوں والے باغ کے سامنے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغام جو شب معراج میں حضور ﷺ کی معرفت پہنچایا گیا ہے **الجنۃ قیعان و غرسھا سبحان اللہ و الحمد للہ** اس میں تعلیم ہے کہ فرائض پر بس مت کر لینا آگے بھی ہمت کرنا۔ غرض مستحبات اہتمام کے قابل چیزیں ہیں۔ زوائد نہیں ہیں جب کہ مستحبات بھی زوائد نہیں تو فرائض و

واجبات کا کیا پوچھنا۔ پھر دین میں اختصار کیسے ہوسکتا ہے۔

(۳۱) فرمایا کہ عاشق کو جو تکلیف محبوب کی طرف سے پہنچے تکلیف ہی نہیں بلکہ سراسر راحت ہے اسی طرح اگر تعلق مع اللہ صحیح معنوں میں پیدا ہو گیا تو تمام احکام خداوندی بجالانے میں لذت ہی لذت آئے گی اور کوئی بھی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

(۳۲) صحابہؓ کو مجاہدات کی حاجت نہ تھی

فرمایا کہ صحابہؓ کو مجاہدات کی حاجت نہ تھی کیونکہ اول تو صحابہؓ کی استعداد قوی پھر حضور ﷺ کا فیض صحبت، اسی وجہ سے صحابہؓ کی وہ شان تھی جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

جیسے حضرات صحابہؓ کو بوجہ قوت استعداد اور فیض صحبت حضرت رسول اکرم ﷺ نفس کشی کے لئے مجاہدات شاقہ کی ضرورت (جیسا کہ بزرگان سلف سے منقول ہیں نہ تھی اسی طرح بوجہ قوت تحمل ایسے مجاہدات کی ضرورت اب اس زمانہ میں نہیں۔ کیونکہ ایسے مجاہدات کی وجہ سے صحت خراب ہو کر جو کچھ اعمال اس سے پہلے ہوجاتے تھے وہ بھی ترک ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل چیز اعمال ہی ہیں مجاہدات وریاضات تو ان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں اور حق تعالیٰ کا فضل اس پر موقوف نہیں کہ اس زمانہ میں بھی بزرگان سلف کی طرح شدید مجاہدے کئے جائیں بلکہ اس زمانہ میں حق تعالیٰ کا فضل بقدر اپنے مکان کوشش کرنے سے متوجہ ہوجاتا ہے اس لئے اب جس کو جتنا امکان ہو اتنا ہی مجاہدہ اس کے لئے کافی ہے البتہ اتباع شریعت وہ ہر شخص کے لئے ہر زمانہ میں یکساں ضروری ہے بغیر اس کے وصول الی اللہ نہیں ہوسکتا۔

(۳۳) ثمرہ آجلہ وثمرہ عاجلہ کی حقیقت ومثال

فرمایا کہ ذکر کے دو ثمرے ہیں۔ ایک ثمرہ آجلہ دوسرے ثمرہ عاجلہ ثمرہ آجلہ تو رضائے حق ہے اور وہ رضائے ذکر سے حاصل دنیا ہی میں ہوجاتی ہے مگر ظہور اس ثمرہ کا آخرت میں ہوگا اور ثمرہ عاجلہ احوال وکیفیات ہیں جیسے ذوق شوق ویکسوئی وغیرہ تو ذکر سے اس کا حاصل ہونا غیر یقینی ہے اور جس ثمرہ کے مرتب کرنے کا حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے وہ ثمرہ صرف ثمرہ آجلہ یعنی رضائے حق ہے باقی رہے ثمرات عاجلہ سو ان کا نہ حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے نہ ان کا حاصل ہونا یقینی ہے پھر اس کے حاصل نہ

ہونے پر تنگدل ہونا کیسا اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ جیسے کوئی شخص کسی کی دعوت کرے کہ تمہاری فلاں دن دعوت ہے اور جب وہ دن دعوت کا آئے اور یہ مہمان اس کے پاس جائے تو وہ اس کی بہت خاطر کرے اور خوب اچھے اچھے کھانے کھلائے اور جب یہ کھانا کھا چکے اور میزبان کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو بجائے اس کے کہ اپنے میزبان کا شکر یہ ادا کرے، الٹی شکایت کرنے لگے کہ آپ نے مجھے کھانا تو کھلایا مگر کچھ نقد تو دیا نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اس مہمان ہی کو ملامت کرے گا کہ نقد کا اس نے وعدہ ہی کب کیا تھا۔ جو تو اس کے نہ ملنے پر میزبان سے شکایت کرتا ہے اسی طرح جب حق تعالیٰ نے ایک شخص پر اتنا احسان فرمایا کہ اس کو ایک ایسے عمل کی توفیق عطا فرمائی کہ جس سے وہ حق تعالیٰ کی رضا کا مستحق ہو گیا تو اس پر یہ واجب ہے کہ حق تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرے نہ یہ کہ دوسری چیزیں جن کا حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ بھی نہ تھا نہ ملنے کی وجہ سے تنگدل ہو اور حق تعالیٰ کی شکایت کرے۔

(۳۴) ہیبت کا اول و دوم وسوم درجہ

فرمایا کہ وہ ہیبت جس کا سبب محبت ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہیبت ہے اور وہ ہیبت جس کا سبب عظمت ہو یہ دوسرا درجہ ہے اور تیسرا درجہ جو سب سے گھٹیا ہے وہ یہ ہے کہ ہیبت کا سبب احتمال ضرر ہو۔

(۳۵) فرمایا کہ اس طریق باطن میں مقصود اعمال ہیں باقی رہے حالات اور مکاشفات اور تصرفات سو یہ مقصود نہیں نہ ان کا حصول اختیاری ہے اور نہ ان کے عدم حصول سے سالک کا کچھ ضرر۔ بس اصل چیز اعمال ہیں بغیر ان کے ایک قدم بھی راستہ طے نہیں ہوسکتا۔

؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید　　کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

(۳۶) طریق میں اصل چیز اعمال ہیں

فرمایا کہ وصول مقصود نہیں بلکہ قبول مقصود ہے اور قبول بغیر اعمال کے ہوتا نہیں لہذا اصل چیز اعمال ہوئے بس ان کی فکر میں لگنا چاہیے۔

(۳۷) فرمایا کہ قبر میں جس چیز سے رونق حاصل ہو یعنی حق تعالیٰ کی محبت بس اس چیز سے یہاں بھی رونق بڑھانی چاہیے لہذا جس شخص کے اندر جو بات قابل اصلاح ہو اس کی اصلاح کی طرف سے بے

پروائی نہ کرنا چاہیے خواہ مجمع گھٹے یا بڑھے۔

(۴۸) مرید کو شیخ سے نفع باطن حاصل ہونا

فرمایا کہ مرید کو شیخ سے نفع باطنی حاصل ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ اس کو شیخ سے اعتقاد ہو اور شیخ کو اس مرید کی طرف سے تکدر نہ ہو، غرض کہ تکدر شیخ یا مرید کے اعتقاد میں خلل ان دونوں کا نتیجہ مرید کیلئے محرومی ہے اگر مرید کو شیخ کے کسی فعل پر کوئی شبہ ہو جائے تو مرید کو چاہیے کہ اپنے اس شبہ کو حل تو کرے مگر اپنے شیخ سے حل نہ کرے بلکہ شیخ کے متعلقین میں سے کسی سمجھدار شخص سے اس شبہ کو بیان کرے اور اس سے اس شبہ کو حل کرے تا کہ مرید کے طرف سے اس کے شیخ کا قلب مکدر نہ ہو اور اگر وہ شبہ محض وسوسہ کے درجے میں ہو اور وہ وسوسہ خود بخود دفع ہو گیا اور طالب نے اس وسوسہ کے مقتضاء پر عمل بھی نہیں کیا تو ایسے وسوسہ کو شیخ سے کہنا اس طالب کے لئے مضر نہیں مگر بلاضرورت مفید بھی نہیں بلکہ اولیٰ یہی ہے کہ اس کو بالکل نیست و نابود کر دیا جائے اور اگر اس وسوسہ سے طالب کی طبیعت میں یہ اثر ہوا کہ اتار چڑھاؤ ہونے لگا گویا کہ اس وسوسہ کو ایک گونہ رائے کا درجہ حاصل ہو گیا اور وہ وسوسہ اس کو ناگوار بھی نہیں ہوا اور جب تک اس وسوسہ کو دلائل سے دفع نہیں کیا گیا وہ وسوسہ دفع بھی نہیں ہوا تو اگر چہ اس وسوسہ کے مقتضاء پر عمل نہیں ہوا اور گو یہ درجہ بھی وسوسہ کا غیر اختیاری ہے نیز اس وسوسہ کے غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے طالب پر آخرت میں مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ مگر اس وسوسہ کو شیخ سے کہنا مناسب نہیں بلکہ خلاف ادب اور موجب تکدر شیخ ہے اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ ایک وسوسہ ہے اور غیر اختیاری ہے تو پھر شیخ پر طالب کے اس وسوسہ کے اظہار سے شیخ کے تکدر کی کیا وجہ، تو ایک بار ایک بات ہے لہذا اس کو ایک مثال سے سمجھئے وہ مثال یہ ہے مثلاً ایک باپ نے بیٹے کو اس کی بدتمیزی پر ڈانٹا جب باپ ڈانٹ چکا اور باپ کا غصہ فرو ہو گیا تو اس کے بعد بیٹے نے باپ سے کہا کہ ابا جس وقت آپ مجھ کو میری بدتمیزی پر ڈانٹ رہے تھے تو میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں آپ کو قتل کر دوں، مگر وہ وسوسہ دفع ہو گیا تھا تو گو وہ باپ جانتا ہے کہ میرے بیٹے کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ مجھ کو قتل کر دے بلکہ صرف یہ ایک وسوسہ ہے جو اسکے دل میں آیا ہے اور غیر اختیاری ہے اور اس وسوسہ کی وجہ سے میرے بیٹے کو کچھ گناہ بھی نہ ہوگا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے ذرا سوچئے اور غور کیجئے کہ کیا اس باپ کو اس سے ناگواری نہ ہوگی، ضرور ناگواری ہوگی۔ اور باپ کو یہ خیال ہوگا کہ یہ کمبخت تو خطرناک ہے ساری عمر اس کی صورت نہ

دیکھنی چاہیئے تو جب اس باپ کو بیٹے کی یہ بات سن کر ناگواری ہوگی تو اگر یہ وسوسہ شیخ کے لئے موجب تکدر ہو تو کیا تعجب کی بات ہے۔

(۳۹) بزرگوں کے ساتھ اعتقاد

فرمایا کہ آج کل لوگوں میں نہ بزرگوں کے ساتھ اعتقاد ہے اور نہ بزرگوں کا ان کے قلب میں ادب ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ساری عمر ان بزرگوں کے فیض باطنی سے محروم رہتے ہیں اس پر ایک اہل علم نے عرض کیا۔ حضرت بزرگوں کا ادب حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ طریقہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے صاحب برکت ہونے کا اعتقاد کامل کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میرے اندر جو نقائص ہیں ان کی اصلاح ضروری ہے اور وہ اصلاح ان بزرگوں ہی سے کراتا ہے تیسرے یہ عزم رکھے کہ ان بزرگ کی طرف سے میرے ساتھ خواہ کیسا ہی برتاؤ ہو مگر میں برابر ان کی دلجوئی اور ان کی اطاعت کرتا رہوں گا اگر چہ اس کے دل میں ان بزرگ کے متعلق کچھ وساوس آئیں مگر ان امور مذکورہ بالا کا پتہ تو رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بزرگوں کا ادب حاصل ہو جائیگا پھر ارشاد فرمایا کہ یہ وسوسے بھی اکثر اس وقت تک آتے ہیں کہ جب تک کمال فنا حاصل نہیں ہوتا۔ جب کمال فنا حاصل ہو جاتا ہے تو وسوسے بھی پیدا نہیں ہوتے۔

(۴۰) فرمایا کہ تربیت کی حقیقت تحقیق نہیں بلکہ علاج ہے لہذا تربیت کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جو تحقیق کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی اگر کوئی بات فی نفسہ جائز ہو لیکن اگر ہم اس بات کی مخاطب کو اجازت دیتے ہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ اس اجازت پر عمل کرنے سے وہ حدود سے نکل جائے گا اور اس کے اخلاق خراب ہوں گے اور اس کو اپنے مرض باطن سے جس کا وہ علاج ہم سے کرا رہا ہے شفا نصیب نہ ہوگی تو ہم کو چاہیے کہ ایسی بات کی اس شخص کو بھی اجازت نہ دیں ورنہ تربیت نہیں ہو سکتی مثلاً طالب تکبر کا علاج کرا رہا ہے تو شیخ کو مناسب نہیں کہ التکبر علی المتکبر صدقۃ کے مقتضاء پر عمل کرنے کی اجازت دے۔

(۴۱) شیخ کی اتباع ضروری ہے

فرمایا کہ شیخ اپنے مرید کو جب تک کسی خلاف شرع بات کا حکم نہ دے اس وقت تک اس کو اس حکم میں شیخ کا اتباع چاہیے پھر فرمایا کہ خلاف شرع سے مراد حرام اور مکروہ تحریمی ہے باقی رہا خلاف اولیٰ

سو وہ مراد نہیں یعنی اگر شیخ اپنے مرید کو کسی خلاف اولیٰ کا حکم دے تو مرید کو چاہیے کہ اس حکم میں اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے بلکہ اس حکم کو بجالائے گو وہ خلاف اولیٰ ہی ہو۔

(۴۲) فرمایا کہ جذبات پر مواخذہ نہ ہوگا بلکہ اعمال اور افعال پر ہوگا مگر باوجود اس کے پھر جوان جذبات کی اصلاح کی ضرورت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اصلاح سے نفس کی مقاومت اور مقابلہ آسان ہو جاتا ہے جس سے رذائل نفس کے مقتضا کی مخالفت بآسانی ہوسکتی ہے اور جذبات کی اصلاح نہیں کی جاتی تو پھر نفس کی مقاومت دشوار ہو جاتی ہے بلکہ نفس سے مغلوب ہو جاتا ہے اور ان رذائل کے متقضاء پر اکثر عمل ہو جاتا ہے۔

(۴۳) ایک دہریہ کے خط کا جواب

میرے نزدیک تمہاری فلاح کی ابتداء دعا سے ہونا چاہیے یعنی سب تدابیر سے پہلے تم یہ عمل شروع کرو کہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ مجھے صراط مستقیم پر قائم فرما۔ رہا یہ شبہ کہ جب تم خدا تعالیٰ ہی کے قائل نہیں تو پھر دعا کس سے کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تم خدا تعالیٰ کے قائل نہیں مگر تمہارے پاس حق تعالیٰ کے نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں، جب تمہارے پاس نہ وجود کی دلیل ہے نہ نفی کی تو تم تو حق تعالیٰ کے وجود کے متحمل اور ممکن ہوئے۔ عقلاً قائل ہونا پڑے گا اور دعا کے لئے احتمال کافی ہے جس میں تمہارا نہ کوئی ضرر ہے نہ مشقت جب تم میرے پاس تجویز پر عمل شروع کرکے اپنی حالت سے مجھ کو مطلع کرو گے تو پھر آگے مشورہ دوں گا۔

(۴۴) فرمایا کہ مختلف مذاہب کو دیکھنا بلکہ مختلف مذاق کے لوگوں سے ملنا مضر ہے۔

(۴۵) صحبت بڑی چیز ہے

فرمایا کہ آج کل صحبت کو سب سے گھٹیا درجہ کی چیز سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ سب سے بڑی چیز ہے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی بزرگ کی صحبت میں ہم جا کر بیٹھ گئے تو خالی صحبت اور محض پاس بیٹھنے سے کیا فائدہ جب تک کہ وہ بزرگ کچھ تعلیم نہ فرمائیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہی غلط ہے کہ بزرگوں کی صحبت افادہ سے خالی ہوتی ہے بلکہ اکثر کچھ نہ کچھ افادہ ہوتا ہی رہتا ہے دوسرے اگر مان بھی لیا جائے

کہ کوئی صحبت ایسی ہو کہ اس کے اندر وہ بزرگ بالکل خاموش رہیں اور کچھ نہ فرمائیں تو ویسی صحبت بھی فائدہ سے خالی نہیں اور اس کی وجہ حکماء نے یہ بیان کی ہے کہ انسان کی طبیعت میں خاصہ ہے مسارقت کا یعنی انسان اپنے ہم نشین کے اخلاق و عادات کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور یہ جذب اور مسارقت ایسی خفیہ طور پر ہوتی ہے کہ خود اس سارق کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں چرا رہا ہوں اور پھر اس مسارقت کیلئے یہ بھی شرط نہیں کہ ہمنشیں معتقد فیہ ہی ہو، بلکہ انسانی طبیعت غیر معتقد فیہ کے اخلاق و عادات کو بھی جذب کرتی ہے تو جب غیر معتقد فیہ کے ساتھ ہی یہ مسارقت ہوتی ہے تو اگر کسی اپنے معتقد فیہ اور بزرگ کی صحبت اختیار کی جائے تو یہ مسارقت بدرجہ اولیٰ ہوگی بس یہ وجہ ہے کہ بزرگوں کی خالی صحبت بھی مفید ہوتی ہے اور صحبت تو بڑی چیز ہے محض تصور جو کہ صحبت کے اعتبار سے اولیٰ درجہ کی چیز ہے کیونکہ صحبت میں ذات کے ساتھ معیت ہوتی ہے اور تصور میں صرف اس چیز کی صورت ذہنیہ سے محبت ہوتی ہے مگر پھر بھی وہ اثر سے خالی نہیں ہوتا بلکہ اتنا اثر ہوتا ہے کہ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کوئی شخص مرید ہونے آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے کہا جی ہاں میری ایک بھینس ہے اس سے مجھ کو بہت محبت ہے فرمایا کہ بس تم یہ تصور کیا کرو کہ چالیس روز تک ایک گوشہ میں بیٹھ کر اس بھینس کا تصور کیا کرو، جب چالیس روز گذر گئے تو وہ بزرگ اپنے اس مرید کے پاس گئے اور اس کو حکم دیا باہر آؤ، جب آنے لگا تو دروازہ میں پہنچ کر رک گیا اور کہا کہ سینگ اڑتے ہیں کیونکر آؤں وہ بزرگ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ بس اب ساری چیزیں اس کے قلب سے نکل گئیں ہیں صرف بھینس رہ گئی ہے اس کو میں دفع کر دوں گا اور پھر اس شخص کو تعلق مع اللہ بآسانی حاصل ہو جائیگا۔

(۴۶) عشق سے علاج کرنا مناسب نہیں

فرمایا کہ امراض باطنی کے علاج کے طریق کئی ہیں ان میں سے ایک عشق بھی ہے مگر قاعدہ عقلیہ ہے کہ جب دو علاج جمع ہو جائیں، ایک بے خطر اور دوسرا خطرناک تو جو علاج بے خطر ہے اس کو اختیار کیا جائیگا نہ کہ خطرناک کو اس لئے عشق سے علاج کرنا مناسب نہیں۔

(۴۷) بوڑھوں کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جانے کا راز

فرمایا کہ پہلے لوگوں کے قویٰ اچھے ہوتے تھے اس لئے ان لوگوں کا عشق مجازی بھی زیادہ قوی

ہوتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے اندر قوت مقاومت بھی زیادہ قوی ہوتی تھی اس لئے صبر وضبط سے کام لے کر کوئی امر عفت کے خلاف نہ کرتے تھے بخلاف اس کے کہ اب تو فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہی ضعف مقاومت راز ہے اس کا کہ جو لوگ بوڑھے ہوتے ہیں وہ بھی فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ بہت سے بوڑھے امرد پرستی میں مبتلا ہیں کیونکہ گو بڑھاپے میں جوش کم ہوتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے قوت مقاومت بھی ضعیف ہو جاتی ہے اس کی وجہ سے قبلہ لمس و نظر سے رک نہیں سکتے۔

(۴۸) ان شھوۃ المتقی اشد کا راز

فرمایا کہ بخاری شریف کے ایک حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان شھوۃ المتقی اشد اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی شخص عفت کے خلاف کوئی بات نہیں کرتا نہ دیکھتا ہے نہ بات کرتا ہے یہاں تک کہ نامحرم کے تصور سے بھی بچتا ہے اس لئے اس کے قوی مدرکہ فاعلہ مجتمع رہتے ہیں اور ان کے اندر انتشار نہیں ہوتا اس لئے اس کے قویٰ مدرکہ فاعلہ میں بہ نسبت غیر متقی کے زیادہ قوت ہوتی ہے۔

(۴۹) تازہ غم میں وعظ و نصیحت مفید نہیں

فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھئے کہ تازہ غم میں کبھی وعظ و نصیحت اس مصیبت زدہ کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتی بلکہ الٹی اور مضر ہوتی ہے اور وجہ اس کے مضر ہونے کی یہ ہے کہ اس وقت تو نصیحت ہوتی ہے اس بات کی کہ تم اپنے غم کے جذبہ کو روکو اور وہ مصیبت زدہ اس نصیحت کو سن کر کوشش بھی کرتا ہے غم کے روکنے کی مگر چونکہ اس وقت غم کی شدت ہوتی ہے اس لئے اس کے روکنے سے یہ بات تو ہوتی نہیں کہ غم فرو ہو جائے بس یہ ہوتا ہے کہ وہ غم دل کا دل ہی میں رہتا ہے اور زیادہ عرصہ تک دل میں اس غم کے رہنے سے اس مصیبت زدہ قلب میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مصیبت زدہ کے اندر مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۵۰) فرمایا کہ شدت غم کے وقت نہ تو یہ مناسب ہے کہ اس مصیبت زدہ سے ایسی باتیں کرے کہ جس سے ان کا صدمہ بڑھے کہ ہائے اتنا مال چلا گیا اتنا نقصان ہو گیا اور نہ ایسی باتیں کرے کہ ارے میاں کیوں فکر میں پڑے، اتنا صدمہ کیوں کرتے ہو، بس جہاں تک ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ اس شخص

مصیبت زدہ کی طبیعت دوسری طرف مشغول رہے اس حادثہ کی طرف توجہ ہی نہ ہونے پائے اور یہ شبہ کہ اگر مصیبت زدہ کے سامنے اس کے اس نقصان پر کچھ اظہار افسوس نہ کیا جائے تو اس کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس کو میرے ساتھ ہمدردی نہیں، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب اوہام ہیں، البتہ یہ شبہ عدم ہمدردی کا اس پر ہوتا ہے کہ جو اس مصیبت زدہ کا مخالف ہو اور محبت والے کے متعلق ایسا شبہ نہیں ہوتا۔

(۵۱) ایک ہی مقصد کے کامیاب و ناکام کو برابر ثواب ملیگا بلکہ ناکام کو کامیاب کا دوچند ثواب ملے گا بشرطیکہ سعی میں برابر لگا رہا۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر دو شخصوں نے کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی کوشش بھی کی مگر ایک شخص تو اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا اور دوسرا ناکامیاب رہا تو ثواب ان دونوں شخصوں کو برابر ملیگا یا کم وبیش مثلاً دو شخصوں نے کلام مجید سیکھنا شروع کیا ان میں سے ایک تو اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا یعنی تلاوت پر قادر ہوگیا اور اس کے بعد وہ برابر تلاوت کرتا رہا اور دوسروں کو بھی پڑھاتا رہا اور دوسرا شخص بوجہ اپنے ضعف یا مرض یا غباوت وغیرہ کے ناکامیاب رہا اور اس کو کلام مجید پڑھنا نہ آیا مگر اس نے اپنی ساری عمر اسی کوشش میں سیکھنے میں گذاردی تو اب دونوں کو ثواب برابر ملیگا یا کم وبیش فرمایا کہ ثانی کو اول سے دوچند ثواب ملے گا۔

(۵۲) دیوانگی (یعنی کمال محبت الٰہی) علاج ہے ہموم وغموم کا

خواجہ عزیز الحسن صاحب کے بڑے صاحبزادے کے انتقال پر ایک دوست نے تعزیت نامہ لکھا اس پر خواجہ صاحب نے اشعار ذیل مرقوم فرمائے۔ بغرض عبرت ناظرین کے خدمت میں پیش ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی ☆ بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گوصورت ہے بستی کی ☆ بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے
کسی کو روز وشب مشغول فریاد وفغاں پایا ☆ کسی کو فکر گوناگوں میں ہردم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا ☆ بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا
جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

(۵۳) حضرت والا کے اکابر کے خصوصیات

حضرت والا نے فرمایا ہمارے اکابر بالخصوص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخالفین کو بھی برا بھلا نہیں کہتے تھے ان میں تحزب اور پارٹی بندی چھو بھی نہیں گئی تھی۔ تعصب اور تنگ خیالی ان میں مطلق نہ تھی جیسے ائمہ کی شان ہوتی ہے۔

(۵۴) دست بوسی رسماً کبر اور ریا کا مقدمہ ہے

فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ چومنا یہ بالکل نئی عادت ہے یوں ہاتھ چومنا بلکہ پاؤں چومنا بھی جائز ہے مگر رسماً کبر و ریاء کا مقدمہ ہے۔

(۵۵) فرمایا کہ جان کا بدلہ جان یعنی فدیہ میں ذبح کرنا بجز عقیقہ کے کہیں ثابت نہیں۔

(۵۶) استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے

فرمایا کہ استخارہ کی حقیقت طلب خیر کہ استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔ پس جب وہ استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے پھر جس بات کی طرف رجحان ہو اس پر عمل کرے اور اسی کے اندر اپنے لئے خیر کو مقدر سمجھے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بناء پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے کیونکہ پہلی صورت میں الہام کا حجت شرعیہ ہونا لازم آتا ہے اور لازم صحیح نہیں لہذا ملزوم بھی صحیح نہیں پس حاصل یہ کہ استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے نہ کہ استخبار۔

(۵۷) بے پروائی مفاسد کی جڑ ہے

فرمایا کہ بے پروائی کو لوگ دین کے خلاف نہیں سمجھتے حالانکہ بے پروائی جڑ ہے مفاسد کی۔

(۵۸) عورتوں سے کبھی مناظرہ مناسب نہیں

فرمایا کہ عورتوں سے کبھی مناظرہ نہ کرے جوان سے مناظرہ کرے گا ان کی کجی کی وجہ سے اس

، کوضرور غصہ آئے گا۔

(۵۹) سفارش کے شرائط

فرمایا کہ سفارش سے طیب خاطر کا اثر ہو تو جائز ہے کیونکہ اس اثر میں اذیت نہیں ہوتی اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ سفارش کرنے والے کے خلاف نہ کرنے پر مجبور ہوگا تو سفارش سے ایسا اثر ڈلوانا جائز ہے

(۶۰) فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ کسی وقت کسی موقعہ پر حضرت حاجی صاحبؒ کو میری طرف سے کسی قسم کی گرانی نہیں ہوئی۔ (تعلیم عدم گرانی شیخ)

(۶۱) فرمایا کہ مضمون خط میں زیادہ اختصار بھی روکھا پن ہے۔

(۶۲) فعل کی نسبت عقلاً علت قریبہ کی طرف کی جاتی ہے

فرمایا کہ افعال کو بندہ کے اختیار کی طرف جو منسوب کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت عقلاً علت قریب کی طرف کی جاتی ہے اور افعال کی علت قریبہ اختیار عبد ہی ہے اور اختیار عبد کی علت اختیار حق ہے اس لئے اختیار حق ان افعال عبد کی علت بعیدہ ہوئی نہ کہ قریبہ۔

(۶۳) فرمایا کہ اس مراقبہ سے زیادہ آسان اور سہل کرنے والا مصیبت کا اور کوئی طریق ہی نہیں کہ اس کو سوچ لیا جایا کرے کہ اس مصیبت میں ثواب ملے گا جہاں یہ سوچا کہ اس میں ثواب ہوگا بس ساری تکلیف گھل جاتی ہے پھر کچھ تکلیف ہی نہیں رہتی۔

(۶۴) کیفیات کا فقدان قابل قلق نہیں

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میرے اعمال کے معنی (یعنی کیفیات) نہیں۔ فرمایا کہ کیفیات جن کو معنی کہا گیا ہے یہ چونکہ نظر آئی ہیں یعنی محسوس ہوتی ہیں اس لئے یہ معنی ہے ہی نہیں تو ان کے فقدان کا کیا قلق بلکہ یہ کیفیات صورت ہیں اور معنی وہ ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔

(۶۵) مامور بہ محبت عقلیہ ہے نہ کہ محبت طبعیہ

فرمایا کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ

وولدہ والناس اجمعین یہاں پر مراد محبت سے محبت عقلیہ کاملہ مفضی الی الطاعۃ الکاملہ ہے۔ محبت طبعیہ مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ محبت طبعیہ غیر اختیاری ہے اگر اس کو شرط ایمان کہا جائے تو ایمان غیر اختیاری ہو جائے گا حالانکہ ایمان مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے پھر فرمایا کہ محبت عقلیہ کو دوام ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہے بخلاف محبت طبعیہ کے کہ اس کا دوام بھی غیر اختیاری ہے۔

(٦٦) فرمایا کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی جیسے نوم میں کیونکہ ترقی کا ذریعہ ہے ذکر و عمل اور یہ دونوں اس وقت منقطع ہو جاتی ہیں اس لئے استغراق تام کا طالب ہونا نہ چاہیئے۔

(٦٧) درود شریف کا ورد

ایک صاحب کچھ پریشان تھے حضرت والا نے ان کو درود شریف کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ درود شریف سے رحمت ہوتی ہے اس لئے اس سے پریشانی بھی رفع ہوگی۔

(٦٨) بدفالی کی ممانعت اور نیک فالی کی اجازت کی وجہ

فرمایا کہ بدفالی سے اثر نہ لینا چاہیئے اس لئے کہ وہ یاس ہے اور یاس کی ممانعت ہے بخلاف نیک فالی کے کہ وہ رجا ہے اور رجاء کا حکم ہے یہ فرق ہے فال نیک میں کہ جائز ہے اور طیرہ یعنی فال بد میں کہ ناجائز ہے، ورنہ تاثیر کا اعتقاد دونوں جگہ ناجائز ہے۔

(٦٩) قوت حفظیہ کا وظیفہ

فرمایا کہ پانچوں نمازوں کے بعد سر کے اوپر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار "یا قوی" پڑھنا قوت حافظہ کیلئے نافع ہے۔

(٧٠) سلام کے جواب کا شرعی طریقہ

فرمایا کہ فقہاء نے السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام اور السلام علیکم دونوں کو کافی لکھا ہے یہ بھی فرمایا کہ بعض بچوں کے طرف سے خطوں میں جو سلام لکھا ہوا آتا ہے تو عام عادت تو یہ ہے کہ اس سلام کے جواب میں صرف دعا لکھ دیتے ہیں مگر میرے نزدیک اس سے جواب ادا نہیں ہوتا اس لئے میں تو

سلام و دعا دونوں لکھتا ہوں لیکن اگر وہ سلام بچہ نے نہ لکھوایا ہو کسی بڑے نے اس کی طرف منسوب کر دیا ہو تو اس کا جواب ہی واجب نہیں۔

(۷۱) میت کا بھی ادب زندہ کا سا ہے

فرمایا کہ فقہا نے لکھا ہے کہ مردہ کے پاس جب اس کی قبر پر جائے تو وہ معاملہ کرے جو معاملہ اس کی زندگی میں اس کے ساتھ کرتا۔ یعنی مردہ کا بھی ادب اتنا ہی ہے جتنا زندہ کا۔ دلیل اس قول کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میرے حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے ہیں اس وقت سے میری عادت ہے کہ جب میں اس حجرہ میں داخل ہوتی ہوں تو حیاء لمن عمرؓ یعنی بوجہ حیا کے اپنا منہ ڈھانک لیتی ہوں، بس معلوم ہوا کہ میت کا ادب بعد موت بھی وہی ہے جو اسکی زندگی میں تھا۔

(۷۲) برکت کی نیت سے ہدیہ مناسب نہیں

فرمایا کہ جو برکت کی نیت سے مجھ کو ہدیہ دیتا ہے میں قبول نہیں کرتا کیونکہ میں صاحب برکت نہیں اور جو محض محبت سے دیتا ہے اس کا قبول کر لیتا ہوں۔

(۷۳) ادب کا مدار عرف ہے

فرمایا کہ منجملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم یہ ہے کہ کسی چیز کے ادب میں غلو نہ کرنا چاہیے اور فرمایا کہ ادب کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی فعل جو فی نفسہ مباح ہو اگر عرفاً بے ادبی سمجھا جائے گا تو شرعاً بھی وہ فعل بے ادبی ہوگا۔

(۷۴) فرمایا کہ جمعیت اور انشراح سے سالک کی باطنی ترقی ہوتی ہے زیادہ رنج و غم سے ہم لوگوں کے اندر مایوسی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے ہم کو ہر وقت اپنے آپ کو خوش رکھنا چاہیئے تا کہ حق تعالیٰ سے

ہم کو محبت پیدا ہو ورنہ بلاؤں کے اندر محبت کا باقی رہنا ہم لوگوں کا کام نہیں صدیقین کی شان ہے۔

(۷۵) فرمایا کہ شرک اکبر کے جتنے افراد ہیں وہ جیسے شرعاً باطل ہیں اسی طرح عقلاً ممتنع بالذات ہیں مثلاً کسی کے لئے علم مستقل کا قائل ہونا یا قدرت مستقلہ کا قائل ہونا کہ ایسا کہ علم وقدرت حادث کے لئے ممتنع بالذات بھی ہے۔

(۷۶) اشراف وسوال ناجائز ہے

فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے **مااتاک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولاسائل فخذہ۔**

(۷۷) یہ ہرگز زیبا نہیں کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے خود نفس ایمان بھی اپنے اختیار میں نہیں بس حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو یہ دولت عطا فرما رکھی ہے لیکن وہ جب چاہیں سلب کر سکتے ہیں چنانچہ ابوعبداللہ ایک بزرگ تھے بغداد میں ان کی وجہ سے ۳۰ خانقاہیں آباد تھیں وہ ایک بار مع اپنے مجمع کے چلے جارہے تھے راستہ میں ایک گرجا آیا جہاں عیسائی صلیب پرستی کررہے تھے وہاں ایک عیسائن پر مفتون ہو گئے ساتھیوں سے کہا اب تمہارے کام کا نہیں رہ گیا تم لوگ چلے جاؤ ساتھیوں کو بہت صدمہ ہوا اور مایوس ہو کر چلے گئے جب ایک مدت کے بعد اتفاق سے اس مقام پر واپس ہوئے اور چاہا کہ شیخ کو تلاش کیا جائے کہ کس حال میں ہیں، چنانچہ تلاش کیا تو دیکھا کہ عیسائیوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں سامنے خنزیروں کی ایک بڑی قطار ہے چھڑی ہاتھ میں ہے اور سوروں کو چرا رہے ہیں خدام نے ملاقات کی اور پوچھا کہ حضرت آپ کو کچھ قرآن شریف بھی یاد ہے۔ فرمایا کہ ہاں ایک آیت یاد ہے **ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سوآء السبیل** پھر پوچھا کہ کوئی حدیث یاد ہے، کہا کہ صرف ایک حدیث یاد ہے **من بدل دینہ فاقتلوہ** اور کچھ یاد نہیں، حالانکہ ان بزرگ کو تیس ہزار احادیث یاد تھیں اور سبعہ کے حافظ تھے وہ لوگ ان کا حال دیکھ کر بہت روئے اور خود وہ بزرگ بھی روئے حتیٰ کہ روایت ہے کہ خنزیر تک روئے اس کے بعد جب وہ آگے بڑھے تو سامنے ایک نہر تھی جب نہر کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں وہی بزرگ نہر کی طرف سے غسل کئے ہوئے ایک سفید چادر تہمد مسلمانوں کا سا باندھے ہوئے آرہے ہیں جب پاس آئے تو کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ** ۔ لوگوں کو بے

حد خوشی ہوئی اس کے بعد ان بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا واقعہ تھا تو ان بزرگ نے فرمایا کہ جب پہلے میں اس گرجے کے پاس سے ہوکر گزرا اور ان عیسائیوں کو دیکھا تو میں نے ان کو بہت حقیر سمجھا تو فوراً الہام ہوا کہ اچھا کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھتے ہو اور اسی وقت دیکھا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا اور غائب ہو گیا اور میرے باطن میں ظلمت ہی ظلمت چھا گئی اس کے بعد ظاہر سامان یہ ہوا کہ وہاں کنواں پر ایک لڑکی عیسائن کی پانی بھر رہی تھی میں اس پر عاشق ہو گیا، میں نے اس کو یہ پیام دیا اس نے شرط لگائی کہ ہمارے سور چراؤ میں اسکے پاس رہتا تھا اب تمہاری ملاقات کے بعد میں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ حضور اب تو بہت سزا مل گئی اب تو معاف کیا جائے تو میں نے دیکھا کہ میرا وہی نور جو میرے اندر سے نکلا تھا پھر میرے اندر داخل ہو گیا اور مجھ کو اسلام کی توفیق ہو گئی تو جب یہ حال ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس وقت جو ہماری حالت درست ہے وہ مستقل اختیار سے ہے علاوہ اس کے یہ بھی تو سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص بہت حسین ہو مگر وہ اپنے چہرے پر کالک مل لے تو اس کا قدرتی حسن حقیقۃً زائل نہ ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص بدشکل ہو مگر وہ پوڈر مل لے تو کیا وہ حسین ہو جائیگا تو بعض لوگوں کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے پوڈر اسی طرح بعض لوگوں کا کفر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کالک جب ذرا ہٹا اصل رنگ عود کر آیا اور اس کا ہٹ جانا اپنے مستقل اختیار میں نہیں یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ تو پھر کیا زیبا ہے کہ آدمی

اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے۔

☆ تمت بالخیر ☆

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے سینکڑوں تصانیف کا نچوڑ

تحفۃ العلماء

جلد اول کے مضامین

ترتیب مولانا مفتی محمد زید صاحب (انڈیا)

مدارس کی افادیت، منتظمین و مدرسین کیلئے طریق کار، مفید ہدایات، ضروری تنبیہات، علماء کا معاشی مسئلہ اور اس کا حل، طلباء کیلئے ضروری دستور العمل، نیز علماء، طلباء، کی اصلاح کا طریق کار مدارس کے تمام شعبے، مہتمم و مدارس کے اوصاف و شرائط اور ان کی فقہی حیثیت، ہنگامہ، سٹرائیک، احکام چندہ، جلسہ، دستار بندی اور مدارس وار باب مدارس پر اعتراضات و جوابات اور علماء و عوام کے لئے مفید نصیحتیں، استاد و شاگرد کے حقوق اور تعلیم و تربیت کے طریقے اور مفید تجاویز۔

جلد دوم کے مضامین

فقہ حنفی کے اصول و قواعد فقہ حنفی کے نہایت قیمتی اُصول و قواعد جن کا مطالعہ مسئلہ مسائل کے سلسلہ میں غلطی محفوظ رکھنے کی کامل ضمانت ہے

آداب افتاء و استفتاء مسائل پوچھنے اور بتلانے والوں کیلئے سوالوں کے جواب سے متعلق ضروری ہدایات و معلومات، مفتی و سائل کی ذمہ داریاں، اخلاقی مسائل میں جواب کا انداز اور بے شمار مفید نمونے

اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ ائمہ اربعہ کی تقلید کی حقیقت کیا ہے؟ اجتہاد و قیاس اور اجتہادی اختلافات کی کیا بنیادیں ہیں؟ امام ابو حنیفہ کی تقلید شخصی ہی کیوں ضروری ہے؟ اہل حدیث اور غیر مقلدین کیا ناحق پر ہیں؟ اور اس جیسے بے شمار مسائل کا حل۔

اصول مناظرہ مناظرہ کی اہمیت و افادیت، حدود و شرائط، اصول و آداب احکام و اقسام محل و مواقع اور فرقہ باطلہ کے رد کے مختلف طریقے اور مفید نمونے اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

جدید ترتیب و تزئین: محمد اسحٰق ملتانی

ادارہ تالیفات اشرفیہ
اشرفیہ منزل۔ نزد الحمرا آرٹس چوک فوارہ۔ پرانی غلہ منڈی ملتان
540513 - 41501